مولانا محمد حنیف ندوی
برائے تبصرہ

تاریخ القرآن

عبدالصمد صارم الازہری

باہتمام

ادارہ علمیہ ۵ دھنی رام روڈ نئی انارکلی، لاہور

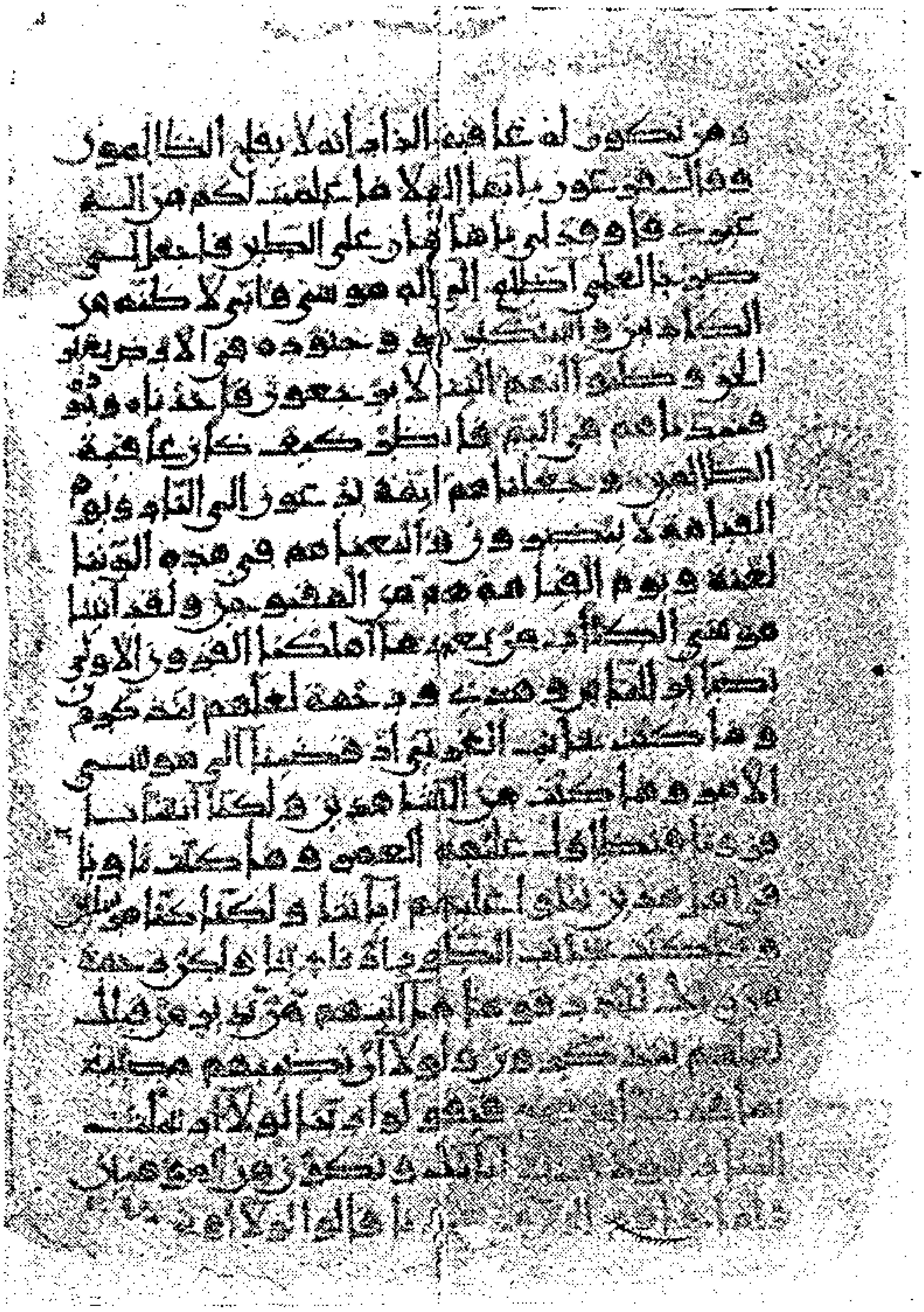

مصحف بخط کوفی تیسری صدی ہجری نویں صدی عیسوی بغداد میوزیم

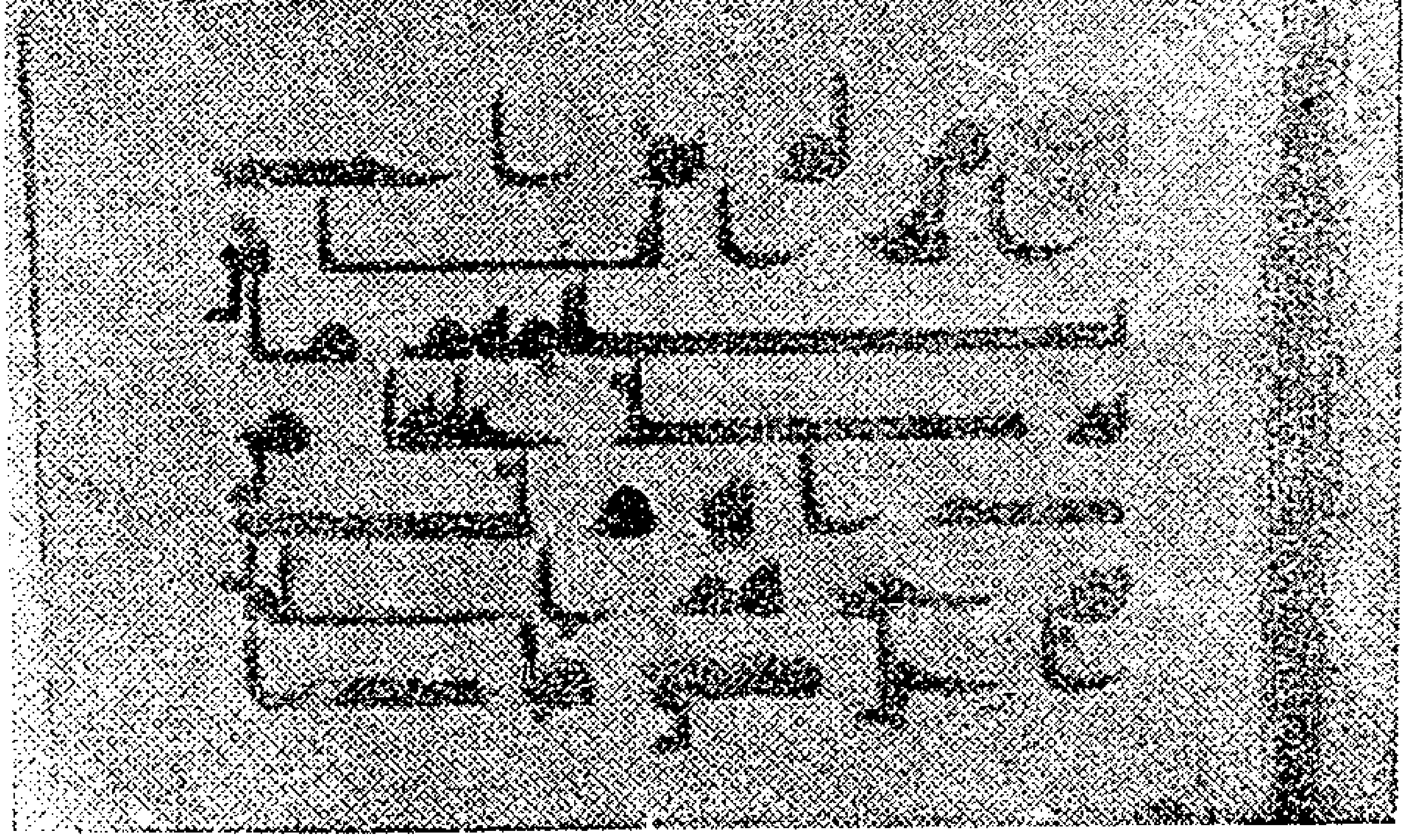

مصحف حضرت علی کرم اللہ وجہہ

Marfat.com

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

باہتمام . . . . مولوی محمد یعقوب ڈپٹی منیجر ادارہ علمیہ

کاتب . . . . عبدالغنی

باردوم ۱۹۶۳ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت . . . . چھ روپیہ

مطبع . . . . نقوش پریس لاہور

پبلشر . . . . ادارہ علمیہ

یکی

ازمطبوعاتِ مجلسِ احیائے علوم الدین

Marfat.com

انتساب

عالی جناب محمد اکرام صاحب ناظمِ اعلیٰ محکمۂ اوقاف

کے نامِ نامی سے

Marfat.com

میں

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مرحوم

ڈاکٹر سیّد عبداللہ صاحب

اور جری احمد صاحب سیّد کی

حوصلہ افزائی کا شکر گذار ہوں

Marfat.com

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حمد والتماس	۸	ترتیب نزولی سے سورتوں		قرآن عہد اختتامی میں	۹۳
الباب الاول فی التاریخ	۱۰	کی بے ربطی	۵۰	قرآن قرون ثلاثہ کے بعد	؍؍
شب تار	؍؍	موجودہ ترتیب میں ربط	؍؍	قرآن اور ہندوستان	۹۶
طلوع سحر	۱۲	آیات کی بے ربطی ترتیب		ہندوستان کا دور حاضر	۹۷
منزل علیہ	۱۳	نزولی سے	۵۱	البیان المستند فی اسانید	۹۹
قرآن قرن اول میں	۱۵	ترتیب رسولی	؍؍	عبدالصمد	
قرآن عہد رسالت میں	؍؍	ترتیب آیات	؍؍	قرآن اور دکن	۱۰۰
نزول قرآن	؍؍	ترتیب سور	۵۳	قرآن اور سلطان العلوم	
پہلی وحی	۱۷	ربط	۶۳	الباب الثانی فی المصاحف	۱۰۳
آخری وحی	۲۳	قرآن عہد خلافت ثانی میں	۷۶	مصاحف قرن اول	؍؍
کتابت قرآن	؍؍	قرآن عہد خلافت سوم میں	۷۸	مصاحف عہد رسالت	؍؍
کتابت قرآن	؍؍	اختلاف مصاحف	۸۲	مصاحف عہد خلافت اولیٰ	؍؍
کاتبین وحی	۲۹	مصحف ابن مسعود	؍؍	مصاحف عہد خلافت دوم	۱۰۶
قرآن کا خط	؍؍	مصحف زید وابی وعلی	۸۴	مصاحف عہد خلافت سوم	؍؍
رسم خط قرآن	۳۰	جامع قرآن	؍؍	مصاحف عہد خلافت چہارم	۱۰۸
تعلیم قرآن	؍؍	قرآن عہد خلافت چہارم میں	۸۵	مصاحف قرن اول عہد	
حفظ قرآن	۳۵	قرآن اور خاندان رسالت	۸۶	خلافت	
تلاوت قرآن	۳۸	قراء صحابہ رض	۸۸	راشدہ کے بعد	۱۰۹
قرآن بوقت وصال رسول	؍؍	قرآن خلافت راشدہ کے		مصاحف قرن دوم	؍؍
قرآن عہد خلافت اولیٰ میں	۳۹	بعد قرن اول میں	۸۹	مصاحف قرن سوم	۱۱۰
جمع قرآن	۴۴	قرآن قرن ثانی میں	۹۱	مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد	؍؍
ترتیب قرآن	۴۸	قرآن قرن ثالث میں	۹۲	الباب الثالث فی الشتات	۱۱۱

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اصطلاحات	۱۱۱	معوذتین کا بیان	۱۷۰	حضرت عمر فاروق رضؓ	۲۰۸
مکی و مدنی	۱۱۲	قنوت کا ذکر	۱۷۱	حضرت عثمان غنی رضؓ	〃
سبعہ احرف	〃	احکامِ قرآن	〃	حضرت علی مرتضیٰ	۲۰۹
اسمائے سُور	۱۱۶	تحریفِ قرآن	۱۷۶	حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ	〃
اسمائے اجزاء	۱۱۷	مکہ میں نزول قرآن		حضرت خالد بن سعید رضؓ	۲۱۰
شمار	۱۱۸	کی حکمت	۱۷۹	حضرت معاذ بن جبل رضؓ	〃
تجزیۂ قرآن	۱۲۱	نسخ	۱۸۰	حضرت شرجیل بن حسنہ رضؓ	〃
اعراب و نقاط	۱۲۴	تکرارِ مطالب و قصص	۱۸۳	حضرت ابوالدرداء رضؓ	۲۱۱
رموز و اوقاف	۱۲۶	نزولِ تدریجی	۱۸۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ	〃
قرأت و تجوید	۱۲۷	عہدِ جاہلیت	۱۸۶	حضرت اُبی بن کعب رضؓ	۲۱۲
حفاظتِ قرآن	۱۲۹	اُمّی	۱۸۷	حضرت لبید رضؓ	〃
علوم القرآن	۱۳۳	عہدِ رسالت میں کتابت	۱۸۸	حضرت زید بن ثابت رضؓ	〃
علوم التفسیر	۱۳۶	سامانِ کتابت	۱۹۰	حضرت عقبہ بن عامر رضؓ	۲۱۳
تفاسیرِ قرآن	〃	قسمہائے قرآن مجید	〃	حضرت امام حسین رضؓ	〃
تراجمِ قرآن	۱۳۸	کتاب اللہ اور کلام اللہ	۱۹۱	حضرت عبداللہ بن عباس	۲۱۴
قرآن اور الفاظِ دخیلہ	۱۴۸	وحی کے طریقے	۱۹۲	حضرت حفصہ رضؓ	〃
تواتر	۱۵۰	اشاعتِ قرآن	〃	حضرت عائشہ رضؓ	〃
خصوصیاتِ قرآن	۱۵۳	اعتراضات کی حقیقت	۱۹۳	حضرت ام سلمہ رضؓ	۲۱۵
معجزہ	۱۵۶	حدیث	۱۹۵	تابعین و تبع تابعین	〃
معلومات	۱۵۹	تحریراتِ عہدِ رسالت	۱۹۸	ابوالاسود	〃
فہرست تعداد آیات	۱۶۱	شہادتیں الباب الرابع فی الرجال	۲۰۲ ۲۰۶	خلیفہ عبدالملک بن مروان	۲۱۶
حروفِ مقطعات	۱۶۶	قرونِ ثلاثہ	〃	نصر بن عاصم	〃
بعض مسائل	۱۶۷	رجال قرن اول	۲۰۷	سعید بن جبیر	۲۱۷
اعمالِ قرآنی	۱۶۹	حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	〃	خلیفہ ولید بن عبدالملک	〃

Marfat.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
عکرمہ	۲۱۷	رجال قرن ثانی	۲۲۱	رجال قرون ثلاثہ کے بعد	۲۲۴
		ضحاک کسائی ″	″		
امام حسن بصری	۲۱۸	رجال قرن ثالث	۲۲۲	اسحاق ابن مقلہ ابن بواب	″
		بخاری	۲۲۳		
امام باقر	″	رجال عہد اختلافی	″	مصادر	۲۳۰
		ابن ماجہ ابن جریر	″	تصانیف عبادم	۲۳۱

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

التماس

دنیا میں یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ از اول تا آخر اس کے تمام علوم و حاملانِ علوم کی مسلسل تاریخ محفوظ ہے۔ چونکہ اردو ہند و پاک کی مقبول عام زبان ہے اور علمائے کرام کی ہمتیں اس میں اشاعتِ علوم دین کے متعلق مصروف ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں خاکسار نے علم حدیث و علم تفسیر کی تاریخیں مرتب کیں جو بفضل خدا اس قدر مقبول ہوئیں کہ ممالک غیر میں بھی پسند کی گئیں۔

اردو میں تاریخ قرآن کے متعلق بہت تھوڑا ذخیرہ ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک مکمل تاریخ مرتب کی جائے۔ اسی خیال سے میں نے اپنے حسب استعداد اس خدمت کو انجام دیا ہے ؎

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیادِ تو میزنم چہ عبارت و چہ معانیم

سامانِ طباعت کی گرانی کی وجہ سے میں اختصارِ بے جا پر مجبور ہوا ہوں ؎

بے زری کرد منِ آنچہ بقاروں زر کرد

تاریخ قرآن کے متعلق اردو میں جس قدر تصانیف میری نظر سے گذری ہیں اُن کی فہرست درج کرتا ہوں۔

(۱) تاریخ القرآن مصنفہ مفتی عبداللطیف صاحب سابق صدر پروفیسر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن و صدر پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ (۲) تاریخ القرآن مصنفہ سید نذیرالحق صاحب (۳) احسن البیان فی تاریخ القرآن مصنفہ مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب کاندہلوی۔

(۴) جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی لاہوری ایم، اے۔

Marfat.com

(۵) جمع قرآن و حدیث مرتبہ انجمن اہلِ حدیث امرتسر
(۶) تاریخ القرآن مصنفہ پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری -
(۷) تاریخ المصاحف مصنفہ حکیم عبدالشکور صاحب -
(۸) تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی -

لیکن یہ تمام کتابیں رسالہ کہلانے کی مستحق ہیں اور تمام مضامین پر حاوی نہیں ہیں - دیگر جن السنہ کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے جابجا اُن کے حوالے درج ہیں تقریباً دو سال تک کتب خانہ خدیویہ مصر و کتب خانہ جامعہ ازہر میں بھی میں نے اس سلسلہ میں کتب بینی کی ہے -

بعض جگہ میں نے اپنی مصنفہ کتب تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر کا حوالہ دیا ہے - وہاں صرف اس قدر مقصد ہے کہ یہ امر یا یہ حوالہ کتب محولہ میں تفصیل سے ہے -

یہ کتاب چار ابواب پر منقسم ہے - الباب الاول فی التاریخ - الباب الثانی فی المصاحف، الباب الثالث فی الشتات الباب الرابع فی الرجال -

ہمارے ادارۂ علمیہ سے بہت سی ضخیم و مقبول عام و خاص تصانیف شائع ہو چکی ہیں جن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے - زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے سے

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر می شوم تاریخ قرآن در بغل

خداوندِ ذوالجلال بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور مجھ کو علمِ دین کی صحیح خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے - اور میرے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے -

حقیر فقیر
عبدالصمد صارم
اورینٹل کالج لاہور

Marfat.com

الباب الاول فی التاریخ

شب تار

"تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں اُفق عالم پر کفر و شرک، جہل و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں سطح ارض پر گھپ اندھیرا تھا۔ ربع مسکون کو تاریکی اور ظلمت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ظلم و طغیان، کفر و عصیان کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ زمین پر بسنے والے خاکی پتلے، آسمان والے خدائے واحد کو بھول گئے تھے۔ اور ایسے ڈھیٹ اور نڈر ہو گئے تھے کہ من مانی چال چلتے تھے، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا مصلحین کی اصلاحات پر قلم پھیر دیا تھا، خدا پرستی، نفس کشی، علم و فن، امن و امان شرم و حیا، رحم و کرم، عدل و انصاف، تہذیب و اخلاق، الفت و دیانت کا کہیں پتہ نشان نہ تھا۔ جہالت و خیانت، جور و ظلم، بے شرمی اور بے حیائی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ مردم خوری، مردہ خوری، انسانی قربانی، دختر کشی، لواطت، زنا، کفر و شرک، ستی اور خودکشی، قمار بازی، شراب خوری، قتل و غارت یہ تمام ذمائم انسان کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔

غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے، حیوانات کو اذیت دے کر مارتے تھے۔ ننگے پھرنا۔ برہنہ عبادت کرنا۔ عمر بھر پانی کا استعمال نہ کرنا مقدسین کا خاص طریقہ تھا۔ ایک ایک مرد سو بیویاں رکھتا تھا۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے، عورت کا باپ یا شوہر کے ترکے میں کوئی حق نہ تھا، نابالغ، اپاہج اولاد، باپ کے ترکہ میں حصّہ نہ پاتی تھی۔ بتوں کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ دختر کشی اور انسانی قربانی کا رواج تھا۔ بعض ممالک میں زر، زن زمین وقف عام تھے۔ بعض مذہبی فرقے مردوں کا گوشت، انسان کا بول و براز کھاتے تھے، بت، درخت، پتھر، حیوانات، دریا، چاند سورج، ستارے اور عورت و مرد کی پیشاب گاہیں مسجود تھیں اسیرانِ جنگ زندہ جلائے جاتے تھے، لہو و لعب پر خونریزیاں ہوتی تھیں، قمار بازی مقدس شغل اور مقدسین کا شعار تھا۔ شراب بھنگ وغیرہ گویا لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھیں مصلحین اور مشاہیرِ عالم کے متعلق ناگفتہ بہ واقعات مشہور تھے، جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا راج و رواج تھا۔ خدا اور توحید کے نام سے کوئی آشنا نہ تھا، نئے نئے گناہ ایجاد ہو گئے تھے۔ یہں زیادہ تفصیل

Marfat.com

کرنی نہیں چاہتا۔ تاریخ عالم ان واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں چند محققین کی رائیں نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۱) چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جدال و قتال بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے، وڈن نام ایک بت کی پرستش ہوتی تھی، جو نائب خدا سمجھا جاتا تھا، فارس میں زر۔ زن۔ زمین کے جھگڑے برپا تھے۔ آگ پوجی جا رہی تھی۔ ہندوستان میں پتھر، سورج، گائے وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عقیدہ تھا کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت کے جھگڑے تھے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ)

(۲) سنہ ۶۱۰ء اپنی آخری سانسوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر خون رو رہی تھی۔ یہودیت بدنما اور گمراہ ہو چکی تھی۔ زبور اور توریت کی تعلیم فنا ہو چکی تھی۔ عیسائیت نے دنیائے نفسانیت کی مریدی اختیار کر رکھی تھی اور ایک مجہول صورت میں باقی تھی (ڈی۔ ایم۔ کے۔ اڈینرا)

(۳) حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں، ہر سمت بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ (جان ڈیون پورٹ)

(۴) انگلستان میں برٹن اور سیکس قومیں آباد تھیں، ٹولینڈ، کون ٹینز، سونوک وغیرہ میں وڈن بت کی پرستش تھی۔ ہنگری چھٹی صدی میں وحشی و ناشائستہ قوم کے قبضہ میں تھا۔ فرانس نے سیکس قوم سے دریائے البب کے کنارے جدال و قتال کا ہنگامہ مچا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار سیکس قیدی وحشیانہ طور پر قتل کئے گئے۔ اس کے علاوہ اور ناگفتہ بہ بیہودگیاں فرانس برن ہینڈ وغیرہ میں رائج تھیں (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۲۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۶ء)

(۵) حضرت محمد منجملہ ان بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کے مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت اور روشنی کو پھیلایا (شردھے پرکاش دیوجی)

(۶) حضرت محمد نے جس وقت خدائے تعالیٰ کی یہ آواز بلند کی اس وقت ہندوستان، ایران عرب و عجم میں ہر جگہ بت پرستی کا دور دورہ تھا بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدائے تعالیٰ واقعی ہے (مضمون رائے بہادر پنڈت مٹھن لال بی۔ اے، ایل، ایل، بی ایڈوکیٹ و صدر آریہ سماج اجمیر از

Marfat.com

رسالہ پیشوا دہلی ۱۳۵۶ھ)

(۷) مسز اینی بسنٹ :۔ آپ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جسے مشکلات کے مرقع سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اسباب گرد و پیش کو سراپا صعوبت کہہ سکتے ہیں (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

(۸) گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو ان کے دور کرنے کے لئے سدھارکون کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا (مہاتما نارائن سوامی پردھان انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی۔ بحوالہ مذکور)

(۹) ڈاکٹر شار مستشرق لکھتے ہیں :۔ قرونِ وسطیٰ میں جب کہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ عربستان کے ایک شہر سے نیرِّ تاباں کا ظہور ہوا جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہدایت کے دریا بہا دیئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم و فلسفے نصیب ہوئے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۵ہجری)

(۱۰) بعض فقرات سوامی لکشمن رائے روڑی ضلع حصار کے مضمون سے جو اخبار زمیندار لاہور میں چھپا اور جس کو اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء نے نقل کیا نقل کئے جاتے ہیں

"چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفوق کی حکومت تھی، حالت ایسی دردناک تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے۔ ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ ایک ہادی مبعوث ہو جو انبیائے سابقین کی تعلیمات کو زندہ کرے۔ مقدسین کے دامنوں سے بدنما دھبے چھڑائے۔ دنیا کو ظاہری و باطنی ترقی کی راہ جتائے، کفر و شرک، عصیاں و طغیان کو مٹائے توحید، تہذیب، سعادت و صداقت کا علم بلند کرے۔

طلوعِ سحر

اشرف المخلوقات کی یہ ابتر حالت دیکھ کر غیرت حق کو حرکت ہوئی، دریائے رحمت جوش زن ہوا، خداوند ذوالجلال نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس نے مس خاک کو کندن بنا دیا جو قیامت تک کے لئے عالم کی تمام ظاہری و باطنی ضروریات کا کفیل ہے، اس کی ضیا باریوں سے عالم بقعۂ نور ہو گیا۔ خدائے واحد کے ذکر سے زمین و آسمان، دشت و جبل، بحر و بر گونج اٹھے۔ علم و

Marfat.com

تہذیب، انصاف و دیانت کا سمندر موجزن ہوگیا۔

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلو علیھم اٰیتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ (خدائے تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ اُن میں ایک رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا اور ان کو علم اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے)

اور حضور پر اپنا کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید نازل فرمایا۔ چونکہ آپ اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آخری مصلح تھے اس لئے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں دنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب کی کتابوں میں ہیں جن کو راقم سطور نے اپنے عربی رسالہ البشایر مطبوعہ مصر میں جمع کیا ہے۔

مُنَزّل علیہ

کتاب کی توقیر و عظمت قائم کرنے میں صاحب کتاب کی ہستی اور اس کے محاسن کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن جس مقدس ذات پر نازل ہوا ہے اُس کے کچھ حالات تحریر کر دیئے جائیں۔

آپ کے حالات زندگی یوم ولادت سے وفات تک ہزاروں جلدوں میں محفوظ ہیں اور موافق و مخالف ہر قسم کے مصنفین نے آپ کے متعلق ضخیم جلدیں مرتب کی ہیں۔ ہر ملک، ہر قوم ہر زمانہ اور ہر زبان میں آپ کے متعلق کافی تصانیف ہو چکی ہیں اور برابر ہو رہی ہیں۔

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ "محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے" ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات محصور نہیں ہو سکے تو اس مختصر کی کیا ہستی ہے۔ اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو بھی لکھا جائے تو ایک رسالہ تیار ہو جائے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

چونکہ اس موقعہ پر آپ کے متعلق کچھ لکھنا ضرور ہے اس لئے نہایت مختصر اور سادہ طور پر لکھا جاتا ہے۔

آپ مکہ میں صبح کے وقت دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل

Marfat.com

کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن دن بعد ۴۰ سنہ جلوس نوشیرواں مطابق ۵۷۱ء پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ حسب و نسب حضرت آدم تک کتابوں میں محفوظ ہے۔
آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد انتقال فرما گئے تھے۔ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ جب آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب وفات پا گئے جب عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آپ ساتھ ساتھ تھے۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ دادا نے مرتے وقت آپ کا ہاتھ آپ کے چچا ابوطالب کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ ابوطالب غریب، مفلس، کثیرالعیال آدمی تھے۔

اول تو اس زمانہ میں، اس سرزمین میں کوئی تعلیم گاہ، کوئی دارالتربیت تھا ہی نہیں، اور اگر اس قسم کا کوئی ادارہ ہوتا بھی تو اس کا اہتمام کرنے والے پہلے ہی رخصت ہو گئے تھے، نادار کنبہ دار ابوطالب کیا کرتے، آپ نے چچا کی غربت پر نظر کر کے مفت روٹیاں کھانی گوارا نہ کیں اور ان کی بکریاں چرانے لگے، اس لئے آپ تعلیم ظاہری سے محروم رہے، آپ کے اُمّی ہونے کو علاوہ مؤرخین و علمائے اسلام کے محققین یورپ ڈیون پورٹ، باسورا سمتھ، کارلائل، گبن وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بچپن میں بھی کبھی بیہودہ اشغال اور لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوئے، نہ کبھی کسی سے لڑے، نہ کبھی کلماتِ ناشائستہ آپ کی زبان پر آئے، نہ کبھی کوئی امر خلاف اخلاق حسنہ آپ سے ظہور پذیر ہوا۔ نہ آپ نے کبھی کسی بُت وغیرہ کی پرستش کی۔
جب آپ جوان ہو گئے تو اپنے حسن اخلاق اور دیانت کی وجہ سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگوں نے آپ کو امین خطاب دیا۔ چالیس برس کی عمر کے بعد آپ مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ حق شروع کی، قوم نے گالی گلوچ اور اینٹ پتھر سے آپ کا استقبال کیا، اور وہ وہ مصائب و آلام پہنچائے کہ جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ نے تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، بدلہ لینا تو ایک طرف کسی کو زبان سے بھی کچھ نہیں کہا۔

می ریختند در رہ تو خار باہمہ
چون گل شگفتہ بود رخ جانفزائے تو

آخر آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے، مدینہ میں قیام کیا۔ سفاک اہل وطن نے حملے شروع کر

Marfat.com

دیئے، خون کی ندیاں بہائیں۔ جب مغلوب ہو کر حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ آپ ۲۳ برس تک اصلاحِ خلق میں مشغول رہے۔ وہ جزیرۂ عرب جو مرکز جہالت و معاصی تھا، مخزنِ علم و حسنات ہو گیا۔ آپ کی حیات میں اسلام قریب قریب تمام ممالک و اقوام میں پہنچ چکا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاقِ حسنہ اور موافقِ عقل و فطرت اور مفیدِ خلائق تعلیم کا دنیا میں سکہ جما دیا۔ اور وہ اصلاحات نافذ کیں کہ چشمِ عالم نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری مطابق ۲۳ نبوی مطابق جون ۶۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کی مفید تعلیم کا انصاف پسند، صاحبانِ عقلِ سلیم، علمائے مذاہب غیر نے بھی اعتراف کیا ہے غرض قرآن ایسی محترم ہستی پر نازل ہوا جس کے وجود باجود اور جس کی پاک زندگی میں کسی کو شک و شبہ نہیں۔ آپ کے سوانح حیات اور آپ کی تعلیمات کے متعلق فضلائے اقوام غیر نے کثرت سے اظہار رائے کیا ہے۔ اور کسی سے سوائے تعریف کرنے کے کچھ نہ بن پڑا۔

قرآن قرنِ اوّل میں

قرآن عہدِ رسالت میں

نزولِ قرآن

وحی متلو کے ذریعہ سے جو خدا کا کلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو پہنچا اس کو قرآن کہتے ہیں۔ خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید کو پچپن مختلف ناموں، ذکر، کتاب، صحف، فرآن، فرقان وغیرہ وغیرہ سے ملقب فرمایا ہے۔ ربّ العزۃ نے قرآن مجید کو ماہِ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوحِ محفوظ سے (لوحِ محفوظ کوئی تختی یا کتاب نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ تعین علمی کا ہے جس میں تمام معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں) سمائے دنیا پر مکمل اتارا (آسمانِ دنیا پر نازل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ لکھ کر بھیج دیا بلکہ علمِ غیب کا یہ اسفل مرتبہ ہے جو عالمِ شہود سے بہت قریب ہے) اسی نزول کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا) اور ارشاد ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (وہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا)

Marfat.com

ان آیات میں انزال کا ذکر ہے۔ تنزیل کا بیان نہیں۔ انزال و تنزیل میں فرق ہے۔ انزال ایک دم اتارنے کو کہتے ہیں اور تنزیل بتدریج اتارنے کو۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزل اللہ القرآن الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر فکان اللہ اذا اراد ان یوحی منہ شیئاً اوحاہ (یعنی خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمانِ دنیا پر اتارا۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا)[1] شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے شب قدر کو ستائیسویں شب رمضان میں قرار دیا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر صحائف کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن کا نزول ۲۴ کے بعد کسی طاق رات میں ہوا۔ فی الحدیث انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل کم انزل اللہ تعالیٰ من کتاب قال مائۃ واربع کتب منہا علی آدم علیہ السلام عشر صحف وعلی شیث علیہ السلام خمسین صحف وعلی ادریس علیہ السلام ثلاثین صحیفۃ وعلی ابراھیم علیہ السلام عشر صحف فی ست لیال مضین من رمضان والتوراۃ علی موسیٰ علیہ السلام فی ست لیال مضین من شھر رمضان والزبور علی داؤد علیہ السلام فی ثمان عشر لیلۃ مضت من شھر رمضان والانجیل علی عیسیٰ علیہ السلام فی ثلثۃ عشر لیلۃ مضت من شھر رمضان والقرآن علی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فی ست لیال بقین من شھر رمضان (یعنی خدا نے ایک سو چار کتابیں نبیوں پر نازل کیں۔ دس آدم پر، پچاس شیث پر، تیس ادریس پر، دس ابراہیم پر جب کہ رمضان کی چھ راتیں گذر گئی تھیں اور توریت موسیٰ پر رمضان کی چھ راتیں گذرنے کے بعد اور زبور داؤد پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گذرنے کے بعد۔ اور انجیل عیسیٰ پر رمضان کی تیرہ راتیں گذرنے پر، اور قرآن محمد پر جب چھ راتیں رمضان کی گذرنے میں رہیں)[2]۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے قال الحافظ فی شرح الصحیح قد اخرج احمد والبیہقی فی الشعب عن واثلۃ بن اسقع ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراۃ الخ۔ اور اسی مضمون کی ایک حدیث کنز العمال جلد اول میں ہے۔

یہ ایک عام بات ہے اور قدرتی بات ہے کہ جن امور کی طرف انسان کو بعد بلوغ خصوصیت سے رغبت ہوتی ہے بچپن ہی سے اس کو ان چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور اسی قسم کے آثار اس کی عادات و حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رسولِ کریم بچپن

---

[1] مستدرک حاکم جلد دوم۔ [2] عمدۃ البیان تفسیر سورۃ القدر

بچپن سے کبھی جاہلانہ مراسم و توہمات میں شریک نہیں ہوئے، کبھی بت وغیرہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس قسم کے اعمال و افعال سے آپ کو نفرت تھی۔ جوں جوں سنِ شریف میں ترقی ہوتی گئی۔ آپ کو خیال آتا گیا کہ یہ خلافِ عقل و انسانیت امور کبھی صحیح نہیں ہو سکتے، ضرور کوئی سیدھی راہ ہوگی جو عقل و فطرت کے مطابق اور انسانیت کی شرافت کو نمایاں کرنے والی ہوگی۔

ترقی سن کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ترقی کرتا جاتا اور مستحکم ہوتا جاتا تھا اور وہاں سارا عرب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی طبیعت اُمورِ خیر کی طرف راغب تھی۔ سچ بولنا۔ امانت کا ادا کرنا۔ وعدے کا پورا کرنا، غریبوں اور اہلِ حاجت کی مدد کرنا، سب کے ساتھ محبت و اخلاص سے پیش آنا۔ آپ کے شعار تھے۔

اہلِ وطن سفاک، شرابی، جواری وغیرہ تھے۔ اس لئے آپ سب سے علیحدہ ہو کر غارِ حرا میں (جو مکہ سے منیٰ کی طرف دو میل کوہ حرا میں ہے) ملبیٹھا کرتے تھے، کئی کئی دن کا کھانا لے جاتے جب وہ ختم ہو جاتا گھر آکر اور لے جاتے۔ اس خلوت سے آپ کو تسکین ہوتی تھی۔ اور آپ کو اکثر سچے خواب نظر آتے تھے۔

جب آپ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ (شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ ماہ سولہ دن) ہوئی تو آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں معتکف و مراقب تھے کہ حضرت جبریل سامنے آئے اور کہا پڑھ، آپ نے فرمایا میں پڑھا نہیں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین بار ہوا۔ آخر بار جبریل نے اس زور سے بھینچا کہ آپ بے حال ہو گئے اور جبریل نے آپ سے کہا استعاذہ کر پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا کر پڑھایا۔ اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے، سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اخرجه الواحدی عن عکرمة والحسن انهما قالا اول ما نزل بسم الله الرحمٰن الرحیم واول سورة اقرأ[1]۔ اخرجه ابن جریر وغیره عن ابن عباس انه قال اول ما نزل جبریل علیه السلام علی النبی صلے الله علیه وسلم قال یا محمد استعذ ثم قل بسم الله الرحمٰن الرحیم[2] یعنی جبریل نے کہا اے محمد استعاذہ کر اور بسم اللہ پڑھ۔

---

[1] الاتقان۔ [2] روح المعانی۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مجھ کو جبریل سے اسی طرح پہنچی ہے

غرض آیات اقرء پڑھا کر، وضو نماز سکھا کر اور کچھ راز و نیاز کی باتیں سنا کر جبریل غائب ہو گئے حضور کو کپکپی چڑھ گئی۔ ہانپتے کانپتے گھر آئے، بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اڑھا دو، انہوں نے کمبل اڑھا دیا۔ جب ذرا جی ٹھیرا تو آپ نے بی بی صاحبہ کو سب ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ خیر خیرات کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، لوگوں کے کام سنوارتے ہیں، گرے پڑوں کی مدد کرتے ہیں۔ خدا آپ کو رسوا اور ضائع نہ کرے گا۔ اس طرح بی بی صاحبہ نے آپ کو بہت تسلی دلاسا دیا اور آپ کو کتب سابقہ کے مشہور عالم اور عابد و زاہد اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سب داستان سنائی۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا یہ اس امت کے نبی ہیں، قوم ان کو ستائے گی، وطن سے نکالا دے گی۔ اگر میں جیتا رہا تو ان کا ساتھ دوں گا۔[۱] ورقہ کتب سابقہ کے عالم تھے، وہ حسب بشارات کتب سابقہ بعثت رسول کے منتظر تھے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس قسم کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ یہ بہت ضعیف اور نابینا تھے۔

مکہ میں اور بھی پیشگوئی وغیرہ کرنے والے تھے جو کسی عظیم الشان ہستی کے ظہور کی پیشین گوئی کرتے تھے، بی بی خدیجہ کے کان بھی ان باتوں سے آشنا تھے۔ اس قسم کی روایتیں خصائص کبریٰ وغیرہ کتابوں میں ہیں۔

چونکہ حضور نے بی بی صاحبہ سے واقعہ بیان کیا، نبوت کا ذکر آیا۔ اس لئے بی بی صاحبہ کو یہ خیال ہوا کہ اس امر کو ورقہ پر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ جس چیز کا اس کو انتظار تھا غالباً یہ وہی ہے۔ وہ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ حضور نے ان سے۔ کوئی اس قسم کی خواہش نہیں کی۔ حضور کا ان کے ساتھ جانا ان کے اطمینان قلب کے لئے تھا کہ اس کا ذریعہ اس وقت ورقہ سے بہتر اور نہ تھا۔

حضور کو کسی بات کی ضرورت نہ تھی جبریل سب کچھ بتا چکے تھے اور آپ کو یقین آچکا تھا۔ کپکپی کا طاری ہونا بھی ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ وہ شخص جو شاہی آداب و آئین سے واقف نہ ہو جس کو کبھی کسی سرہنگ سلطانی سے بھی دوچار ہونے کی نوبت نہ آئی ہو جس نے کبھی

---

[۱] مفید القاری۔ کتب بخاری

کسی معمولی شان و جلالت والے کو بھی نہ دیکھا ہو اس کو اک دم ایک مقرب خاص یا جلال و جبروت ہستی کا سامنا ہو جائے اور ایک عہدۂ جلیلہ کے عطا ہونے کا فرمان سنایا جائے تو اس پر ضرور اس قسم کی کیفیت طاری ہوگی۔ حضور کا یہ فرمانا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے اس لئے تھا کہ جبریل نے جو کچھ بتایا تھا، جو کچھ پڑھایا تھا وہ سب ملک و قوم کے مراسم و مذاہب کے خلاف تھا، اور حضور قوم کی افتادِ طبع سے واقف تھے کہ اکھڑ ہیں، کٹر ہیں، ہٹی ہیں۔ لڑاکا ہیں۔ یہ جب مجھے خدائے واحد کی پرستش کرتے دیکھیں گے اور مجھ کو اپنے عقائد و اخلاق کے خلاف پائیں گے تو جان کے گاہک ہو جائیں گے۔ اس وحی کے نزول سے سن نبوی شروع ہوتا ہے گویا یہ سن سلسلہ نبوی تھا۔ یہ وحی ۱۷ رمضان مطابق ۲۸ جولائی ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوئی۔ ابھی تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ اس پہلی وحی کے بعد ڈھائی برس تک کوئی وحی متلو نازل نہیں ہوئی۔

اس پہلی وحی کے متعلق صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب وحدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر قال الزہری فاخبرنی عروۃ عن عائشۃ انہا قالت اوّل ما بدیٔ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصادقۃ فی النوم فکان لا یری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح فکان یاتی حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد فی اللیالی ذوات العدد ویتزود لذالک ثم یرجع الی خدیجۃ بمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فیہ فقال اقرء فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما انا بقاریٔ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرء فقلت ما انا بقاریٔ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرء فقلت ما انا بقاریٔ فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ، حتّٰی بلغ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ فرجع بہا ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذھب عنہ الروع فقال یا خدیجۃ ما لی واخبرھا الخبر وقال قد خشیت علی نفسی فقالت لہ کلا ابشر فواللہ لا یخزیک اللہ ابدًا، انک لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق ثم انطلقت بہ خدیجۃ حتی اتت بہ ورقۃ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی وھو ابن عم خدیجۃ

Marfat.com

اخی ابیها وکان امرأ تنصر فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب العربی فیکتب بالعربیة من الانجیل ما شاء الله ان یکتب وکان شیخا کبیرا قد عمی فقالت له خدیجة ای ابن عم اسمع من ابن اخیك فقال ابن اخی ماذا تری فاخبره النبی صلی الله علیه وسلم ما رأی فقال ورقة هذا الناموس الذی انزل علی موسی یا لیتنی فیها جذعا اکون حیا حین یخرجك قومك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم او مخرجی هم فقال ورقة نعم لم یات رجل قط بما جئت به الا عودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی حتی حزن النبی صلی الله علیه وسلم فیما بلغنا حزنا غدا منه مرارا کی یتردی من رؤس شواهق الجبال فکلما اوفی بذروة جبل لکی یلقی منه نفسه تبدی له جبریل فقال یا محمد انك لرسول الله حقا فیسکن لذالك جاشه وتقر نفسه فیرجع فاذا طال علیه فترة الوحی غدا لمثل ذالك فاذا اوفی بذروة جبل تبدی له جبریل فقال له مثل ذالك الحدیث۔ یعنی ہم سے یحیی بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے اُن سے عقیل نے اُن سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عروہ نے بیان کیا۔ اُن سے عائشہ نے کہا کہ پہلے پہل آنحضرت پر جو وحی آئی وہ یہ تھی کہ آپ سچے خواب دیکھتے تھے، آپ غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے، کئی کئی رات تک آپ غار میں رہتے، توشہ ساتھ لے جاتے، مدت تک یہی حال رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی پہنچی، آپ غار میں تھے کہ جبریل نے آکر کہا پڑھ، آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر پڑھایا اپنے رب کے نام سے پڑھ یعنی سورۂ علق کی ابتدائی آیات پڑھائیں، مالم یعلم تک، آنحضرت یہ آیتیں سنکر اپنے گھر کو لوٹے، آپ کو لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ خدیجہ نے کپڑا اوڑھا دیا، جب حالت درست ہوئی تو خدیجہ سے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا، آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے قرضے ادا کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ کے پاس لے گئیں ورقہ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ کے پاس آیا تھا۔ کاش میں تمہاری پیغمبری کے

Marfat.com

زمانہ میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک جیتا رہتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی آنحضرت نے فرمایا کہ میری قوم مجھ کو کیوں نکالے گی۔ ورقہ نے کہا جو کوئی پیغمبر آیا ہے لوگ اُس کے دشمن ہو گئے ہیں اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ مر گئے۔ کچھ دنوں تک وحی کا آنا بند رہا۔ آنحضرت کو وحی بند ہونے کا سخت رنج ہوا۔ آپ بعض دفعہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور جی میں آتا کہ نیچے گر کر جان دے دوں کہ جبریل آکر سمجھاتے اور کہتے محمد! تم خدا کے سچے رسول ہو، آپ کو تسکین ہو جاتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس میں ایک فقرہ یہ ہے فلما سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف بہ۔ جب اُس نے اس کا کلام سُنا تو اس کو حق کا یقین ہو گیا اور اُس نے اعتراف کیا)

سیاق و سباق کلام سے ظاہر ہے کہ ایقن کی ضمیر ورقہ کی طرف راجع ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ورقہ نے رسول کا کلام سُنا تو ورقہ کو حق کا یقین ہو گیا اور ورقہ نے حق کا اعتراف کیا۔ کیفیت واقعہ سے بھی اس ترجمہ کی تائید ہوتی ہے ورقہ نے رسول کریم سے حالات سُنکر نبوت کی تصدیق کی۔ اسی تصدیق کی وجہ سے بعض اکابر علماء نے ورقہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

وحی رُک جانے سے حضور کا اضطراب بے جا نہ تھا، آپ مدت سے ایک صحیح راہ کی جستجو میں تھے جس کی طرف برسوں کے بعد ایک دن رہنمائی ہوئی اور پھر خاموشی۔

نیا نیا معاملہ تھا۔ جبریل نے سب کچھ ایک ہی دن نہیں بتا دیا تھا۔ مشکل سے شاہد مقصود نے ذرا منہ دکھایا تھا اور پھر کچھ خبر نہ رہی اس لئے یہ اشتیاق بھی دامنگیر ہو گا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے، یہ خیال بھی ہوتا ہو گا۔ کیا میرے اندر کوئی کمی پائی گئی جو مجھ سے توجہ ہٹا لی گئی یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی، غرض قسم قسم کے خدشے سوہانِ روح ہوتے ہوں گے۔ اس کیفیت و حالت کو یا تو وہ سالک راہ بتا سکتا ہے، جس کو قبض و بسط کی کیفیات طاری ہوتی ہوں۔

یا اُس عاشق مہجور سے پوچھئے جس کا برسوں کی دَوڑ دھوپ کے بعد کہیں ایک بار پیام سلام ہو کر بند ہو گیا ہو وہ کیا کچھ نہ کر گذرے گا، کون سا خیال ہے جو اُس کے دل میں نہ آتے ہوگا۔

Marfat.com

جب حضور پہاڑ پر جاتے، جبریل آتے اور کہتے اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ یہ سن کر آپ کو سکون ہوتا تمام خیالات و اضطراب کا یہ جامع جواب تھا (تم خدا کے رسول ہو) یعنی گھبراؤ مت، رسول معزول نہیں ہوتے۔ اُن سے سلام و پیام منقطع نہیں ہُوا کرتا اُن کی کامل طور پر رہنمائی کی جاتی ہے،

حدیث میں فیما بلغنا ہے اس لئے اس کو بلاغات میں سے نہیں سمجھنا چاہئیے۔ فیما بلغنا کے معنی یہ ہیں کہ اسناد مذکورہ سے اس واقعہ میں یہ بھی ہم کو پہنچا ہے۔

یہاں بلغنا کے معنی اصطلاحی معنی نہیں ہیں بلکہ صاف لغوی معنی ہیں۔ اصطلاحی معنی جب لئے جاتے ہیں جب لغوی معنی صحیح نہ ہو سکتے ہوں۔ جب یہ فقرہ بھی اسی سند سے پہنچا ہے تو مقطوع نہیں موصول ہے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ کی مرسل ہے۔ اس لئے بلاغات کی بحث نہیں۔ کل روایت حضرت عائشہ کی مرسل ہے ورنہ استثنا مذکور ہونا چاہئیے تھا۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ ابنِ مردویہ کی روایت میں فیما بلغنا نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری اور قسطلانی میں تصریح ہے۔

ڈھائی برس بعد ربیع الاول سلہ نبوی میں دوسری وحی نازل ہوئی۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ (اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر)

اس وحی سے آپ کو تبلیغ کا حکم ہُوا۔ آپ نے سب سے پہلے بی بی خدیجہ پر اسلام پیش کیا وہ بہت کچھ دیکھ چکیں اور سن چکیں تھیں۔ فوراً مشرف باسلام ہو گئیں۔

قال النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلّت خدیجۃ اٰخر یوم الاثنین وصلّٰی علیٌّ یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثۃ ثم ابوبکر۔ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن شام کو نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکرؓ نے

علیؓ، زیدؓ، ابوبکرؓ ایک ہی دن ایمان لائے پھر اور اصحاب، پنجشنبہ کو خالد بن سعید، رسول کریمؐ اس حکم کے بعد خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ خفیہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر نہ فرماتے تھے جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی۔

خفیہ تبلیغ سے یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً لوگوں پر اسلام پیش کیا جاتا تھا۔ خفیہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کی کسی کو خبر ہی نہ تھی یا آپ کے دعویٰ نبوت سے لوگ آگاہ ہی نہ تھے۔

لہ تاریخ ابن خمیس صفحہ ۲۸۶ -

Marfat.com

اگر ایسا اخفا ہوتا تو مختلف خاندانوں اور مختلف حیثیتوں کے لوگ کس طرح مشرف بہ اسلام ہوتے کفار کیوں ایذا دیتے، کیوں ایذا دیتے، کیونکہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ حکم تبلیغ سے تین سال بعد نازل ہوئی ہے یعنی ربیع الاول ۴ھ نبوی میں اور اس وقت تک چالیس سے زیادہ مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ ابو بکر مکہ کے چیف جسٹس تھے۔ عثمان دولتمند اور تاجر تھے۔ بلال غلام تھے۔ اسی طرح ہر حیثیت اور مختلف خاندانوں کے لوگ تھے اور اس دوران میں کفار مکہ نے بھی خوب ایذاء رسانی کی۔ حبشہ کی دونوں ہجرتیں ہو چکی تھیں یہ صورت اس اخفا سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اخفاء کا یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً نصیحت کی جاتی تھی۔ مجمعوں، بازاروں، حرم وغیرہ میں تبلیغ نہیں کی جاتی تھی۔ اس آیت کے نازل ہونے سے تبلیغ عام شروع ہو گئی۔

نزولِ آیاتِ مدثر کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مختلف سورتوں کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ دس برس تک مکہ میں اور تیرہ برس تک مدینہ میں جاری رہا۔ آخری وحی آپ کی وفات سے نو دن پہلے یعنی ۳۔ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم شنبہ کو ہوئی۔ حسب روایت صحیح بخاری آخری آیات یَسْتَفْتُونَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ الخ نازل ہوئیں۔ عن البراء قال آخر سورۃ انزلت کاملۃ براءۃ و آخر سورۃ انزلت خاتمۃ سورۃ النساء یَسْتَفْتُوْنَکَ الخ۔ (براء سے روایت ہے کہ مکمل سورت آخر میں براءۃ نازل ہوئی۔ اور سورہ نساء کی آخری آیات یَسْتَفْتُوْنَکَ الخ[۱]

کتابت قرآن

سب سے پہلے رسول کریم پر جو وحی نازل ہوئی (یعنی سورۂ علق کی ابتدائی آیات) اس میں کتابت کی طرف ترغیب اور کتابت کی طرف اشارہ ہے (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ قلم سے علم سکھایا) علق کے بعد سورۂ قلم کا نزول ہوا یہ بھی کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ فَاکْتُبُوْہُ (اے مسلمانو! قرض اور اس کے وعدہ کو لکھ لیا کرو۔)

جب قرآن مجید میں سب سے پہلے کتابت کی طرف اشارہ ہے اور لین دین کی تحریر کی تاکید ہے تو قرآن جو علم اور دین کی اصل ہے وہ کیوں نہ لکھا جاتا ہو گا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے لَا تَکْتُبُوْا عَنِّیْ شَیْئًا غَیْرَ الْقُرْاٰنِ یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ اس حدیث سے ثابت

---

[۱] بخاری۔

Marfat.com

ہے کہ قرآن لکھا جاتا تھا۔ اور ارشاد ہے :۔
عن عبد اللہ بن عمرو قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم قلت ما تقییدہ قال کتابتہ یعنی رسول کریم نے فرمایا علم (حدیث) کو قید میں لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ قید سے کیا مطلب ہے فرمایا لکھنا[1]۔ جب حدیث کے لکھنے کی تاکید ہے تو قرآن کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔

قرآن کی کتابت پر قرآن کی اندرونی شہادتیں بھی ہیں۔ قَالُوْا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (کافر کہتے ہیں یہ پرانے قصے ہیں جن کو نبی لکھاتا ہے اور لوگ لکھتے ہیں)۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (یہ ایسی کتاب ہے جس میں شک نہیں) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (اللہ کا رسول پاک صحیفے سناتا ہے)، کتاب اور صحیفہ جب ہی کہا جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (نہ چھوئیں اس کو مگر صاف لوگ) چھوا جب ہی جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔

حضور نے قرآن دیکھ کر پڑھنے کا بڑا ثواب بتایا ہے، تلاوتِ ناظرہ جب ہی ممکن ہے کہ کتاب لکھی ہوئی ہو۔

قراءۃ نظراً تضاعف علی قراءۃ ظاھراً کفضل المکتوبۃ علی النافلۃ (یاد سے تلاوت پر دیکھ کر تلاوت کرنے کو ایسی فضیلت ہے جیسے فرض نماز کو نفل پر[2]۔

عن سرہ ان یحب اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف۔ (رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جسے خدا اور رسول کی محبت پسند ہو وہ قرآن دیکھ کر پڑھے[3]۔

مشکوٰۃ میں ہے کہ رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص ترکے میں قرآن چھوڑے اس کو ہمیشہ ثواب ملتا رہے گا (باب العلم)۔ ان حدیثوں سے قرآن کے لکھنے کا حکم اور قرآن کا لکھا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ دیکھ کر تلاوت جب ہی ہو سکے گی جب لکھا ہوا ہوگا۔ ترکے میں لکھا ہوا ہی چھوڑا جا سکتا ہے۔

اصحابِ رسول جو حضور کے ہر قول و فعل پر فوراً عمل کرتے تھے اور اُمورِ خیر پر بڑے حریص تھے انہوں نے یہ ارشاد سُنکر کیوں نہ قرآن کو لکھا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نے قرآن کے لکھنے کا اول ہی سے انتظام فرمالیا تھا۔ ام خالد بن خالد بن سعید بن ابی العاص کہتی ہیں کہ اوّل بسم اللہ میرے باپ نے لکھی (یعنی

---

[1] مستدرک حاکم جلد اول [2] کنز العمال [3] کنز العمال جلد اول۔

Marfat.com

(یعنی خالد بن سعید نے جو پانچویں مسلمان تھے[1]

عن زید بن ثابت قال کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان اذا نزل علیہ الوحی اخذتہ برحاء شدیدۃ وعرق عرقا مثل الجمان ثم سری عنہ فکنت ادخل علیہ بقطعۃ الکتف اوکسرۃ فاکتب وھو علی علیّ فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من ثقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابداً فاذا فرغت قال اقرأ فاقرأہ فان کان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ الی الناس زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب رسول کریم پر وحی نازل ہوتی تو مجھ کو بلاتے، میں تختی وغیرہ لے کر آتا۔ آپ پر لکھاتے پھر سنتے، اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحیح کرا دیتے پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا۔[2]

عن البراء قال ما انزلت لا یستوی القاعدون من المؤمنین قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ادعوا فلاناً فجاء ومعہ الدواۃ واللوح او الکتف فقال اکتب براء کہتے ہیں کہ جب آیت لا یستوی القاعدون نازل ہوئی تو رسول کریم نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ وہ کاتب تختی و دوات قلم وغیرہ لے کر آیا آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو۔[3]

ان حدیثوں سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی فوراً لکھائی جاتی (۲) کئی کاتب تھے (۳) تحریریں اور سامان کتابت وغیرہ کاتبوں ہی کے پاس رہتا تھا (۴) نوشتے، پتھر کی تختی، شانے کی ہڈی وغیرہ پر لکھے جاتے تھے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال بینما نحن حول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکتب۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم کے گرد حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے[4]

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ نازل ہوئی تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی ۲۸۰ آیتوں کے بعد لکھاؤ (تفسیر خازن جلد اول)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے لکھانے کا حکم خداوند ذو الجلال کی طرف سے تھا۔ یہ ایک مستند تاریخی روایت ہے کہ حضرت عمر نے جب یہ سنا کہ ان کے بہن بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو غصہ سے لال پیلے ہو گئے اور گھر سے کا نپتے شمشیر بکف دونوں کو قتل کرنے چلے تو اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز سنی۔ اندر پہنچ کر ان سے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ

---

[1] استیعاب جلد اول صفحہ ۱۵۵۔ [2] مجمع الزوائد [3] بخاری [4] دارمی

Marfat.com

رہے تھے، انہوں نے اول تو اس کو چھپایا، پھر بتا دیا اور لکھا ہوا دکھایا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ، لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پھر لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی اِلَّا تَذْکِرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی، تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰی اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔ یہ آیتیں جدا جدا سورتوں کی ہیں[1]۔

جو قرآن حضور کاتبوں سے لکھاتے تھے اس کے علاوہ صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے یہ آیات لکھی تھیں۔

مشہور شاعر عرب لبید جب مسلمان ہو گئے تو قرآن لکھنے کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے[2]۔

ناجیۃ الطفاوی صحابی کا یہی کام تھا کہ قرآن لکھا کرتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے[3]۔

امہات المومنین ام سلمہ، حفصہ، عائشہ نے قرآن لکھائے اور دیکھ کر تلاوت کرتی تھیں (کنز العمال) حضرت عائشہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو یونس سے قرآن لکھایا[4]۔

عمر بن رافع نے حضرت حفصہ کے لئے قرآن لکھا[5]۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم سے سوائے قرآن اور اس صحیفے کے کچھ نہیں لکھا[6]۔

استاذن رجل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو بین مکۃ والمدینۃ فقال انہ قد ذھب اللیلۃ جزء من القرآن قال لا اوثر علیہ شیئا۔ یعنی ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان، اور اس نے عرض کیا کہ رات میرا قرآن کا ایک جزو گم ہو گیا[7]۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن علم طور پر لکھے ہوئے لوگوں کے پاس اس کثرت سے تھے کہ سفر و حضر میں لوگ ساتھ رکھتے تھے، اس گمشدگی اور ایسی ہی گمشدگی سے یہ خیال کرنا کہ قرآن یا قرآن کا کوئی جزو تلف ہو گیا حماقت ہے کیونکہ قرآن سیکڑوں کے پاس لکھا ہوا تھا۔ ہزاروں کو حفظ یاد تھا۔ لاکھوں نے پڑھا تھا۔ کسی ایک کے پاس سے گم ہو جانے سے سب کے پاس سے گم ہونا لازم نہیں آتا ہاں اس کے پاس کا حصہ گم ہو گیا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن لٹکے ہوئے دیکھے، فرمایا یہ تم کو فریب

---

[1] تفسیر الجواہر للطنطاوی [2] جمہرۃ العرب ص۲۱، [3] استیعاب جلد اول ص۱۱ [4] ترمذی، [5] تفسیر الاصول کتاب التفسیر [6] بخاری [7] کتاب المصاحف،

Marfat.com

نہ دیں، خدا ایسے شخص کو عذاب نہ دے گا جسے قرآن یاد ہو[1] یعنی اس خیال سے حفظ کرنے سے غافل نہ ہو جاتا کہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

عن عبداللہ بن عمران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافو بالقرآن الی ارض العدو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دشمنوں کی سرزمین میں لے جانے سے منع فرمایا ہے[2]۔

عمرو بن حزم صحابی کو حضورؐ نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو اُن کو کچھ احکام لکھا دیئے تھے ان میں ایک حکم یہ بھی تھا فلا یمس القرآن انسان الا وھو طاھر (پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے[3]۔

عہدِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی قسم کے لکھنے والے تھے (۱) جو سورتوں کو یاد کرنے کے لئے مختلف سورتیں اپنی ضرورت اور شوق کے موافق لکھتے تھے (۲) ان میں ترتیب نہ ہوتی تھی، نہ ہو سکتی تھی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۂ فاتحہ نہ لکھی۔ سبب پوچھا تو کہا یہ تو سب کو یاد ہوتی ہے۔ اسی طرح معوذتین وغیرہ یہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی طور پر تعلیم کرتے تھے، تکمیل کے بعد شاگردوں کو حفظ کرائے ہوئے اور ناظرہ پڑھائے ہوئے سب کی سند دیتے تھے۔ امام قاضی ابوبکر و امام رازی و امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن مسعود نے پورے موجودہ قرآن کی اپنے تلامذہ کو سند دی ہے۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں:۔

قراءۃ عاصم عن زرعنہ وفیہا المعوذتان والفاتحہ یعنی عاصم کی سند میں جو ابن مسعود سے ہے اور نہایت صحیح ہے معوذتین اور فاتحہ ہیں۔

اب سے پچاس برس پہلے تک یہ دستور تھا کہ مدرسین طلبا کو چھوٹی سورتیں حفظ کرا دیتے تھے تاکہ نماز وغیرہ میں پڑھیں اور بڑی سورتیں ناظرہ پڑھاتے تھے۔ مطابع کے رواج سے پہلے اکثر مدرسین کا یہ دستور تھا۔ کہ بڑی سورتیں طلبا کو لکھا دیتے تھے، چھوٹی یاد کرا دیتے تھے۔ اخی معظم مولوی حکیم صلاح الدین سے اُن کے اُستاد حکیم ظہیر احمد صاحب عباسی پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے فرمایا کہ مجربات کی بیاض مرتب کرلیا کرو۔ بھائی صاحب نے تمام نسخے لکھنے شروع کر دیئے حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب کا ایک بہت ہی عام نسخہ مشہور ہے۔ جس کو پیٹ نقل کے نام سے لکھتے ہیں، اس نسخہ کو حکیم صاحب مرحوم کے خدام تک بھی جانتے ہیں، بھائی صاحب نے یہ بھی لکھ لیا۔ اُستاد نے ایک دن جو بیاض دیکھی تو یہ ورق پھاڑ دیا اور فرمایا یہ تو سب

---

[1] کنزالعمال، [2] بخاری کتاب الجہاد، [3] تاریخ طبری جلد سوم و ابن خلدون۔

کو معلوم ہے۔

اسی طرح وہ چھوٹی سورتیں جو ہر وقت اور عام استعمال میں تھیں ان کو عبداللہ بن مسعود نے نہیں لکھا۔

عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا۔ ایک مرتبہ تو رسول کریم کی حیات میں، اسوقت صرف بڑی بڑی سورتیں لکھیں، دوبارہ مکمل قرآن اپنی معلومات کے موافق بترتیب نزول، تیسری بار عہدِ خلافت صدیقی میں جب قرآن ترتیب ہوا، ترتیب سے لکھا۔ چوتھی مرتبہ عہدِ خلافت عثمانی میں جب قرآن لغتِ قریش پر جمع کیا گیا، یہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ یہ نسخہ آج تک موجود ہے (بابُ المصاحف دیکھئے)

اور بھی صحابہ نے اسی طرح کئی کئی بار قرآن لکھا۔

(۲) وہ جو پورا قرآن لکھنے کے ارادہ سے لکھتے تھے جیسے زید بن ثابت وہ خود کہتے ہیں نؤلف القرآن من الرقاع کہ ہم حضور کی حیات میں مناسبت سے قرآن کو پرزوں سے لکھ رہے تھے یعنی حضور جو متفرق اشیاء پر قرآن تحریر کراتے تھے اس سے پھر نقل کی جاتی تھی۔ مناسبت سے لکھنا یعنی سورتیں ترتیب آیات سے۔

(۳) جو کبھی رسولِ کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی اور لکھنے والوں کے ساتھ انہوں نے بھی لکھ لی۔

(۴) جو کوئی آیت یا سورت لکھتے حضور جو اس کی تفسیر فرماتے بطور یادداشت اسکو بھی لکھ لیتے۔

(۵) جو اپنے ورد کے لئے مختلف سورتیں لکھتے، یہ صورت اب تک رائج ہے جیسے پنجسورہ، ہفت سورہ وغیرہ،

(۶) جو اپنی معلومات کی موافق ترتیب نزول سے لکھتے تھے۔

(۷) جو بڑی سورتیں علیحدہ اور چھوٹی علیحدہ لکھتے تھے۔

سر ولیم میور لکھتا ہے: "لیکن اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ موجود ہیں کہ رسول کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے، اور ان نسخوں میں پورا قرآن یا تقریباً تمام قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ ہمیں شک نہیں کہ محمد کے دعوئ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فنِ تحریر مروج تھا اور مدینہ میں جا کر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کے لئے کئی کئی صحابہ مقرر کئے تھے جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے، انہیں اس شرط پر رہا

Marfat.com

رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں۔ اور اگرچہ اہلِ مدینہ اہلِ مکہ کی برابر تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن وہاں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے[۱]

قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہد رسول میں عام طور پر زیر استعمال تھے[۲]

تبلیغ اسلام دو شنبہ ربیع الاول سنہ ۱ نبوی سے شروع ہوئی۔ اس وقت تک پانچ چھوٹی چھوٹی آیتیں سورۂ علق کی اور ابتدائی آیات سورۂ مدثر کی نازل ہوئی تھیں۔ پنجشنبہ ربیع الاول سنہ ۴ نبوی کو یعنی ابتدائے تبلیغ سے چوتھے دن خالد بن سعید ایمان لائے۔ اُن کی بیٹی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے باپ نے لکھی۔ گویا یہ آغاز کتابت قرآن کا دن تھا۔

اور ۳ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری کو آپ کو آخری وحی ہوئی۔ اور اس آخری وحی کو ابی بن کعب نے لکھا۔ یہ آخری تاریخ تکمیل تحریر کی تھی۔

کاتبانِ وحی

رسول کریم نے چالیس صحابہ کو کتابت کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا[۳]

ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت، عبداللہ بن سعد، زبیر بن العوام، خالد بن سعید، حنظلہ بن ربیع علاء۔ خالد بن ولید۔ عبداللہ بن رواحہ، محمد بن مسلمہ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن سلول مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ جہم بن الصلت۔ قیس بن فاطمہ۔ شرحبیل بن حسنہ۔ عبداللہ بن ارقم الزہری، ثابت بن قیس بن شماس۔ حذیفہ الیمان۔ عامر بن فہیرہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن جبیر۔ ابان بن سعید[۴]

قرآن کا خط

مکہ میں بنی ہاشم میں خط قیراموز رائج تھا۔ اس لئے مکہ میں جس قدر کتابت ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی (ابن الندیم) مدینہ میں جو کتابت ہوئی وہ خط حیری میں ہوئی۔ سنہ ۱۶ھ سے خط کوفی میں کتابت ہونے لگی، سنہ ۱۱۰۰ھ سے خط نسخ میں کتابت ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع امت

---

[۱] دیباچہ الف آشنجر۔ [۲] انگریزی ترجمہ قرآن ڈاکٹر راڈ ویل۔ [۳] روضۃ الاحباب، [۴] تاریخ طبری۔ صحاح ستہ طبقات ابن سعد۔

Marfat.com

ہو گیا۔ اب اس کے خلاف جائز نہیں۔

رسم خط قرآن

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی ہے جو زمانہ رسالت میں تھا۔ یہ رسم الخط بھی توقیفی ہے۔ یہ رسم خط دنیا کے تمام خطوں کی رسم سے علیحدہ ہے۔ یہ رسم نہ پہلے کبھی تھا۔ نہ آج تک کسی خط میں رائج ہے۔

ایک جگہ ایک لفظ کو دراز تاء سے لکھا ہے۔ دوسری جگہ اسی لفظ کو گول تاء سے جیسے فطرت فطرة۔ رحمت، رحمة، سنّت، سنّة۔

بعض جگہ ایک لفظ کو ملا کر لکھا ہے اس کو موصول کہتے ہیں۔ دوسری جگہ جدا جدا لکھا ہے اس کو مقطوع کہتے ہیں۔ جیسے کلّما۔ کل ما۔ بئس ما۔ بئسما۔ فی ما۔ فیما۔

قرآن کا رسم خط ایسا ہے کہ اس میں اختلاف قرأة بھی آ جاتا ہے۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں کلمہ مالک میں دو قراءتیں ہیں، ایک باثبات الف یعنی صیغہ اسم فاعل۔ دوسری باسقاط الف یعنی مَلِكِ بمعنی بادشاہ تو اس کو ایسے طریقہ پر لکھا گیا کہ دونوں طرح پڑھا جا سکے۔

فکتب تلك المصاحف على ما استقر عليه فی العرضة الاخيرة عنه صلى الله عليه وسلم عن جبريل عليه الصلوة والسلام عن الله تعالىٰ (لکھا قرآن کو زید بن ثابت نے (بعہد خلافت سوم) اسی رسم الخط سے جو آخری پیشکش میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضرت جبریل کے واسطے سے پہنچی تھی[1]

تعلیم قرآن

جب تک حضور مکہ میں مقیم رہے، آپ ارقم مخزومی کے مکان میں قرآن پڑھاتے تھے۔ جب مدینہ میں تشریف لے گئے تو مسجد میں تعلیم دیتے تھے اور کچھ اصحاب صفہ (صفہ مسجد میں ایک چبوترہ تھا جس پر مساکین صحابہ رہتے تھے اور پڑھتے تھے۔ اصحاب صفہ رات کو ایک معلم کے پاس جمع ہو کر قرآن سیکھتے تھے[2]

علم حاصل کرنے کی ترغیب قرآن و حدیث میں بہت ہے۔ اور قرآن پڑھنے کو تو خداوند

---

[1] تسہیل البیان فی رسم خط القرآن ص۴۹ - فوائد مکیہ ص۲۸ - [2] ص۵ مسند احمد

ذوالجلال نے لازمی کر دیا ہے کہ ہر نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔ حضور نے قرآن پڑھنے کے اس قدر فضائل اور ایسا اجر بیان فرمایا ہے کہ صحابہؓ ذوق و شوق سے قرآن پڑھتے تھے۔

ان افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ (تم میں وہ شخص افضل ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے[1]

مثل الذی یقرأ القرآن کالاترجۃ طعمھا طیب و ریحھا طیب (قرآن پڑھنے والا اُس پھل کی مثل ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے[2]

یقال لصاحب القرآن اقرأ وارتق (قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کو کہا جائیگا کہ قرآن پڑھ اور بلند درجات کی طرف عروج کر[3]

عن عائشۃ مثل الذی یقرأ القرآن وھو حافظ لہ مع السفرۃ الکرام (جو قرآن پڑھتا ہے وہ مثل فرشتوں کی ہے[4])

یجئ صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یارب حلہ فیلبس الکرامۃ (قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے آئیں گے تو قرآن خداوند کریم سے عرض کرے گا کہ ان کو تاجِ کرامت عطا فرما[5]

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اقرؤا القرآن فان اللہ لا یعذب الخ رسول کریم نے فرمایا جو قرآن پڑھتا رہے گا خدا اس کو عذاب میں مبتلا نہ کرے گا[6]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک قرآن، دوسرے حدیث، جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہوگے[7]، نیز فرمایا ہے کہ خداوند کریم کو قرآن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے[8]، نیز فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں[9] ۔ خیارکم من قرأ القرآن واقرأہ (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے[10]

یہ تو آخرت کی باتیں تھیں۔ حضور دنیا میں بھی اُن لوگوں کے مراتب بڑھاتے تھے جو قرآن پڑھتے تھے۔ عن ابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثا وھم ذو عدد فاستقرأھم فاستقرأ کل رجل منھم الخ یعنی رسول کریم نے ایک لشکر ترتیب دیا

---

[1] بخاری، [2] بخاری، [3] مشکوٰۃ۔ [4] بخاری۔ [5] ترمذی [6] دارمی [7] مشکوٰۃ [8] دارمی [9] دارمی [10] طبرانی

Marfat.com

ہر سپاہی سے قرآن سنا۔ جس کو جس قدر یاد تھا اُس نے سنایا، ایک کم عمر سپاہی کو سب سے زیادہ یاد تھا۔ آپ نے اُس کو سپہ سالار بنادیا[۱]

شہدائے احد کو جب آپ نے دفن فرمایا تو شہدا زیادہ تھے، کپڑا کم تھا، اس لئے ایک ایک قبر اور ایک ایک چادر میں کئی کئی رکھے گئے۔ رکھتے وقت آپ دریافت فرماتے تھے کہ اس کو کس قدر قرآن یاد تھا۔ جس کو جس قدر زیادہ یاد تھا اس کو قبلہ کی جانب مقدم کرگئے[۲]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایک عورت کے متعلق درخواست نکاح کی، آپ نے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے، اُس نے انکار کیا۔ اُس کے پاس صرف ایک تہبند تھا۔ آپ خاموش ہوگئے، وہ شخص مایوس ہوکر جانے لگا۔ آپ نے اُس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کچھ قرآن بھی یاد ہے اُس نے کہا فلاں فلاں سورت، آپ نے فرمایا حفظ پڑھ سکتے ہو اُس نے کہا ہاں، آپ نے اُس کا نکاح کردیا[۳]۔

نماز میں امامت کا حکم آپ اُسی کو دیتے جو قرآن زیادہ جانتا تھا۔ چنانچہ اپنے سامنے آپ نے حضرت ابوبکر کو امام بنایا کیونکہ وہ تمام قرآن کے حافظ اور قاری اور سب سے بڑے عالم تھے۔ فروہ مرادی کو مذحج۔ زبید، مراد تین قبیلوں پر اسی لئے حاکم بنایا کہ قرآن سب سے زیادہ پڑھا تھا[۴]۔

عثمان ابن ابی العاص قرآن اچھا پڑھتے تھے اس لئے طائف کا حاکم مقرر کیا[۵]۔

جب قرآن کا پڑھنا دنیوی و اُخروی ترقیوں کا ذریعہ تھا تو کیوں نہ صحابہ اس طرف ذوق شوق سے رجوع ہوتے۔

قرآن پڑھنے کا اجر عظیم مقرر کرنے میں اور قرآن جاننے والے کو ترجیح میں صرف اشاعت قرآن ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس لئے بھی ان کو ترجیح دی جاتی تھی کہ قرآن مجید دنیا کے تمام علوم مدونہ کا جو معرفت و عقل سے تعلق رکھتے ہیں سرچشمہ ہے۔ علم الٰہیات۔ علم طبعیات، علم ریاضیات۔ علم الاخلاق، سیاست مدن یعنی قانون انتظام ملکی۔ علم تدبیر منزل یعنی قواعد انتظام خانہ داری، ان علوم ستہ اور اُن کے فرعی علوم کے متعلق قرآن میں اصول و ہدایات ہیں لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ قرآن پر عبور رکھتا ہوگا وہ ان علوم کا حق ادا کریگا یہ امر بالاتفاق مؤرخین سے ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس زمانہ میں جب کہ دنیا سے ظاہری و باطنی ترقی نابود ہوگئی تھی۔ اخلاق و شائستگی، عدل و انصاف،

---

[۱] ترمذی جلد ثانی [۲] ترمذی جلد ثانی [۳] بخاری کتاب النکاح [۴] ابن خلدون [۵] ابن ہشام

Marfat.com

حسنِ انتظام، امن و امان، علم و فن کا نام بھی نہ رہا تھا۔ ایسی خوبی سے کاروبارِ سلطنت کو انجام دیا کہ دنیا شاہراہ ترقی پہ گامزن ہو گئی یہ حضرات نہ کہیں تعلیم حاصل کرنے گئے، نہ کہیں طرزِ انتظام سیکھنے گئے نہ کبھی پہلے کار کردہ تھے۔ نہ حضور نے کوئی علوم و فنون کا کالج قائم کیا تھا صرف قرآن پڑھے ہوئے تھے وہی اُن کا رہنما تھا۔ اسی سے تمام مسائل و مشکلات حل کرتے تھے۔ کتب سیر و تاریخ و فقہ میں اُن کے انتظامات کا طرز، اُن کے فیصلے مذکور ہیں۔ آج تک کوئی عقیل و فہیم اُن پر انگلی نہ رکھ سکا۔ یہ سب کچھ قرآن ہی سے تھا۔

دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف علوم و فنون میں صاحب کمال ہوئے ہیں کوئی جامع کمالات نہیں ہوا۔ کوئی مدبّر ہے تو کوئی جنرل ہے۔ کوئی جج ہے تو کوئی انجنیئر ہے۔ کوئی پروفیسر ہے تو کوئی کلکٹر ہے۔ لیکن ان قرآن جاننے والے اصحاب کے حالات پر نظر کی جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں کا ہر فرد مدبّر بھی تھا۔ جنرل بھی تھا۔ جنرل بھی تھا جج بھی تھا۔ معلّم بھی تھا۔ اس جامعیت کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ دنیا کی کوئی یونیورسٹی ایسی جامع ہستیاں پیدا نہ کر سکی۔

غرض جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً لکھا دیتے تھے اور صحابہ کو پڑھا دیتے تھے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ آپ قرآن پڑھاتے تھے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (یہ نبی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

عن عمرو بن العاص قال اقرأني رسول الله صلے الله عليه وسلم خمس عشرة سجدة في القرآن یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ سلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے[۱] احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم یعنی ابو سعید صحابی نے ابو نضرہ سے کہا کہ قرآن ہم سے اسی طرح حفظ کرو جیسے ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا ہے[۲]۔

قال خطبنا عبد الله بن مسعود فقال لقد اخذت من في رسول الله صلے الله عليه وسلم بضعًا وسبعين سورة (ابن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول کریم سے ستّر سے زیادہ سورتیں یاد کیں[۳]۔ ابو الدرداء نے کہا میں نے قرآن رسول کریم سے پڑھا[۴]

بخاری میں جابر اور ابن مسعود سے دو روایتیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دعائے استخارہ اور التحیات اس طرح یاد کرائی جیسے قرآن یاد کراتے تھے۔ ایسی ایک روایت

---

[۱] ابن داؤد و ابن ماجہ۔ [۲] دارمی۔ [۳] بخاری فضائل القرآن، [۴] تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل۔

Marfat.com

ترمذی میں ابن عباس سے ہے، اور ترمذی میں ایک روایت ہے کہ جب آیت مَن یَّعمَل سُوءً یُجزَ بِہ الخ نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو پڑھائی[1]

جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا آپ اُس کو صحابہ کے سپرد کرتے تھے کہ اس کو قرآن پڑھاؤ۔ عن عبادۃ بن الصامت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یشتغل فاذا قدم رجل مہاجراً علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دفعہ الی رجل منا لیعلمہ القرآن یعنی جب کوئی نومسلم آتا تو رسول کریم اس کو کسی صحابہ کے سپرد کر دیتے کہ اُس کو قرآن پڑھاؤ[2]

قبیلہ عامر کے دس آدمی آکر مسلمان ہوئے اور اتنے دن مدینہ میں ٹھہرے کہ ابی بن کعب سے اُنہوں نے قرآن پڑھ لیا[3]۔ ایسا ہی قبیلہ عامد اور قبیلہ بنی عامر، مذحج و طفیل بن عمر الدوسی اور عمرو بن معد یکرب کے متعلق ابن خلدون میں لکھا ہے۔ تمیم کے ستر آدمیوں نے اسی طرح قرآن پڑھا۔ جن قبائل یا مواضع میں مسلمان ہو جاتے تو آپ وہاں تعلیم دینے کے لئے صحابہ کو مامور فرماتے۔ اہل مدینہ جب قبل ہجرت مکہ میں آکر مشرف باسلام ہوگئے تو آپ نے اُن کی تعلیم کے لئے ابن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو بھیج دیا۔ زید بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے مدینہ تشریف لانے سے قبل سترہ سورتیں یاد کر لی تھیں۔ اس وقت میری عمر گیارہ سال کی تھی[4]

اسی طرح معاذ کو مکہ و یمن، عمرو بن حزم کو نجران قبائل عضل و قارہ میں چھ اصحاب مرثد، عاصم بن ثابت، خبیب، خالد بن بکر، زید بن دثنہ، عبداللہ بن طارق کو بنی الحارث میں خالد بن ولید کو تعلیم دینے کے لئے بھیجا، وفد بہراء قرآن پڑھ کر مدینہ سے گیا[5]

عمرو بن حزم کو آپ نے جو احکام لکھائے تھے اُن میں یہ حکم بھی تھا یُعَلِّم الناس القرآن لوگوں کو قرآن پڑھاؤ[6]

اور اسی قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپ نے قرآن کی تعلیم لازمی قرار دے رکھی تھی اور اس کا کافی انتظام کیا تھا۔ آپ کی حیات میں قرآن کی ہر طرح اشاعت ہو گئی تھی۔ آپ کی حیات میں تمام عرب، اقوام میں اسلام پہنچ گیا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو کچھ نہ کچھ قرآن نہ پڑھا ہو۔ آج بھی روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں مل سکتا جس کو قرآن کی دو چار سورتیں یاد نہ ہوں۔ کیونکہ نماز فرض ہے اور قرآن کا نماز میں پڑھنا لازم ہے اگر شومئی بخت سے کوئی مسلمان پابند نماز نہیں تو کبھی نہ کبھی تو نماز پڑھتا ہی ہے اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ قرآن ضرور یاد ہوتا ہے۔

---

[1] ترمذی جلد اول، [2] کنز العمال جلد اول صفحہ ۲۲۱، [3] ابن خلدون جلد ثانی، [4] استیعاب جلد ثانی، [5] ابن خلدون و کامل ابن اثیر [6] طبقات ابن سعد، استیعاب، ابن خلدون، طبری، زاد المعاد، ابن خلدون

Marfat.com

حفظِ قرآن

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ فوراً صحابہ کو لکھا دیتے اور پڑھا دیتے۔ صحابہ حفظ کر لیتے کان داب الصحابۃ رضی اللہ عنھم من اول نزول الوحی الی اٰخرہ المسارعۃ الی حفظہ (یعنی تمام زمانہ وحی میں صحابہ کا یہ معمول رہا کہ جو وحی نازل ہوئی اس کو حفظ کر لیا)[1]۔

آپ کے عہدِ مبارک میں حفاظ کی یہ کثرت تھی کہ تمام جزیرۃ العرب کے حصص دیہات تک میں حفاظ و معلم پہنچ گئے تھے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں حضور نے دس دس، بیس بیس، چالیس چالیس، ستر ستر قاری بھیجے۔ سریہ بیر معونہ میں جو ابتدائے ۴ھ ہجری میں ہوا۔ ستر حفاظ شہید ہوئے اور کئی لڑائیوں میں کثیر تعداد میں حفاظ شہید ہوئے۔ کتب تاریخ میں بتفصیل تمام واقعات و اسماء موجود ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے طبقات القراء میں لکھا ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جنہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور حضور کو سنا دیا تھا منجملہ ان کے وہ سات قاری ہیں جن کی سند آج تک دنیا میں مسلّم ہے۔ من جملتھم سبعۃ ائمۃ اعلام و دارت علیھم اسانید القرآن و ذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان و علی ابن ابی طالب و ابیّ بن کعب و عبد اللہ بن مسعود و زید بن ثابت و ابو موسی الاشعری و ابو الدرداء (یعنی قرآن کی سند ان سات ائمہ کی مشہور ہے)[2]۔

اور حضور نے فرمایا ہے استقرؤا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفہ و ابی بن کعب و معاذ بن جبل[3]

ابی بن کعب کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ اقرأ الصحابۃ و سید القراء قرأ القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صحابہ میں سب سے زیادہ قاری اور قاریوں کے سردار تھے۔ رسول کریم سے قرآن یاد کیا)۔

ابو موسی اشعری کے متعلق ہے حفظ القرآن و عرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (قرآن حفظ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ کو سنایا)[5]

ابوبکر صدیق کے حافظ ہونے کے متعلق امام ابو الحسن اشعری نے تصریح کی ہے[6] اور اصحاب نے بھی قرآن حفظ کر کے سنایا تھا۔ فاما من حفظہ کلہ منھم و عرضہ علی النبی صلی اللہ

---

[1] زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان [2] طبقات القراء [3] یعنی قرآن ان چار سے پڑھو۔ بخاری
[4] مفتاح السعادت جلد اول [5] مفتاح السعادت جلد اول۔

Marfat.com

علیہ وسلم جماعۃ من نجباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجلّۂ صحابہ کی ایک جماعت نے پورا قرآن حفظ کیا اور حضور کو سنایا[1]

صحابہ میں دس ہزار حافظ زیادہ مشہور تھے۔ ان دس ہزار میں (۳۷) کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔ ابوبکر صدیق[1]۔ عمر فاروق[2]۔ عثمان[3] بن عفان۔ علی ابن[4] ابی طالب۔ عبداللہ[5] بن مسعود۔ طلحہ[6]۔ سعد بن ابی وقاص[7]۔ حذیفہ[8] بن الیمان۔ ابوہریرہ[9]۔ عبادہ[10] بن الصامت۔ معاذ[11] بن جبل مجمع[12] بن حارثہ۔ فضالہ[13] بن عبید۔ ابوموسیٰ[14] اشعری۔ عمرو[15] بن العاص۔ سعد[16] بن عبادہ۔ عبداللہ[17] بن عباس۔ ابوایوب[18] انصاری۔ عبداللہ[19] بن ذوالبجادین۔ عبید[20] بن معاویہ بن زید بن ثابت۔ ابوزید[21]۔ سالم[22] مولیٰ ابی حذیفہ۔ سلمۃ[23] بن مخلد بن الصامت۔ سعد[24] بن عبید بن نعمان انصاری۔ زید[25] بن ثابت۔ ابی[26] بن کعب۔ عبداللہ[27] بن السائب۔ سلیمان[28] بن ابی حثمہ۔ تمیم[29] الداری۔ معاذ[30] بن الحارث۔ ابوالدرداء[31]۔ عقبہ[32] بن عامر الجہنی۔ عبداللہ[33] بن عمر بن الخطاب۔ سعید[34] بن المنذر ابن اوس۔ قیس[35] بن صعصعہ۔ عبداللہ[36] بن عمرو بن العاص۔ ابوحلیمہ[37] معاذ[2]

مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حافظ تھیں۔ ان میں چار زیادہ مشہور تھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ، ام المومنین حفصہ۔ ام المومنین ام سلمۃ۔ ام ورقہ بن نوفل[3]

حفظ قرآن اور تلاوت قرآن کی یہ کثرت تھی کہ عمرو بن سلمہ کا گھر ایک چشمہ کے کنارے تھا آپ کا سات برس کا سن تھا، آتے جاتے والے مسافر چشمے پر آرام کرتے تھے۔ جس طرح عام عادت ہے کہ تفریحی مقام پر کچھ پڑھنے لگتے ہیں تو آتے جانے والے قرآن پڑھتے تھے۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جس طرح بچوں کی عادت ہے کہ آتے جانے والوں سے سُن کر کچھ یاد ہو جاتا ہے ان کو بھی قرآن مجید کا کچھ حصّہ یاد ہو گیا تھا[4]

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب (یعنی فاضل تھے حافظ تھے، عالم تھے، قاری تھے[5])

قیس بن صعصعہ وسعید بن المنذر بن اوس، عبداللہ بن عمر فاروق وعقبہ بن عامر الجہنی وتمیم الداری وعبداللہ بن السائب، ان اصحاب کے متعلق طبقات ابن سعد واستیعاب جلد اول، کنز العمال جلد اول وتاریخ الخلفاء۔ فتح الباری واسد الغابہ، تہذیب التہذیب جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ یہ سب حفاظ میں سے تھے۔

سلیمان بن ابی حثمہ یہ حافظ قرآن تھے حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں انہیں عورتوں کو

---

[1] طبقات القراء [2] تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد وتذکرۃ الحفاظ للذہبی ومفتاح السعادت اتقان، صحیح بخاری [3] ابوداؤد [4] بخاری [5] استیعاب

Marfat.com

قرآن سنانے پر مامور کیا تھا اور خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ نے اُن کو تداویح کا امام مقرر کیا تھا[۱]۔ اور دیگر اصحاب کے متعلق تفصیل طلب حضرات تذکرۃ الحفاظ و استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب دیکھیں۔

سر ولیم میور لکھتے ہیں :۔ قوت حافظہ اُن کی انتہائی درجہ پہ تھی۔ اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے۔ ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور اُن کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے[۲]۔

چھٹی صدی عیسوی دنیا کا تاریک ترین زمانہ تھا۔ ایک عرب ہی پر منحصر نہیں، دنیا کے ہر حصّہ میں پڑھے لکھوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ فی ہزار ایک کا بھی اوسط نہ تھا۔ ایسے زمانہ میں بہترین ذریعہ حفاظت کا حفظ تھا۔ تحریر پر اس قدر بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا، اول تو لکھنے والے کم، دوسرے مطابع، پریس نہ تھے، اس لئے قلیل التعداد تحریروں میں جعلسازی آسانی سے ہو سکتی تھی۔ اسی وجہ سے قرون ثلاثہ میں ہمارے ائمہ حدیث اس راوی کو ضعیف سمجھتے تھے جو کتاب دیکھ کر روایت کرتے تھے۔

مذاہب عالم کی کتابیں تحریر ہوئیں، کیا انجام ہوا۔ اگر قرآن کا مدار بھی تحریر پر ہوتا تو یہی حشر ہوتا۔ قرآن کی حفاظت حفظ ہی سے ہو سکی اور بغیر اس کے ممکن نہ تھی۔ عہد رسول میں ایک دو نہیں ہزاروں سینوں میں مکمل محفوظ تھا۔ اور لاکھوں سینوں میں متفرق طور پر اور بہت سے ممالک میں قرآن پہنچ کر لوگوں کے دل نشین ہو گیا تھا۔ حضور کی حیات میں عرب، افریقہ، ایران روم، ہند، چین وغیرہ ممالک میں اسلام پہنچ گیا تھا۔

ہندو فاضل منشی جے بہادر لکھتے ہیں :۔ تیرسان مشہور چینی مؤرخ نے لکھا ہے کہ ۶۲۸ء میں وہاب ابن ابی کبشہ رسول کا فرمان لے کر شاہ چین کے دربار میں داخل ہوئے۔ شہنشاہ چین نے اُن کا بہت اعزاز کیا اور کانٹین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی[۳]۔

سر ہانک ہنڈی کی روایت بھی کسی جگہ درج ہے۔ حفظ کے ذریعہ حفاظت کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت)، یعنی یہ کتاب کھلی ہوئی آیتوں کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے۔

اسلام کے ساتھ ہی ساتھ حضورؐ کے عہد مبارک میں قرآن اکثر ممالک میں شائع ہو گیا تھا۔

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد پنجم صفحہ ۱۷ [۲] لائف آف محمد [۳] ملقین مذہب مطبوعہ ۱۳۲۷ ہجری وکٹوریہ پریس بدایوں صفحہ ۱۴۸

تلاوتِ قرآن

قرآن جس قدر جس نے پڑھا تھا وہ اس کی تلاوت کرتا ہی تھا۔ اب بھی اکثر مسلمان تلاوت کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا ورد ایک حدیث سے سات روز میں ثابت ہے جو ترتیب قرآن کے بیان میں نقل کی گئی ہے۔ باقی اصحاب میں بڑے بڑے باکمال تلاوت کرنے والے تھے۔

عثمان غنی و تمیم داری ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے [۱]

عبداللہ بن عمر بن الخطاب و عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک رات میں ختم کرتے تھے [۲]

سعد بن المنذر بن اوس تین دن میں ختم کرتے تھے [۳]

قیس بن صعصعہ کو حضور نے فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو [۴]

قرآن بوقت وفات رسول ؐ

حضور نے جب رحلت فرمائی ہے تو آپ کے صحابہ کی تعداد لاکھوں تھی۔ اور دور دراز ممالک میں اسلام پہنچ گیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب تھے۔ یہ تعداد حج کرنے والوں کی اس زمانہ کے اعتبار سے تو کروڑوں سے اور اُس زمانہ کے اعتبار سے پانچ چھ لاکھ سے حاصل ہو سکتی ہے۔

نماز فرض تھی۔ پانچ وقت پڑھی جاتی تھی۔ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض تھا۔ اس لئے تھوڑا بہت قرآن تو ہر مسلمان کو یاد تھا۔ اور اس طرح اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر تلاوت قرآن جاری تھی۔

ہزاروں حافظ تھے۔ مشہور حفاظ کی تعداد دس ہزار بیان کی گئی ہے۔ عورتیں بھی حافظ تھیں غلام بھی حافظ تھے۔ ایسے ایسے تلاوت کرنے والے تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ نے مکمل قرآن لکھا دیا تھا۔ صدہا صحیفوں میں لکھا ہوا تھا۔ آپ نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔

آپ نے قرآن قواعد تجوید کے ساتھ پڑھایا تھا اور ترتیب کے ساتھ آپ تلاوت کرتے تھے اور صحابہ پڑھتے تھے۔ اعراب و نقاط کا لکھنے میں رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ آپ نے تاکید فرمائی اعربوا القرآن [۵]۔ امام سیوطی نے لکھا ہے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسھم قبل

---

[۱] تہذیب التہذیب و استیعاب [۲] فتح الباری [۳] اسد الغابہ [۴] استیعاب جلد اول [۵] کنز العمال

Marfat.com

اختلاطھم باھم اعجمیۃ (یعنی اہلِ عرب کے نفوس میں اعراب کا ملکہ تھا جو قرآن کو غلطی سے محفوظ رکھتا تھا جب تک کہ وہ عجمیوں سے نہ ملے تھے[۱]

آیات و وقوف بھی توقیفی ہیں۔ آپ صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے مگر قرآن کا کوئی نشان کتابت میں مقرر نہ تھا۔ آپ نے قرآن کو سات منزلوں پر تقسیم فرما دیا تھا۔ بعض سورتوں اور آیات کی تعداد حضور سے منقول ہے لیکن قرآن بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا انما القرآن کان علےٰ ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا مگر ایک مصحف میں جمع نہ ہوا تھا[۲]

قرآن عہدِ خلافت اوّل میں

حضرت زید بن ثابت کی حدیث سے جس کو تمام محدثین نے نقل کیا ہے جمع قرآن کی کیفیت عہدِ خلافت اولیٰ میں معلوم ہوتی ہے۔

ان زید بن ثابت رضی اللّٰہ عنہ قال ارسل الیّ ابوبکر الصدیق مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر رضی اللّٰہ عنہ ان عمرؓ اتانی فقال ان القتل استحر یوم الیمامۃ بقرّاء القرآن انی اخشی ان یستحر القتل بالقرّاء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن و انی اری ان تامر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال عمر ھذا واللّٰہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللّٰہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم فتتبع القرآن فاجمعہ قال فواللّٰہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال ھو واللّٰہ خیر فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتی شرح صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنھما فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت اٰخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمۃ براءۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللّٰہ ثم عند

---

[۱] اتقان [۲] خازن جزء اول

Marfat.com

عمرؓ فی حیاتہٖ ثمّ عند حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہما۔ یعنی زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے زمانہ میں ابوبکر نے مجھے بلوایا، عمر بھی وہاں موجود تھے۔ خلیفہ نے کہا یمامہ کی لڑائی میں بہت قاری شہید ہوئے ہیں۔ ایسے ہی اگر اور چند لڑائیاں ہوئیں تو مجھے ڈر ہے کہ قرآن کا اکثر حصّہ تلف ہو جائے گا۔ عمر نے مجھ سے کہا کہ تو قرآن جمع کرا۔ تو نوجوان سمجھ دار معتبر آدمی ہے، کاتب وحی بھی ہے اس لئے مناسب ہے کہ تو تلاش کرکے تمام تحریرات سے قرآن جمع کرے۔ میں نے کہا کہ یہ ایسا بھاری کام ہے کہ اس کے مقابلہ میں پہاڑ کا ہٹا دینا آسان ہے اور جو کام رسولؐ نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کریں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں یہ نیک کام ہے۔ مجھ سے اور خلیفہ سے اس میں گفتگو ہوئی میری بھی سمجھ میں آگیا کہ یہ کام مناسب ہے۔ اس پر میں نے قرآن کو کھجور کے پٹھوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ سورۂ توبہ کی آخری آیات ابوخزیمہ کے پاس سے ملیں میرا لکھا ہوا قرآن حضرت ابوبکر کے پاس محفوظ رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہ کے پاس محفوظ رہا۔

زید بن ثابت وحی کے کاتبوں میں اول درجہ کے کاتب تھے۔ اور عرضۂ اخیرہ میں حضورؐ سے دو مرتبہ قرآن سنا۔ اس لئے تمام کاتبوں میں خلیفہ نے انہیں کو منتخب کیا۔ زید کے اظہار رضامندی کے بعد اس امر پر غور کرنے کے لیے حضرت عمر کے مکان پر ایک جلسہ کیا گیا اس میں حضرات ذیل شریک تھے۔

ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب، ابی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن الزبیر، عبداللہ بن عباس، ابن السائب، خالد بن الولید طلحہ، سعد، حذیفہ، سعید، سالم۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن صامت۔ ابوزید۔ ابودرداء۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ زید بن ثابت سب نے اس پر اتفاق کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیلنا شروع ہوا مدعیان نبوّت کھڑے ہو گئے۔ اسلام کے خلاف ہر قسم کی سازشیں شروع ہو گئیں۔ یہ ایک بڑا آشوب وقت تھا۔ اشرار کو ہر قسم کی شرارت کا موقع حاصل تھا۔ حضورؐ موجود نہ تھے کہ جن کے ہر لفظ پر لوگ اٰمنّا وصدّقنا کہتے تھے۔ اس لئے اس وقت ہر قسم کی احتیاط کی ضرورت تھی۔ قرآن مجید جو حضورؐ نے تحریر کرایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ صحابہ نے جو بطور خود لکھا تھا اس کی یہ کیفیت

تھی کہ کسی کے پاس ایک سورت، کسی کے پاس دس سورتیں، کسی کے پاس کچھ آیتیں۔ کسی کے پاس آیت کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔ بعض بعض کے پاس تو قرآن جس کو انہوں نے اپنی اپنی معلومات کی موافق ترتیب نزول لکھا تھا۔ یہ ترتیبیں مختلف تھیں کیونکہ ہر شخص کی معلومات میں کچھ نہ کچھ فرق تھا۔ حضور نے ترتیب نزول جمع نہیں کرایا تھا۔ نہ سب کی ترتیب نزول آپ سے صحابہ کو معلوم ہوئی تھی، آپ نے ترتیب توقیفی کے ساتھ یاد کرایا تھا۔ اور اسی ترتیب سے آپ پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن چونکہ سلسلہ کلام جاری تھا ابھی معلوم نہ تھا کہ اس میں سے کچھ منسوخ ہوگا یا درمیان میں اور سورتیں یا آیتیں نازل ہوں گی۔ اس لئے ترتیب توقیفی پر حضور نے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ بھی ہے کہ کتاب کی ترتیب ختم تصنیف پر ہوتی ہے۔ پھر ایسی کتاب کی ترتیب ختم سے پہلے کیونکر مناسب ہو سکتی ہے کہ جو پارہ پارہ نازل ہو رہی ہو جس کے اختتام کا حال کسی کو نہ معلوم ہو جس میں ناسخ و منسوخ کا بھی سلسلہ ہو۔ چونکہ رسول کریم نے اس ترتیب پر تحریر کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اسی وجہ سے اول حضرت ابوبکر کو تامل ہوا، حضرت عمر نے اس خیال سے کہ کلام ختم ہو گیا۔ ابھی صحابہ اور حفاظ موجود ہیں۔ قرآن ترتیب توقیفی پر اگر جمع نہ ہوا تو کل کو بڑا فتنہ برپا ہوگا، کوئی کہے گا کہ یہ ترتیب ہے کوئی کہے گا بس اسی قدر سورتیں ہیں۔ کوئی کہے گا یہ آیتیں اس طرح ہیں اس لئے حضرت عمر نے خلیفہ سے کہا کہ آپ قرآن جمع کرا دیجئے۔ چونکہ اس زمانہ میں تحریر سے حفظ پر زیادہ بھروسہ تھا۔

پریس و مطابع نہ تھے لکھنے والے کم تھے۔ حفاظ ہزاروں تھے۔ اس لئے تحریر کے متعلق تو کوئی فتنہ پرداز کوئی شگوفہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور اس پر وہ لوگ جو لکھے پڑھے نہ تھے یا جن کے یہاں کوئی تحریر نہ تھی بہم ہو سکتے تھے، اس لئے حضرت عمر نے کہا کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح اور دو چار معرکے ہو گئے (کیونکہ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے تھے ان میں سات سو حفاظ تھے اور مشہور قراء میں سے سالم بھی شہید ہو گئے تھے) اور حفاظ کا خاتمہ ہو گیا اور کسی نے کوئی شرارت برپا کر دی تو ممکن ہے کہ لوگ قرآن کے بعض حصص سے انکار کر دیں، کہہ دیں کہ ہمیں تو اسی قدر یاد ہے۔ ہمارے پاس تو اتنا ہی لکھا ہوا ہے تو قرآن کے بعض حصوں کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے تحریک کی جو بعد مشورہ کے منظور ہوئی۔

اس جمع کے لئے یہ بھی ممکن تھا کہ دو چار، دس بیس حفاظ کو بٹھا کر لکھ لیا جاتا۔ یہ بھی

لہ عمدۃ القاری و بنایۃ الاحیاء فی سیرۃ سائق انجاز

ممکن تھا کہ لکھے ہوئے قرآنوں کو لے کر مرتب کر لیا جاتا۔ لیکن اس شور و شر کے زمانہ میں بہرصورت خطرہ تھا۔ لہٰذا ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جس میں کسی کو شبہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمر اور زید بن ثابت حرم کے دروازے پر بیٹھ گئے اور منادی کرا دی گئی (قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القرآن فلیأت بہ، وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب قال کان لا یقبل من احد شیئاً حتی یشہد شاہدان۔ یعنی اعلان کیا گیا کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ قرآن کا رسول کریم کے سامنے کا لکھا ہوا ہے وہ لائے اور وہ دو گواہوں کی شہادت سے قبول کیا جاتا تھا۔ اور وہ تحریرات طلب کی گئیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں[1]

شیعوں کے یہاں بھی ایک طویل حدیث حضرت علی کی احتجاج طبرسی میں ہے جس کا یہی مطلب ہے (فصرخ منادیھم من کان عندہٗ شئی من القرآن فلیاتنا بہ۔ یعنی منادی ہوئی کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہے وہ لائے[2]۔ اور ہر تحریر کا حفاظ سے مقابلہ کیا جاتا تھا (وکان غرضھم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی لا من مجرد الحفظ) یعنی صرف اس کی نقل کی جاتی تھی جو رسول کریم کے سامنے لکھا گیا۔ محض حفظ ہی پر نہ لکھا جاتا تھا[3]

مختلف لوگ جو لائے وہ مختلف اشیاء پر تھا، اونٹ کی ہڈیوں پر، کھجور کے پھٹوں پر، وغیرہ وغیرہ، کوئی ایک سورت لایا، کوئی چار سورتیں، کوئی کچھ آیتیں۔ اور اعلان کے موافق ہر ایک سے گواہ لئے گئے سورۂ احزاب اور سورۂ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ لائے۔ ان کو اور کوئی نہیں لایا[4] زید کہتے ہیں کہ ان آیات کو اور کوئی نہیں لایا (کنت اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأبھا۔ یعنی میں نے رسول کریم کو سنا تھا کہ آپ پڑھتے تھے) لیکن چونکہ اس میں جمع کرنے والوں یا خاص لکھنے والوں کا دخل نہ تھا۔ اس لئے باوجود یاد ہونے کے زید بن ثابت اس کو جب تک نہ لکھ سکے جب تک ایک شخص اور نہ لایا۔ یہ کارروائی خود بتاتی ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ زید اور عمر دونوں حافظ تھے، دونوں کاتب وحی تھے، لکھ لیتے، مگر جو شرط مقرر کی گئی اس کے خلاف نہیں کیا۔ ورنہ اصحاب رسول میں ہزاروں ایسے تھے جو تنہا اپنی یاد پر جمع کر سکتے تھے۔ حضرت علی نے تین دن میں جمع کر ہی لیا تھا۔ مگر یہاں تو عام اطمینان کے لئے عوام سے مطالبہ تھا اور وہ بعد ثبوت قبول کیا جاتا تھا۔ ابو خزیمہ کے آیات لانے کا بیان بھی لبغرض اطمینان عام ہے کیونکہ یہ آیات صرف ابو خزیمہ ہی کے پیش کرتے پر قبول کی گئیں، ان سے گواہ نہیں

---

[1] ابوداؤد، [2] فتح الباری جلد اول ص ۱۱۳ (اتقان للسیوطی نوع ۱۸) [3] تفسیر صافی شیعی، [4] اتقان و فتح الباری [5] باب المصاحف دیکھئے۔

Marfat.com

لئے گئے، یہ صورت بظاہر اعلان کے خلاف تھی۔ لیکن اس کی وجہ زید نے خود بیان کردی کہ ابو خزیمہ سے گواہ اس لئے نہیں لئے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ذو شہادتین (دو گواہی والا) قرار دیا تھا۔ اس کا اظہار ضروری تھا اور پھر گواہی میں خود کو بھی پیش کر دیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں سب لکھنے والوں کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں مطالبہ صرف اُن کا تھا جو حضور کے سامنے لکھی گئیں، ان کو ابو خزیمہ کے سوا اور کسی نے نہ لکھا تھا (انہ کان یتطلب نسخ القرآن من الاصل الذی کتب بأمر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ فلم یجد تلک الآیات الا مع خزیمہ[1]۔ یعنی جو رسول کریم کے سامنے لکھی گئیں وہ طلب کی گئیں اور یہ آیتیں ابو خزیمہ کے سوا حضور کے سامنے کی لکھی ہوئی اور کسی کے پاس نہ تھیں)

اس حدیث پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کارروائی اطمینان عام کے لئے تھی اور یہ بیان بھی اطمینان عام کے لئے ہے۔

قرآن کا اس طرح متفرق اشیاء اور مختلف اشخاص کے پاس سے جمع ہو جانا کہ جس میں کسی کو شبہ نہ ہو یہ قرآن کی تحریر اور اس کی حفاظت کی زبردست دلیل ہے۔

یہ قرآن چمڑے پر لکھا گیا۔ قال ابن حجر فی روایۃ عمارۃ بن غزیۃ ان زید بن ثابت قال امرنی ابوبکر فکتبتہ فی قطع الادیم (یعنی زید نے کہا کہ میں نے ابو بکر کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھا[2]۔

یہ قرآن خط حیری میں لکھا گیا۔ سورتیں علیحدہ علیحدہ لکھی گئیں۔ کئی جلدیں مرتب ہوئیں اس نسخہ کو "اُم" کہتے تھے۔ یہ نسخہ مرتب ہو کر رکھا رہا۔ کسی کا اس کی نقل کرنا یا اس میں تلاوت کرنا مذکور نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بغرض اطمینان عام مرتب کیا گیا۔ سب نے اپنے اپنے واسطے لکھ لئے تھے۔ ورنہ لوگ اس کی نقل کرنے کو دوڑے پھرتے۔ حضرت عثمان کے زمانہ تک کسی نے اس کو چھوا تک نہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں[3]۔

اس عہد کے ایک مصحف کا ورق جس پر سورۂ جن کی آیات تحریر ہیں، یورپ کے مشہور کتب خانہ بوڈلین لائبریری میں ہے اور بھی مصاحف اس عہد کے ہیں[4]۔

اس عہد تک نقاط و حرکات و علامات کا رواج نہ تھا۔ اذا ماتت عمر کانت فاقتدر الصف

---

[1] خازن جلد اول، [2] اتقان، [3] کتاب الفصل الملل والنحل جلد ثانی، [4] باب المصاحف دیکھئے

Marfat.com

صحف من مصر الی العراق والشام والیمن۔ یعنی جب حضرت عمر کی وفات ہوئی ایک لاکھ قرآن مصر، عراق، شام اور یمن میں تھے۔ حجاز اور دیگر ممالک مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے ہم سوا لاکھ فرض کرتے ہیں۔ حضرت عثمان کے عہد میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کل تعداد دو لاکھ قرار دینی چاہیئے۔ لیکن حضرت عثمان نے جب قرآن جمع کرایا تو نہ اپنا قرآن لیا نہ اور کسی کا وہی صحف ابوبکر طلب کئے۔ اور وہی مختلف پُرزے جو رسول کریم کے سامنے لکھے گئے تھے لئے اور پھر ترتیب انہی سے بمقابلہ حفاظ ہوئی۔ اس کارروائی سے بھی ثابت ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے، ورنہ لکھے ہوئے تو لاکھوں تھے۔

حضرت ابوبکر کا مرتب کرایا ہوا نسخہ ان کے پاس رہا۔ آن کے بعد حضرت عمر کے پاس رہا۔ آن کے بعد حضرت عثمان نے اس کو نہیں لیا۔ حضرت عمر کی بیٹی ام المومنین حفصہ کے پاس رہا۔ آن کی وفات کے بعد مروان حاکم مدینہ نے لے لیا۔ اس کے پاس سے ایک سفر میں گم ہو گیا۔

جمع قرآن

جمع قرآن سے یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں نے بجمیع وجوہ لغات وحروف وقرأت خود رسول کریم سے حاصل کیا اور لکھا[1]

حفظ کرنے والے تو بہت تھے، ان کا شمار کیا بتایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول کریم کی تعداد لاکھوں تھی۔ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا۔ انہی کا صحیح شمار معلوم نہیں۔ علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے ان الذین جمعوا القرآن علی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا یحصیھم عدد ولا یضبطھم احد یعنی جن لوگوں نے رسول کریم کے عہد میں قرآن جمع کیا ان کا کوئی شمار نہیں[2]

حدیثوں میں قرآن جمع کرنے والوں میں سب سے زیادہ فائق اصحاب کا ذکر ہے۔ جن کی تعداد (۲۹) ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب کی جمع میں ایک یا دو سورتیں رہ گئی تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی ہر راوی نے اپنی اپنی معلومات کی موافق جمع کرنے والوں کے نام بتائے ہیں۔

اخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو حی عثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود

---

[1] کتاب الفصل، [2] عمدۃ القاری، [3] عمدۃ القاری۔

Marfat.com

من المهاجرین وسالم مولیٰ ابی حذیفہ (یعنی رسولِ کریم کی حیات میں عثمان، علی، ابن مسعود نے مہاجرین میں سے اور سالم نے قرآن جمع کیا[1]

عن عامر الشعبی قال جمع القرآن علیٰ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ستۃ رھط من الانصار معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو الدرداء وابو زید وسعد بن عبید قال قد کان بقی علی مجمع بن جاریۃ سورۃ او سورتان حین قبض النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم یعنی رسول کریم کی حیات میں انصار میں سے چھ آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ معاذ بن جبل۔ اُبی بن کعب، زید بن ثابت، ابو الدرداء۔ ابو زید۔ سعد بن عبید۔ اور مجمع کے قرآن میں ایک یا دو سورتیں کم تھیں کہ حضور کی وفات ہو گئی۔

عن محمد بن سیرین قال جمع القرآن علیٰ عہد رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم ابی بن کعب وزید بن ثابت وعثمان بن عفان وتمیم الداری۔ یعنی حضور کی حیات میں اُبی، زید، عثمان اور تمیم نے قرآن جمع کیا۔

قال محمد بن کعب القرظی جمع القرآن فی زمان رسول اللّٰہ علیہ وسلم خمسۃ من الانصار معاذ بن جبل وعبادۃ بن الصامت وابی بن کعب وابو ایوب الانصاری وابو الدرداء ... یعنی رسول کریم کی حیات میں پانچ انصاریوں نے قرآن جمع کیا۔ معاذ۔ عبادہ۔ اُبی۔ ابو ایوب، ابو الدرداء۔

یہ روایتیں طبقات ابن سعد جلد دوم میں ہیں۔

عن انس قال مات النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعۃ ابو الدرداء ومعاذ ابن جبل وزید بن ثابت وابو زید ونحن ورثناہ یعنی انس کہتے ہیں کہ رسول کریم کی حیات میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابو الدرداء۔ معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابو زید۔ اور ابو زید کے قرآن کا وارث میں ہوا[2]

اس حدیث میں صرف قبیلہ انصار کا ذکر ہے جس کا ثبوت حدیث مرقومہ بالا کے فقرے خمسۃ من الانصار سے ہوتا ہے۔

وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفہمی عن عثمان قال لقد جمعت القرآن علی عہد النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم یعنی حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ حضور کی حیات میں میں نے قرآن جمع کیا۔

عقبہ بن عامر کے متعلق ہے وھو احد من جمع القرآن (وہ بھی قرآن جمع کرنے والوں میں

---

[1] ازالۃ الخفا جلد دوم ص۲۷۳۔ [2] بخاری باب فضائل القرآن۔

Marfat.com

سے ہیں[1]

ابوموسی اشعری۔ قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، عبداللہ بن عمرو بن العاص،
عبداللہ بن حارث، ثابت بن بشیر بن ابی، ان اصحاب کا بھی جمع کرنا مذکور ہے[2]

صحابیات میں ام ورقہ بن نوفل نے بھی قرآن جمع کیا تھا[3]

جمع کا لفظ اسی وجہ سے اختیار کیا گیا کہ ان اصحاب نے بجمیع وجوہ قرآن حاصل کیا اور خود حضور سے حفظ کیا اور لکھا۔ خالی حفظ کا جہاں ذکر ہے وہاں حفظ ہی کا لفظ آیا ہے۔ جہاں پڑھنے کا مذکور ہے وہاں قرأ آیا ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال (جس نے سورہ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا[4]

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً۔ (جس نے سورہ واقعہ رات کو پڑھی اس کو فاقہ نہ ہوگا[5]

استیعاب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے کان فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب ابوالدرداء کے متعلق ہے احد الذین جمعوا القرآن حفظاً علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم[6]

زید بن ثابت کے متعلق ہے من الراسخین فی العلم کتب الوحی وحفظ القرآن[7]

ابوموسی اشعری کے متعلق ہے حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم[8]

احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ (ابوسعید خدری نے کہا ہم سے قرآن اسی طرح حفظ کرو جس طرح ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا تھا[9]

غرض حفظ اور چیز ہے۔ جمع اور چیز ہے۔ جمع میں حفظ بھی شامل ہے کتابت بھی شامل ہے۔ ہمارے سلف صالحین ائمہ و محدثین و مفسرین کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم نے صحابہ کو تمام قرآن پڑھا دیا تھا۔ حفظ کرا دیا تھا۔ لکھا دیا تھا۔ چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس لئے تحریر میں ترتیب نہیں کرائی تھی اور نہ بین الدفتین جمع کرایا تھا۔ ہر تصنیف کا یہ قاعدہ ہے کہ بعد ختم تصنیف ترتیب ہوتی ہے۔ اور ایسی کتاب جس کا تعلق .. کسی انسان سے نہ ہو اور وہ ٹکڑے ٹکڑے من جانب اللہ ایک شخص پر نازل ہو رہی

---

[1] تہذیب التہذیب [2] عمدۃ القاری۔ تاریخ خطیب بغدادی، [3] عمدۃ القاری، [4] مسلم، [5] مشکوۃ
[6] مفتاح السعادت جلد اول صفحہ ۲۵۳، [7] ذہبی جلد اول، [8] مفتاح جلد اول صفحہ ۲۵۲، [9] دارمی۔

Marfat.com

ہو اور کلام لانے والا اس کو ہر فقرہ اور ہر جزو کا موقع بتاتا ہو کہ یہ فقرہ فلاں موقعہ پر لکھا جائے اور یہ سورۃ فلاں سورۃ کے بعد لکھی جائے۔ اور اس میں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی ہو۔ ایسا کلام جب تک ختم نہ ہو جائے ترتیب کس طرح ممکن ہے اور سلسلۂ نزول کلام حضور کی وفات سے نو دن قبل تک جاری رہا۔ حضور کی وفات پر معلوم ہوا کہ اب سلسلہ کلام ختم ہو گیا۔ اس لئے کلام کی ترتیب اور اس کا بین الدفتین جمع ہونا حضور کی حیات میں نہ ہو سکا۔

قال الخطابی انما لم یجمع القرآن صلی اللہ علیہ وسلم فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ۔ رسول کریم نے قرآن مصحف واحد میں اس لئے جمع نہیں کرایا تھا کہ یہ خیال تھا کہ شاید کونسا حکم یا آیت منسوخ ہو[1]۔

ان القرآن کان علی ھذا التالیف و الجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن اسی ترتیب سے تھا رسول کریم کے زمانہ میں مگر ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا[2]۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما ینزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام۔ یعنی رسول کریم نے قرآن کی یہی ترتیب صحابہ کو بتائی تھی جس ترتیب پر اس وقت موجود ہے اور یہ جبریل کی تعلیم سے تھا[3]۔

قولہ لم یفعلہ رسول اللہ قال الخطابی وغیرہ یحتمل ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم انما لم یجمع القرآن فی الصحف لما کان یترقب من حدو ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ فلما انقضی نزولہ بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الھم اللہ الخلفاء الراشدین ذلک وفاء لوعدہ الصادق لضمان حفظہ علی ھذہ الامۃ المحمدیۃ فکان ابتداء ذلک علی ید الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ بمشورۃ عمر رضی اللہ عنہ[4] یعنی رسول کریم نے ایک مصحف میں قرآن جمع نہیں کرایا کیونکہ وہ تمام نہ ہوا تھا اور ناسخ و منسوخ کا بھی معاملہ تھا۔ آپ کی وفات سے اس کا نزول ختم ہوا اور خدا نے جو اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر کے ہاتھ پر پورا ہوا۔

حضرت علی سے روایت ہے رحمہ اللہ علی ابی بکر اول من جمع کتاب اللہ عزوجل

---

[1] اتقان ص۶۰، [2] خازن جزو اول، [3] حوالہ مذکور، [4] عمدۃ القاری باب جمع القرآن،

Marfat.com

ابوبکر پر رحمت ہو کہ انہوں نے پہلے پہل کتاب اللہ کو جمع کرایا۔
جس طرح حضور نے تعلیم فرمایا تھا اسی ترتیب سے حضرت ابوبکر نے جمع کرایا اور تمام صحابہ نے بھی اپنے اپنے قرآن اسی طرح لکھے۔

ترتیب قرآن

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب حضور علیہ السلام کی فرمائی ہوئی ہے حضور کو جبریل علیہ السلام آیات وسور کے مواقع سے آگاہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضور صحابہ کو تعلیم کرتے تھے۔

امام ابوبکر انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تعالیٰ القرآن کلہ الی سماء الدنیا ثم فرقہ فی بضع وعشرین سنۃ فکانت السورۃ تنزل لامر یحدث والآیۃ جوابا لمستخبر ویوقف جابریل النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی موضع الآیۃ والسورۃ فاتساق السور کاتساق الآیات والحروف کلہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فمن قدم سورۃ او اخرھا فقد افسد نظم القرآن یعنی جبریل رسول کریم کو آیات وسُور کے مواقع بتادیتے تھے۔ سورتوں کا باہمی اتصال ایسا ہی ہے جیسے آیات وحروف کا۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے[1]

ترتیب السور ھکذا عند اللہ فی اللوح المحفوظ (سورتوں کی ترتیب، وہی ہے جو لوح محفوظ پر خدا کے نزدیک ہے[2]

غرض اس پر اجماع ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور جبریل حضور کو بتاتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما ینزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام یعنی رسول کریم نے قرآن صحابہ کو اسی طرح اور اسی ترتیب سے تعلیم کیا تھا جو ترتیب حضرت جبریل نے بتائی تھی[3]

ترتیب کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب نزولی۔ دوسری ترتیب رسولی۔
ترتیب نزولی۔ یعنی جس ترتیب سے قرآن نازل ہُوا۔ اس ترتیب پر بعض صحابہ نے

---

[1] اتقان، [2] برہان کرمانی، [3] خازن جزء اول

Marfat.com

قرآن لکھا تھا جب کوئی سورت نازل ہوتی وہ لکھ لیتے۔ لیکن چونکہ شان نزول میں صحابہ میں اختلاف ہے اس لئے سب کی یہ ترتیب ایک ہی نہ تھی۔ مختلف تھیں۔ یہ انہوں نے اس لئے جمع نہیں کیا تھا کہ قرآن اسی ترتیب پر رہے گا بلکہ وقت کے وقت لکھتے تھے۔ قرآن کی آیات و سور میں باہم ربط و مناسبت ہے۔ دوسری ترتیب سے ربط بگڑ جاتا ہے وہ ایسے ناواقف اور کم علم نہ تھے کہ کلام کو ربط کے خلاف مرتب کرتے۔ چونکہ سلسلہ وحی جاری تھا کسی کو معلوم نہ تھا کہ اور کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے کسی نے اس ترتیب سے قرآن مرتب نہیں کیا جب سلسلہ وحی منقطع ہو گیا تو اس ترتیب پر سب نے بالاتفاق مرتب کیا۔ اس ترتیب پر سب کیونکر متفق نہ ہوتے؛ یہ حضور کی فرمودہ تھی اور حضور اور تمام صحابہ اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

علامہ ابن حصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کی بھی آنحضرت کو وحی ہوتی تھی حضور اسی کے موافق آیتوں اور سورتوں کا موقع بیان فرما دیتے تھے۔ اسی وجہ سے تمام صحابہ کا اس ترتیب پر اجماع ہے[1]۔ چونکہ آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے اور شان نزول پر سب کا اتفاق نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عکرمہؓ نے امام ابن سیرین سے کہا کہ انسانوں اور جنوں کی مجموعی طاقت سے باہر ہے۔ کہ قرآن کو شان نزول کے موافق مرتب کر سکیں[2]۔

محققین یورپ نے کوشش کی کہ قرآن کی سورتوں کو ایک قسم کی تاریخی ترتیب دیں لیکن یہ سب ناکام رہے اور انہوں نے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

ڈاکٹر تھیوڈر نولڈیکی نے ۱۸۶۰ء میں تاریخ قرآن شائع کی۔ یہ یورپ میں ایسی مقبول ہوئی کہ گورنمنٹ نے اس کو انعام دیا اس نے لکھا ہے کہ ترتیب نزول کا معلوم کرنا ناممکن ہے۔

میور نے تفصیلی طور پر ترتیب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی وہ کہتا ہے کہ یہ بھی ناممکن ہے کہ محمد کے کسی ہمعصر نے ایسی فہرست تیار کی ہو[3]۔

ڈاکٹر ایچ گرم نے بھی اس کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکامیاب ہوا۔

ڈاکٹر ہارٹ وک ہرش فلڈ نے بھی یہ کام شروع کیا تھا لیکن وہ لکھتا ہے کہ اسباط کا میں نے تین سورتوں کو تاریخی جگہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک بہت تھوڑی ابتدا ہے

---

[1] اتقان، [2] اتقان جزء اول ص۶۵، [3] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا،

Marfat.com

جس کے ذریعہ سے میں نے قرآن کی سورتوں کی تنزیلی ترتیب کی چھان بین شروع کی ہے، بس پہلے ہی سے یہ اقرار کیوں نہ کریں کہ اس سلسلہ میں قابلِ اعتماد نتائج حاصل کرنے کی بہت ہی کم اُمید ہے۔

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے جس کلام میں ربط نہ ہو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا موجودہ ترتیب سے سورتوں کا ربط قائم ہے۔ ترتیب نزولی سے ربط قائم نہیں رہتا۔

سورتوں کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

علق۔ اس سورت میں انسان پر افضال و اکرام اور اس کی ترقیات کا مذکور ہے۔

مدثر میں انذارِ کفار مقصود ہے۔

مزمل تسلیۂ رسول ہے۔

نٓ منکرین نبوت کی طرف روئے سخن ہے اور کفار کے لئے عقوبت دنیوی و اخروی کا مذکور ہے۔

فاتحہ۔ درخواست ہدایت۔

لھب۔ مشرکین کے خسارہ میں ہونے کا مذکور ہے۔

موجودہ ترتیب میں ربط

فاتحہ۔ درخواست ہدایت۔

بقرہ۔ درخواست ہدایت کی منظوری، ہدایت نامہ کا عطا ہونا۔

آل عمران۔ ہدایات کا مذکور، مبداء و معاد و آخرت (جس پر اہل ہدایت کو یقین لانا ضروری ہے) کا بیان۔ نیکی و بدی کی جزا سزا کا ذکر۔ جہاد فی سبیل اللہ کا مذکور۔

نساء۔ سابقہ سورتوں میں عقائد و عبادات کا دستور العمل تھا۔ اس میں معاملات کا دستور العمل ہے۔

مائدہ۔ سورہ نساء کا خاتمہ اس وعدے پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورۃ کو اس بیان سے شروع کیا گیا ہے۔

انعام۔ سورۂ مائدہ کا خاتمہ ابطالِ شرک اور بیانِ توحید پہ ہوا۔ اس میں اثبات توحید و رسالت اور دیگر شرائع کا بیان ہے۔

Marfat.com

آیات وسور کا ربط، ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لہو کی بوند سے پڑھ اور تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا)

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَأَنْذِرْ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اے لحاف میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو اور ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ)

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو، مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو)

موجودہ ترتیب میں آیات کا ربط ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمائیے۔

ترتیب رسولی

ترتیب رسولی وہ ہے جس کو رسول کریم نے جبریل کی تعلیم سے قائم کیا اور صحابہ کو تعلیم کی اور وہ ترتیب یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

ترتیب آیات

عن جبیر بن نفیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ختم سورۃ البقرہ بآیتین اعطیتھما من الکنز الذی تحت العرش یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے سورہ بقرہ کو ایسی دو آیتوں میں ختم کیا ہے جو مجھ کو خزانہ عرش سے ملی ہیں۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ نازل ہوئی (فقال جبریل للنبی ضعھا علی رأس مائتین وثمانین من سورۃ البقرہ) تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس کو سورۂ بقرکی (۲۸۰) آیتوں کے بعد لکھو لیے[2]

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل نے کہا کہ آیت إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ کو فلاں سورت سے فلاں آیت کے بعد رکھو۔[3]

فقال عثمان کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات

---

[1] دارمی، [2] خازن جلد اول، [3] اتقان نوع ۱۸،

العدد فكان اذا نزل عليه الشئ دعى بعض من يكتب فيقول ضعوا هذه الآيات فى السورة التى يذكر فيها كذا وكذا رسول کریم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ اس کو فلاں سورت میں لکھو۔[1]

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجال رسول کریم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کی اول کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔[2]

عن معقل بن یسار عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلاث مرات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرأ ثلاث آیات من آخر سورۃ الحشر۔
رسول کریم نے فرمایا جو صبح کو تین مرتبہ اعوذ پڑھ کر سورۂ حشر کی آخر کی دس آیتیں پڑھے۔

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرہ من قرأ ھما فی لیلتہ کفتاہ۔ رسول کریم نے فرمایا جو آخر سورۂ بقر کی دو آیتیں رات کو پڑھے وہ اس کو کافی ہوں گی۔[3]

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب حضور نے فرما دی تھی۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ ترتیب توقیفی ہے یعنی جس آیت میں کسی دوسری آیت کا حوالہ ہے وہ آیت اس سے پہلے واقع ہوتی ہے جیسے آیت کا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ میں آیت وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ کا حوالہ ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس سورۃ میں اس سے پہلے واقع ہے۔ اسی طرح سورۂ حج میں اُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اس آیت میں جن حرام جانوروں والی آیات کا حوالہ ہے وہ سب اس سورۃ سے پہلی سورتوں میں ہیں یعنی بقر۔ مائدہ۔ انعام۔ نحل۔ اس سورۃ یعنی سورۂ حج کے بعد کسی سورت میں تا آخر قرآن نہیں۔ اسی ترتیب آیات کے متعلق حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے قال کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن فی الرقاع (ہم رسول کریم کے سامنے پرزوں پر قرآن تالیف کر رہے تھے۔ تالیف کہتے ہیں ترتیب و مناسبت سے جمع کرنے کو۔

---

[1] ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد بن حنبل۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ابن حبان، [2] مسلم، [3] بخاری

Marfat.com

ترتیب سور

رسول کریم نے فرمایا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں[1] چنانچہ یہ سورتیں اسی ترتیب سے ہیں - رسول کریم بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے[2] بعینہ یہی ترتیب ہے -

عن عائشة عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اعطیت مکان التوراۃ السبع الطول واعطیت مکان الزبور السبع المئین واعطیت مکان الانجیل السبع المثانی وفضلت بالمفصل رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے قرآن میں توریت کے بدلے سات بڑی بڑی سورتیں دی گئیں اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ سبع مثانی اور مفصل اُن سے زیادہ[3] یہی روایت واثلہ بن الاسقع صحابی سے مسند احمد بن حنبل میں ہے - قرآن کی بھی یہی ترتیب ہے -

اوس ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کے عہد میں صحابہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ قرآن کس معمول سے پڑھتے ہیں انہوں نے کہا کہ پہلے دن تین سورتیں، دوسرے دن پانچ، تیسرے دن سات، چوتھے دن نو، پانچویں دن گیارہ - چھٹے دن تیرہ، ساتویں دن قاف سے آخر تک[4]

یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے -

اوّل دن کی تین سورتیں - بقر معہ فاتحہ - آل عمران - نساء

دوسرے دن کی پانچ - مائدہ - انعام - اعراف - انفال - براءۃ

تیسرے دن کی سات - یونس - ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - نحل

چوتھے دن کی نو - بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء - حج - مومنون - نور - فرقان

پانچویں دن کی گیارہ - شعراء - نمل - قصص - عنکبوت - روم - لقمان - روم - لقمان - سجدہ - احزاب - سبا - فاطر - یٰسین -

چھٹے دن کی تیرہ - صٰفٰت - صٓ - زمر - مومن - حم سجدہ - شوریٰ - زخرف - دخان جاثیہ - احقاف - محمد - فتح - حجرات -

ساتویں دن - قاف سے آخر تک -

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ

---

[1] بخاری، [2] کنز العمال، [3] منار الہدی، [4] اتقان -

Marfat.com

فی القرآن منہا ثلاث فی المفصل وفی سورۃ الحج سجدتین یعنی عمرو بن العاص نے کہا کہ مجھ کو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے ان میں سے تین مفصل میں اور دو سورۂ حج میں ہیں۔[1]

اس حدیث سے ترتیب آیات وسور ثابت ہوتی ہے۔ قرآن میں پندرہ سجدے ہیں۔ تین مفصل میں ہیں اور دو سورۂ حج میں ہیں۔

ابوجعفر رازی نے لکھا ہے کہ وہ احادیث جن سے ترتیب سور کا پتہ چلتا ہے اس قدر ہیں کہ ان سے تمام قرآن کی سورتوں کی ترتیب ثابت ہوتی ہے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کا ترتیب رسولی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایسی ایک ہی سورت بنا لاؤ)

یہ آیت سورہ بقرہ میں ہے جو دوسری سورہ ہے۔ اس سے پہلے ایک ہی سورت ہے یعنی فاتحہ۔ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ ہ (تم ایسی دس ہی سورتیں گھڑ لاؤ) یہ آیت سورۂ ہود میں ہے جو گیارھویں سورت ہے اس سے پہلے دس ہی سورتیں ہیں۔

عن ابن وھب قال سمعت مالک یقول انما الف القرآن علی ما کانوا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سنا وہ کہتے تھے کہ قرآن جس ترتیب پر نبی کریم کو سنایا گیا اسی ترتیب پر ہے۔[2]

زید بن ثابت کان اخر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القرآن علی مصحفہ وھو اقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید لعمر بن الخطابؓ یعنی زید نے آخر میں قرآن رسول کریم کو سنایا جس طرح اس کے مصحف میں تھا۔ اور وہ قریب قریب ایسا ہی تھا جیسا ہمارا مصحف ہے۔[3]

"قریب قریب ایسا ہی تھا" اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمارا قرآن لغت قریش پر ہے۔ زید بن ثابت قریشی نہ تھے، ان کا قرآن ان کے لغت پر تھا۔

قال ابوجعفر النحاس المختار ان تالیف السور علی ھذا الترتیب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ ترتیب رسول کریم صلی اللہ وسلم کی دی ہوئی ہے۔[4]

قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمعوا بین الدفتین القرآن الذی انزلہ اللہ علی رسولہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر ان

---

[1] ابوداؤد۔ مشکوٰۃ۔ ابن ماجہ، [2] اتقان، [3] معارف ابن قتیبہ، [4] اتقان،

Marfat.com

قدموا شیئا او اخروا او وضعوا شیئا لم یاخذ وہ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما انزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا ۔ امام بغوی نے کہا ہے کہ اللہ نے جو قرآن حضور پر نازل فرمایا تھا ۔ صحابہ نے اس کو بین الدفتین جمع کیا ۔ اور جیسے رسول کریم نے تعلیم کیا ویسے ہی لکھا ۔ اسی ترتیب پر رکھا ۔ نہ کچھ کم کیا ۔ نہ کچھ زیادہ کیا ۔ نہ کچھ مقدم مؤخر کیا ۔ وہی ترتیب آج تک ہے[1]

امام ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی نے فرمایا ہے وکان یوقف جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع السورۃ والآیات فانساق السور والآیات کانساق الآیات والحروف فکلہ عن محمد صلے اللہ علیہ وسلم یعنی جبرئیل رسول کریم کو آیات اور سور کا موقع بتاتے تھے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب ایسی ہی ہے جیسی آیتوں اور حرفوں کی ۔ اور سب رسول کریم کی طرف سے ہے[2]

عن ابن عباس قال ابی بن کعب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولٓئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ ناس پڑھتے یعنی قرآن ختم کرتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھ کر دعائے خاتمہ فرماتے[3] اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن الحمد سے شروع ہے الحمد کے بعد بقرہ ہے اور قرآن سورۂ ناس پر ختم ہوتا ہے ۔

اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے ۔ عن زرارۃ بن ابی اوفی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال والمرتحل قال ما الحال والمرتحل قال صاحب القرآن یقرأ من اول القرآن الی آخرہ ومن آخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل حضور سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے فرمایا الحال والمرتحل دریافت کیا گیا حال اور مرتحل کیا ہے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والا کہ اول سے آخر تک پڑھے اور پھر آخر سے اول کی طرف عود کرے[4]

تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قرآن ختم کرتے ہیں تو آخر میں سورۂ ناس ہے اس کو پڑھ کر پھر الحمد سے شروع کر کے سورۂ بقر کے پہلے رکوع کو مفلحون تک پڑھتے ہیں پھر دعاء خاتمہ پڑھتے ہیں ۔ ان حدیثوں میں اسی کا بیان ہے ۔

---

[1] اتقان، [2] التذکار فی افضل الاذکار، [3] دارمی، [4] ص ۵۴۹ ۔

Marfat.com

ایک اور حدیث ہے جس کو جلیل القدر محدثین ترمذی، ابو داؤد، نسائی۔ احمد بن حنبل، اور حاکم نے روایت کیا ہے اُس سے ترتیب کے متعلق ایک شبہ واقع ہوتا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اس کو بیان کر کے شبہ صاف کر دیا جائے۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھو من المثانی و براءۃ وھی من المئین فقرنتم بینھما ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتموھا فی السبع الطوال فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعی بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ وکانت براءۃ من اٰخر القرآن نزولًا وکانت قصتھا شبیھۃ بقصتھا فظننت انھا منھا فقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبین لنا انھا منھا لاجل ذلک قرنت بینھما ولم اکتب بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتھا فی السبع الطوال۔ یعنی ابن عباس نے عثمان سے دریافت کیا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ براءت کو جو مئین میں سے ہے کیوں ملا دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہ لکھی اور قرآن کی بڑی سورتوں میں رکھا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ آنحضرت پر متعدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں جب کچھ نازل ہوتا تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورت میں لکھو۔ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں اول نازل ہوئیں اور براۃ آخر زمانہ میں چونکہ ان دونوں کا مضمون ملتا ہوا ہے اس لئے میں سمجھا کہ دونوں ایک ہیں مگر آنحضرت نے نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا حصہ ہے لہذا میں نے دونوں کو ملا دیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی اور قرآن کی سات بڑی سورتوں میں اس کو بھی لکھ دیا۔ رسول کریم نے وفات تک وقت تک اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم کے عہد میں بڑی سورتیں لکھی تھیں اور سوال سے ظاہر ہے کہ سوال زمانہ ترتیب قرآن سے متعلق ہے۔ عہد خلافت عثمان سے متعلق نہیں۔ پڑھنے میں ترتیب حضور نے ارشاد فرمائی تھی۔ تحریر میں ترتیب ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی۔ اور اسی طرح ہوئی جس طرح کہ رسول کریم نے فرمائی

Marfat.com

اس لئے تعلیم میں ترتیب حضور کے عہد میں رائج تھی۔ ابوبکر کے زمانہ میں جو قرآن جمع کیا گیا اس کے کاتبوں اور جمع کرنے والوں میں حضرت عثمان نہ تھے بلکہ حضرت عمر اور زید بن ثابت تھے۔

حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں جب قرآن جمع کرایا تو جمع کرنے والوں اور کاتبوں میں یہ خود شامل نہ تھے زید اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ تھے۔ اس لئے یہ سوال نہ خلافت ابوبکر کے زمانہ سے متعلق ہے نہ خلافت عثمان کے زمانہ سے اور ترتیب کا سوال ہے۔ ترتیب حضور نے فرمادی تھی اس لئے یہ سوال اسی عہد سے متعلق ہے۔

اس تمام معاملہ پر غور کرنے کے بعد اس حدیث پر نظر کرنی چاہیئے۔ اخرج النحاس فی ناسخه انه قال كانت الانفال وبراءة يدعيان فی زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم القرينتين فلذلك جعلتهما فی السبع الطوال یعنی عہد رسالت میں انفال اور براءۃ کو قرینتین کہتے تھے۔ ۱؎

اب صاف ثابت ہو گیا کہ ان کی ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اس سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ براءۃ نازل ہوئی۔ ابھی حضور اس کے متعلق فرمانے نہ پائے تھے کہ حضرت عثمان مشابہت مضمون کی وجہ سے اس کو انفال کے بعد پڑھنے لگے۔ جب یہ امر مشہور ہوا تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا اور لوگ اس کو قرینتین کہنے لگے۔ قرآن میں جس طرح اور صحابہ کے موافقات ہیں یہ معاملہ موافقات عثمانی میں سے ہے۔ اور حضور نے اس ترتیب کو پسند فرمالیا اور آخر تک آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا جزو ہے۔ اس لئے یہ علیحدہ سورت شمار ہوئی۔ بسم اللہ اس لئے نہیں لکھی گئی کہ حضور نے نہیں فرمایا۔ غرض جو کچھ ہوا ہے حضور کے سامنے ہوا ہے۔

بسم اللہ کے متعلق یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوتی تھی اس کے ساتھ نازل نہیں ہوئی اس لئے نہیں لکھی گئی اور ائمہ نے اور وجوہ بھی لکھے ہیں۔

ان ترتيب الآيات والسور ووضع البسملة فی الاوائل عن النبی ولما لم يؤمر بذلك فی اول سورة براءة تركت بلا بسملة وقال القشيری ابو نصر عبد الرحيم بن عبد الكريم والصحيح ان البسملة لم تكتب فی براءة لان جبريل ما نزل بها فی هذه السورة

۱؎ روح المعانی جلد نہم ص ۱۲۱۔

یعنی ترتیب آیات و سور اور ابتداء سورت پر بسم اللہ کا لکھنا رسول کریم کے حکم سے ہے آپ نے براءۃ پر بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے نہیں لکھی گئی۔ امام قشیری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ براءۃ میں اس لئے نہیں لکھی گئی کہ جبریل نہیں لائے بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ سورۃ براءت میں چونکہ کفار پر شدت کا حکم ہے اور اس میں آیت قتال بھی ہے اور انقطاع معاملہ کا اعلان ہے اور بسم اللہ رحم و کرم کے لئے ہے، ایسے موقع پر رحم و کرم کا کیا مذکور، اس لئے اس پر بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۃ العذاب بھی ہے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی لکھتے ہیں "سوائے سورۂ براءۃ کہ در ابتدائے آن تسمیہ نگوید چراکہ تسمیہ برائے امان است و در براءۃ آیت سیف فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ و غیر اینہا کہ دلالت بر عدم امان کفار می کنند نازل شد پس آیت امان بر سر این سورۃ مناسب نیست[1]" ایسا ہی امام سخاوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ رسول کریم نے آخر سال رمضان میں بالترتیب دو مرتبہ قرآن جبریل علیہ السلام کے ساتھ پڑھا[2]۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ حضور اور صحابہ قرآن کو تلاوت کرتے تھے۔ نماز میں پڑھتے تھے تراویح میں پڑھتے تھے۔ اور یہ امر بغیر ترتیب کے ممکن نہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کو بہ ترتیب نزول لکھ دیا جائے اور اختلاف بھی ظاہر کر دیا جائے۔

نام سورت	نمبر نزول ابن عباس کے نزدیک	عکرمہ	حسین بن الحسین	جابر بن یزید	نمبر ترتیب
علق	۱	۱	۱	۱	۹۶
ن	۲	۲	۲	۲	۶۸
مزمل	۳	۳	۳	۳	۷۳
مدثر	۴	۴	۴	۴	۷۴
فاتحہ	۰	۰	۰	۵	۱
لہب	۵	۵	۵	۶	۱۱۱
کورت	۶	۶	۶	۷	۸۱

[1] التذکار فی افضل الاذکار، [2] تحفہ نادریہ، [3] مقنع و شاطبی،

Marfat.com

نام سورت	نمبر نزول ابن عباس کے نزدیک	عکرمہ	حسین بن الحسین	جابر بن یزید	نمبر ترتیب
اعلیٰ	۷	۷	۷	۸	۸۷
لیل	۸	۸	۸	۹	۹۲
فجر	۹	۹	۹	۱۰	۸۹
ضحےٰ	۱۰	۱۰	۱۰	۱۱	۹۳
الم نشرح	۱۱	۱۱	۱۱	۱۲	۹۴
عصر	۱۲	۱۲	۱۲	۱۳	۱۰۳
عادیات	۱۳	۱۳	۱۳	۱۴	۱۰۰
کوثر	۱۴	۱۴	۱۴	۱۵	۱۰۸
تکاثر	۱۵	۱۵	۱۵	۱۶	۱۰۲
ماعون	۱۶	۱۶	۱۶	۱۷	۱۰۷
کافرون	۱۷	۱۷	۱۷	۱۸	۱۰۹
فیل	۱۸	۱۸	۱۸	۱۹	۱۰۵
فلق	۱۹	۱۹	۱۹	۲۰	۱۱۳
ناس	۲۰	۲۰	۲۰	۲۱	۱۱۴
اخلاص	۲۱	۲۱	۲۱	۲۲	۱۱۲
نجم	۲۲	۲۲	۲۲	۲۳	۵۳
عبس	۲۳	۲۳	۲۳	۲۴	۸۰
قدر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۵	۹۷
والشمس	۲۵	۲۵	۲۵	۲۶	۹۱
بروج	۲۶	۲۶	۲۶	۲۷	۸۵
تین	۲۷	۲۷	۲۷	۲۸	۹۵
قریش	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۱۰۶
قارعہ	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۱۰۱
قیامہ	۳۰	۳۰	۳۰	۳۱	۷۵

Marfat.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
ویل لکل	۳۱	۳۱	۳۱	۳۲	۱۰۴
مرسلات	۳۲	۳۲	۳۲	۳۳	۷۷
ق	۳۳	۳۳	۳۳	۳۴	۵۰
	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۹۰
طارق	۳۵	۳۵	۳۵	۳۶	۸۶
اقتربت الساعۃ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۵۴
ص	۳۷	۳۷	۳۷	۳۸	۳۸
اعراف	۳۸	(ان دو نے اس کے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی)		۳۹	۷
جن	۳۹	۳۸	۳۸	۴۰	۷۲
یٰسین	۴۰	۳۹	۳۹	۴۱	۳۶
فرقان	۴۱	۴۰	۴۰	۴۲	۲۵
فاطر	۴۲	۴۱	۴۱	۴۳	۳۵
مریم	۴۳	۰	۰	۴۴	۱۹
طٰہٰ	۴۴	۴۲	۴۲	۴۵	۲۰
واقعہ	۴۵	۴۳	۴۳	۴۶	۵۶
شعراء	۴۶	۴۴	۴۴	۴۷	۲۶
نمل	۴۷	۴۵	۴۵	۴۸	۲۷
قصص	۴۸	۴۶	۴۶	۴۹	۲۸
بنی اسرائیل	۴۹	۴۷	۴۷	۵۰	۱۷
یونس	۵۰	۴۸	۴۸	۵۱	۱۰
ہود	۵۱	۴۹	۴۹	۵۲	۱۱
یوسف	۵۲	۵۰	۵۰	۵۳	۱۳
حجر	۵۳	۵۱	۵۱	۵۴	۱۵
انعام	۵۴	۵۲	۵۲	۵۵	۶

Marfat.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
صافات	۵۵	۵۳	۵۳	۵۶	۳۷
لقمان	۵۶	۵۴	۵۴	۵۷	۳۱
سبا	۵۷	۵۵	۵۵	۰	۳۴
زمر	۵۸	۵۶	۵۶	۵۸	۳۹
مومن	۵۹	۵۷	۵۷	۵۹	۴۰
فصّلت	۶۰	۵۹	۵۹	۶۰	۴۱
شوریٰ	۶۱	۶۰	۶۰	۶۸	۴۲
زخرف	۶۲	۶۱	۶۱	۶۱	۴۳
دخان	۶۳	۵۸	۵۸	۶۲	۴۴
جاثیہ	۶۴	۶۲	۶۲	۶۳	۴۵
احقاف	۶۵	۶۳	۶۳	۶۴	۴۶
ذاریات	۶۶	۶۴	۶۴	۶۵	۵۱
غاشیہ	۶۷	۶۵	۶۵	۶۶	۸۸
کہف	۶۸	۶۶	۶۶	۶۷	۱۸
نحل	۶۹	۶۷	۶۷	۷۱	۱۶
نوح	۷۰	۶۸	۶۸	۷۲	۷۱
ابراهیم	۷۱	۶۹	۶۹	-	۱۴
انبیاء	۷۲	۷۰	۷۰	۷۱	۲۱
مومنون	۷۳	۷۱	۷۱	۷۴	۲۳
تنزیل السجدہ	۷۴	۷۲	۷۲	۶۹	۳۲
طور	۷۵	۷۳	۷۳	۷۳	۵۲
ملک	۷۶	۷۴	۷۴	۷۵	۶۷
حاقہ	۷۷	۷۵	۷۵	۷۶	۶۹
معارج	۷۸	۷۶	۷۶	۷۷	۷۰

Marfat.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
نبأ	۷۹	۷۷	۷۷	۷۸	۷۸
نازعات	۸۰	۷۸	۷۸	۷۹	۷۹
اذا السماء انفطرت	۸۱	۸۰	۸۰	۸۰	۸۲
اذا السماء انشقت	۸۲	۷۹	۷۹	۸۱	۸۴
روم	۸۳	۸۱	۸۱	۸۲	۳۰
عنکبوت	۸۴	۸۲	۸۲	۸۳	۲۹
تطفیف	۸۵	۸۳	۸۳	۸۴	۸۳
			مدنی سورتیں		
بقرہ	۸۶	۸۴	۸۴	۸۵	۲
انفال	۸۷	۸۶	۸۶	۸۷	۸
آل عمران	۸۸	۸۵	۸۵	۸۶	۳
احزاب	۸۹	۸۷	۸۷	۸۸	۳۳
ممتحنہ	۹۰	۸۹	۸۹	۹۰	۶۰
نسآء	۹۱	۹۰	۹۰	-	۴
اذا زلزلت	۹۲	۹۱	۹۱	-	۹۹
حدید	۹۳	۹۲	۹۲	-	۵۷
محمّد	۹۴	۹۳	۹۳	-	۴۷
رعد	۹۵	۹۴	۹۴	-	۱۳
رحمٰن	۹۶	۹۵	۹۵	-	۵۵
دھر	۹۷	۹۶	۹۶	-	۷۶
طلاق	۹۸	۹۷	۹۷	-	۶۵
بیّنہ	۹۹	۹۸	۹۸	-	۹۸
حشر	۱۰۰	۹۹	۹۹	-	۵۹
نصر	۱۰۱	۱۰۰	۱۰۰	۹۱	۱۱۰

Marfat.com

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
نور	۱۰۲	۱۰۱	۱۰۱	۹۲	۲۴
حج	۱۰۳	۱۰۲	۱۰۲	۹۳	۲۲
منافقون	۱۰۴	۱۰۳	۱۰۳	۹۴	۶۳
مجادلہ	۱۰۵	۱۰۴	۱۰۴	۹۵	۵۸
حجرات	۱۰۶	۱۰۵	۱۰۵	۹۶	۴۹
تحریم	۱۰۷	۱۰۶	۱۰۶	۹۷	۶۶
جمعہ	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۹۸	۶۲
تغابن	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۹۹	۶۳
صف	۱۱۰	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۰	۶۱
فتح	۱۱۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۰۱	۴۸
مائدہ	۱۱۲	۸۸	۸۸	۰	۵
توبہ	۱۱۴	۰	۰	۰	۹

ربط

قرآن مجید کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام بہت جلد ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کو بالا ستقلال وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کے بعد دوسرے مضمون کو شروع کیا جاتا ہے۔

ان حضرات نے اس طرف خیال نہیں فرمایا ہے کہ قرآن ایک دینی، دنیوی، ظاہری و باطنی قوانین کا مجموعہ ہے، اس میں ملکی، مالی، دیوانی، فوجداری ہر قسم کے ضوابط ہیں۔ عبادات و معاملات کا مکمل دستور العمل ہے۔ اخلاق کا ذخیرہ ہے۔ علوم و فنون کا مخزن ہے۔ ایسی کتاب میں اگر تفصیل و تشریح سے کام لیا جاتا تو کلام کی حد نہ رہتی اور تحمل بشری سے باہر ہو جاتا۔ اس میں ہمہ قسم کے ضوابط و علوم کے اصول بیان ہوئے ہیں اس لئے ایک امر سے دوسرے امر کی طرف جلد کلام منتقل ہوتا ہے۔ کمال یہ

Marfat.com

ہے کہ جو کسی بشر سے ممکن نہیں کہ یہ انتقال محسوس نہیں ہوتا۔ کلام کی دل آویزی میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ ہر ملک میں قوانین ہیں۔ فوجداری الگ، مالی الگ، دیوانی الگ، متفرقات الگ، وہ اس قدر مجلدات میں ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے۔ تو ایک انبار لگ جائے مگر اس پر بھی ناکافی۔ قابل داد یہ امر ہے کہ تمام دنیا کے قوانین و اصلاحات اور علوم کثیرہ کا ذخیرہ ایک معمولی جلد کی کتاب میں محصور ہے، اس کے علاوہ جو اعتراض کیا جاتا ہے اور جس صورت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ کسی عام اصلاحی کتاب اور کسی قانون میں ممکن نہیں ہے۔ قانون ایک جگہ چند فقرات میں چوری کو بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی دو تین سطر میں شراب خوری اور اس کے بعد ہی قمار بازی کو بتاتا ہے اگر وہ چوری کی تشریح کرنے لگے اور اس پر ایک پورا رسالہ لکھدے تو قانون کی انتہا نہ رہے اور ایسی کتاب قانون کی فہرست سے خارج کر دی جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات وسور میں ربط نہیں ہے۔ یہ خیال سرتا پا غلط ہے کیونکہ قرآن کا نام قرآن ہے ہی اس لئے کہ اس کی آیات وسور باہم مربوط ہیں۔ یہ کس قدر کمال کی بات ہے کہ مختلف مضامین کا بیان، مختلف مسائل کا ذکر لیکن سب مناسبت و ربط کے ساتھ۔ ربط و مناسبت کو معلوم کرنے کے لئے وسیع علم اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔ ربط کی بہت سی قسمیں ہیں۔ رابطہ کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی حسی کبھی عقلی، کبھی خیالی، کبھی تلازم ذہنی ہوتا ہے جیسا کہ سبب و مسبب، علت و معلول، نظیرین و ضدین وغیرہ علاقات میں ہوا کرتا ہے جب اس قاعدہ کلیہ کو ملحوظ رکھا جائے گا تو مناسبت کا اصول معلوم ہو جائے گا۔

اب ایک آیت کے بعد دوسری آیت کو دیکھئے۔ اگر وہ پہلی آیت کا تکملہ یا تتمہ ہے خواہ احکام میں خواہ قصص میں، خواہ استدلال میں تو ارتباط ظاہر ہے اور اگر ایک دوسرے کی تفسیر و شرح یا تاکید یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب یا کسی سابقہ بیان کا تتمہ ہے تو بھی مناسبت ظاہر ہے اور اگر دونوں جملے بطور خود مستقل ہیں تو اگر ایک دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ معطوف ہے تو ضرور ان دونوں میں علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا جیسے آیت اللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ قبض اور بسط میں علاقہ تضاد ہے، عذاب کے بعد ثواب کا، رحمت کے بعد غضب کا، ترغیب کے بعد ترہیب کا بیان

Marfat.com

جن آیات میں ہے وہاں یہ علاقہ تضاد ہی ہے۔ اور اگر ان دونوں جملوں میں عطف نہیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی رابطہ روابط ذیل میں سے ہوگا۔

(۱) تنظیر یعنی ایک نظیر کو دوسری سے ملحق کرنا۔ (۲) مضادت یعنی ایک چیز بیان کرنے کے بعد اس کی ضد کو بیان کرنا۔ (۳) استطراد یعنی ایک بات کا ذکر کرتے ہوئے اس کے مناسب دوسری بات کو بیان کر کے جلد اصل مضمون کی طرف آجاتا۔ (۴) حسن التخلص یعنی ایک بات بیان کرنے کے بعد اس کے مناسب دوسرے مضمون کی طرف اس خوبی سے منتقل ہو جانا کہ سامع کو کوخیال بھی نہ آنے پائے کہ کلام کا طرز بدل گیا ہے۔ غرض مناسبت و ربط آیات وسور کو سمجھنے کے لئے فصاحت وبلاغت کے اصول و فروع پر کافی عبور ہونا چاہیئے

اگر قرآن مجید کی تمام آیات کا ربط بیان کیا جائے تو قرآن کی برابر حجم کی تیس جلدیں بمشکل کافی ہوں گی۔ میں یہاں بطور نمونہ کے چند آیات کا ربط اجمال کے ساتھ لکھتا ہوں۔

سورۂ آل عمران پارہ سوم اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ تا عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنی جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اس عہد کے مقابلہ میں جو انہوں نے اللہ سے کیا ہے (اخفائے حق یا اختیار باطل سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں) اور اپنی قسموں کے مقابلے (حقوق العباد ومعاملات کیلئے جھوٹی قسم کھاتے ہیں) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہیں ملے گا۔ اور نہ خدا ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے سخت عذاب ہے)

اس آیت سے پہلی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا۔ یہاں خیانت فی الدین کے ساتھ ان کی معاملات میں خیانت کا ذکر اور اس پر وعید ہے۔

اس سے آگے ہے:۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ۔ تا۔ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ یعنی بے شک ان لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبان کو کتاب میں تاکہ لوگ اس کو کتاب کا جزو سمجھیں حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں آیا وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور جانتے ہیں اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین اور خیانت فی المعاملات کا ذکر تھا یہاں ان کی ایک تیسری خیانت کا ذکر ہے یعنی وہ صحائف میں تحریف کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

اس کے بعد ہے:۔ مَا كَانَ لِبَشَرٍ۔ تا۔ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی کسی بشر سے یہ بات

Marfat.com

نہیں ہوسکتی کہ اللہ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بن جاؤ، خدا کو چھوڑ کر بلکہ کہے گا کہ اللہ والے بن جاؤ۔ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور بوجہ اس کے تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو، کیا وہ تم کو کفر کی بات بتائے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو)

سابقہ آیات میں اہلِ کتاب کی خیانت فی الدین و خیانتِ معاملات اور صحف میں خیانت کا بیان تھا۔ یہاں اُن کی اس خیانت کا مذکور ہے جو وہ انبیاء اور ملائکہ کے متعلق کرتے ہیں۔

دوسرا موقعہ

سورۂ توبہ ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ، یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ، اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش اہلِ کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو اُن کو خوشخبری سُنا دے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکا دیں گے اُس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اُس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے، اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا۔ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ادب کے ہیں۔

عبارت تحت خط کا اُوپر کے فقروں سے کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بالکل بے جوڑ ہیں۔ لیکن ان میں خاص مناسبت ہے وہ یہ کہ ا۔

Marfat.com

اوپر سے بیان ہوتا آرہا ہے کہ کفار اور بُت پرستوں سے اہلِ کتاب نے بھی مشابہت پیدا کرلی ہے جس طرح انہوں نے بتوں کو معبود اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح یہود اور نصاریٰ نے عزیرؑ اور مسیح کو خدا بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ اہل کتاب اپنے علماء اور درویشوں کے فتووں پر عمل کرتے ہیں جو رشوتیں لے لے کر نئے نئے احکامات جاری کرتے ہیں اور توریت و انجیل کے احکام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور یہ اہل کتاب اندھے ہو کر ان کی تقلید کرتے ہیں۔ ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ رشوت خور پجاریوں اور ظالم رئیسوں کے کہنے سے پرانے دستور دین ابراہیمی کے قانون کو بدل دیتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ دین ابراہیمی کا مسئلہ تھا اور عرب میں دستور تھا کہ ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب یہ چار مہینے ادب و احترام کے تھے۔ ان میں جنگ جدل وغیرہ موقوف رہتی تھی۔ لیکن راہزنی اور مفسد امیروں اور پجاریوں نے یہ دستور مقرر کر دیا ہے کہ کبھی لوٹ مار مچانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ اب کے سال محرم نہیں آیا۔ یا اب کی بار محرم سے پہلے صفر آگیا۔ یا اس سال محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اور یہ جاہل ان لوگوں کے کہنے کے موافق عمل کرتے ہیں ان کو اتنی عقل نہیں کہ ابتدائے عالم سے بارہ مہینے مقرر ہیں اور کوئی مہینہ مقدم و مؤخر نہیں ہو سکتا۔ اب ربط ظاہر ہو گیا۔

قرآن مجید انسان کی ظاہری و باطنی ترقی و اصلاح کے لئے ایک قانون ہے اس کی ہر صورت ہر قصے میں عبادات، اعتقادات، معاملات، اخلاق کے متعلق احکام و مسائل ہیں۔ میں سب کی تفصیل نہیں کرسکتا اجمالاً سورتوں کا ربط بیان کرتا ہوں۔

سورہ فاتحہ۔ یہ قرآن کی پہلی سورۃ ہے۔ اس میں خداوند کریم نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا ہے کہ طلب ہدایت و اصلاح کے لئے ہم سے اس طرح درخواست کرو۔

بقرہ۔ یہ فاتحہ کے بعد ہے اس میں اس درخواست کی منظوری ہے اور ہدایت کی کتاب کا عطا ہونا اور ہدایت کے اصول و مسائل کا بیان ہے۔

آل عمران۔ اس سورۃ میں مبدا و معاد و آخرت کا بیان ہے۔ نیکی و بدی کی جزا و سزا کا مذکور ہے جس کا اہلِ ہدایت کو جاننا ضروری ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کا بیان ہے تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

نساء۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون تقویٰ پر ہوا ہے۔ اس سورت کو اسی مضمون سے

Marfat.com

شروع کیا ہے اس میں محل تقوی ہیں ایک تو وہ معاملات ہیں جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں۔ دوسرے معاملات باہمی۔ تیسرے معاملات مابین اللہ والعبد۔

مائدہ۔ سورۂ نساء کا خاتمہ اس وعدہ پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کو اس امر سے شروع کیا ہے کہ ہمارے بیان کردہ شرائع کی پوری طرح بجاآوری کرو۔ یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے آغاز و انجام میں ہے باقی پوری سورتوں میں بھی اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے۔

انعام۔ سورت سابقہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا اس میں اثبات توحید و رسالت و اصول شرائع مذکور ہیں۔ اثبات توحید و رسالت کے لئے قصص ہیں۔ اثبات قرآن، اثبات بعث کا بھی بیان ہے، اسی سلسلہ میں ان مضامین کی تائید و اثبات کے لئے منکرین کے عناد اور اُن کی وعید، مکذبین کے حالات ہلاکت، مخالفین کے رسوم قبیحہ کا مذکور ہے اور دین حق کی تعیین ہے۔

اعراف۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ دین حق کی تعیین و ترغیب و ترہیب پر ہوا تھا۔ اس سورۃ میں دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے اور معاد و نبوت اور مشرکین کے عناد و فساد کا ذکر ہے۔

انفال۔ سورہ سابقہ میں مشرکین کے جہل و فساد و عناد کا مذکور تھا۔ اس میں اس وبال کا بیان ہے جو اس جہل و عناد کی وجہ سے اُن پر آیا اور اس کے متعلق احکام ہیں۔ منکرین و مومنین دونوں کو تذکیر نعم و نقم سے بھی خطاب ہے۔

توبہ۔ انفال میں مشرکین کے عناد و وبال کا مذکور ہے اس میں اعلان نقض عہد اور محاجہ کفار بالسنان کا بیان ہے۔

یونس۔ سورہ سابقہ میں محاجہ کفار بالسنان کا ذکر تھا۔ اس میں محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے اور ابطال شرک و بیان توحید و رسالت ہے اور دین حق کی طرف اشارہ ہے

هود۔ اس میں دین حق کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس کے اظہار کا موجب اتمام حجت ہونا مذکور ہے آخر میں تسلیۂ رسول کا وعدہ ہے۔

یوسف۔ سورۂ ہود میں جو تسلیہ کا وعدہ تھا۔ یہ سورت اس کا ایفا ہے چونکہ کفار کے اقوال و افعال سے حضورؐ کو اذیت ہوتی تھی اور کفار اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے۔ اس پر حضورؐ کو حزن و ملال ہوتا تھا۔ اس سورت میں حضرت یوسف کا قصہ بیان کر کے

Marfat.com

آپ کو تسلی دی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ مخالفین سے اہل حق کو ضرر نہیں ہوتا۔ آخر میں توحید و رسالت وعدہ وعید و حقیقت قرآن کا بالاجمال مذکور ہے۔

رعد۔ اس میں سورۂ یوسف کے آخری مضامین کی تکمیل کی گئی ہے۔ لیکن رسالت کا بیان اس میں بھی بالاجمال ہے۔ حقیقت قرآن اور وعدہ وعید کا مذکور ہے۔

ابراہیم۔ اس میں مضمون رسالت کی تکمیل اور توحید و معاد کا مذکور ہے۔

حجر۔ معاد کے بعد سزا و جزا کے بیان کی ضرورت تھی۔ وہ اس سورت میں ہے اور توحید اور حقیقت قرآن و تسلیۂ رسول ہے۔

النحل۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ توحید اور عدم توحید کی وعید کے مضمون پر ہوا تھا اس میں مضامین توحید بہ پیرایۂ امتنان ہیں۔

بنی اسرائیل۔ سورۂ سابقہ کے مضامین توحید کی اس میں تکمیل کی گئی ہے اور بعض واقعات ترغیب و ترہیب کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

کہف۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ مضمون توحید پر ہوا تھا۔ اس میں مضامین توحید کے ساتھ ابطال شرک و بیان رسالت و حقارت دنیا، جزا و سزا، ذم تکبر اور جدال وغیرہ ہیں۔

مریم۔ سورۂ کہف کا خاتمہ بیان توحید و رسالت پر ہے اس میں ان کا اثبات اور معاد کا بیان ہے۔

طٰہٰ۔ سورۂ مریم کے مضامین کی تکمیل اور اُن کا بیان مدلل بطرز جدید ہے۔

انبیاء۔ اس میں توحید و نبوت اور معاد کی تحقیق ہے۔

حج۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ مضمون انذار پر ہوا تھا۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے، نبوّت کے متعلق شبہات کا جواب ہے۔ بعث و حساب جنت و دوزخ و قیامت کا مذکور ہے۔

مومنون۔ سورۂ حج کا خاتمہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے بیان پر ہے۔ اس میں ان کی تاکید و تفصیل ہے اور بیان آثار قدرت الٰہیہ، مکارم اخلاق وغیرہ کے مضامین ہیں۔

نور۔ سورۂ سابقہ کے آخر میں بیان تھا کہ خلق انسان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کو احکام کا مکلف کیا جائے۔ اور آخرت میں جزاء و سزا دی جائے۔ اس سورۃ میں احکام

Marfat.com

عملیہ اور توحید و رسالت پر ایمان لانے کا بیان ہے اور مناقب مطیعین اور مثالب عاصیان ہیں۔

فرقان۔ سورۂ سابقہ میں مثالب عاصیان تھے۔ اس میں ذم شرک و مشرکین ہے اور رسالت کا بیان، اعمال فاضلہ و معاد کا ذکر و جواب شبہات متعلق رسالت ہے۔

شعرا۔ رسالت و قرآن کی حقانیت، دلائل توحید، توبیخ منکرین۔

نحل۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ اثبات وحی و رسالت پر تھا۔ اس میں ان مضامین کی تکمیل ہے اور اثبات توحید و معاد ہے۔

عنکبوت۔ سابقہ سورۃ کا خاتمہ اس امر پر ہوا تھا کہ منکرین سعی کرتے ہیں کہ دین حق سے منحرف ہو جائیں۔ اس سورت میں استقامت علی الدین کے متعلق احکام ہیں۔

روم۔ سورۃ سابقہ میں استقامت علی الدین کے موانع کے متعلق احکام تھے۔ اس میں بعض واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو اہل ایمان کی تقویت و فرحت کا باعث ہوں اور کفار کے لعنت و عناد کی تکذیب، اثبات توحید اور بعض اعمال و مدح قرآن ہے۔

لقمان۔ سابقہ سورت کا خاتمہ مدح قرآن پر ہوا اس کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے اور ذم شرک، و ذکر معاد اور لقمان کو حکمت عطا ہونے کا مذکور ہے وہ حکمت کیا تھی معرفت حق۔

سجدہ۔ کتاب حکمت کی حقیقت کا اثبات، تسلیہ رسول، توبیخ منکرین و جواب مطاعن منکرین۔

احزاب۔ سورۂ سابقہ کا اختتام کفار کے اس طعن کے جواب پر تھا کہ وہ رسول کریم سے کہتے تھے کہ آپ جس فیصلے کو کہتے ہیں یعنی فیصلہ آخرت وہ کب ہوگا اور یہ اعتراض حقارت و تذلیل سے کرتے تھے اس سورت میں اُن کے جواب میں حضور کی منصوریت و محبوبیت کا ذکر ہے۔

سبا۔ سورہ سابقہ کا خاتمہ حمد الٰہی پر تھا اس کی ابتدا حمد سے ہے اور بیان توحید و رسالت و حقیقت قرآن و تسلیہ رسول و ترہیب کفار و اثبات توحید۔

فاطر۔ سابقہ مضمون اثبات توحید کی تکمیل و ابطال شرک و تسلیۂ رسول۔

یٰسین۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ کفار کے استکبار و انکار نبوت پر ہوا تھا۔ اس میں اثبات

Marfat.com

رسالت تسلیۂ رسول اثبات توحید ہے۔

صفت۔ دلائل توحید و بعث و رسالت۔

ص۔ منکرین رسالت کی مذمت، اثبات رسالت، تسلیہ رسول، توحید و مجازاۃ۔

زمر۔ اثبات توحید، ابطال شرک، مذمت مکذبین۔

مومن۔ توحید پر استدلال۔ تہدید مجادلین فی الحق۔ تسلیۂ رسول۔

حم سجدہ۔ توحید و رسالت و تسلیہ رسول ترغیب صبر وغیرہ۔ حقیقت قرآن توبیخ منکرین۔

شوریٰ۔ توحید و ابطال شرک۔ بعث و جزا۔ مذمت انہماک فی الدنیا۔ ترغیب طلب آخرۃ۔

زخرف۔ تحقیر دنیا۔ تہدید منکرین۔ ابطال شرک، اثبات وحی و رسالت۔

دُخان۔ اثبات توحید و وعید منکرین۔

جاثیہ۔ توحید و ثبوت معاد۔

احقاف۔ توحید و معاد۔

محمد۔ سورۂ سابقہ کا اختتام ذم منکرین پر تھا۔ اس سورت کی ابتدا اسی مضمون سے ہے۔

فتح۔ سورۂ سابقہ کے ختم میں بذل انفس و اموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی۔ اس سورت میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں۔ و اصلاح آفاق بالجہاد۔

حجرات۔ پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق الجہاد ہے اس میں اصلاح انفس بالارشاد ہے

ق۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ اشارہ وقوع مجازاۃ پر تھا۔ اس میں بعث و جزا کا مضمون ہے اس کا امکان، اس کا وقوع، اس کے واقعات وغیرہ۔

الذاریات۔ تحقیق معاد۔ ذم منکرین۔ وجزاء فریقین وعید یوم موعود۔

طور۔ پہلی سورت وعید یوم موعود پر ختم ہوئی تھی۔ اس کی ابتدا اسی مضمون پر ہے اس کے بعد مومنین کے لئے وعدہ ہے اور بحث مجازاۃ و توحید و رسالت۔

النجم۔ مضامین توحید و رسالت و مجازاۃ۔

قمر۔ پہلی سورت کا خاتمہ قرب ساعت کے مضمون پر تھا۔ اس کی ابتدا اسی سے ہے و مضامین نقم ہیں۔

رحمٰن۔ پہلی سورۃ میں مضامین نقم زیادہ تھے۔ اس میں مضامین نعم ہیں۔

Marfat.com

واقعہ۔ سورہ سابقہ میں نعم دنیویہ کے بعد قیامت و دوزخ و جنت کا بیان تھا۔ اس میں نعم دنیا سے پہلے ان کا مذکور ہے۔

حدید۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ تسبیح پر تھا۔ اس کی ابتدا تسبیح سے ہے وہاں امر تھا یہاں خبر ہے

مجادلہ۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ بیان صفت باری تعالیٰ پر تھا۔ اس کا افتتاح اسی سے ہے۔

حشر۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مذمت منافقین پر تھا۔ اور ان کا یہود سے محبت رکھنا مذکور تھا یہاں یہود کے بغض و عقوبت وغیرہ کا مذکور ہے۔

ممتحنہ۔ سورۃ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی رکھنے کی مذمت تھی۔ اس میں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات دوستی اور مشرکات سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔

صف۔ سورۃ سابقہ میں کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت تھی۔ اس میں کفار سے مقاتلہ کا بیان ہے۔

جمعہ۔ سورۃ سابقہ میں کفار کا مستحق عقوبت و قتل ہونا مذکور تھا۔ اس میں یہود کا مستحق مذمت اور وعید ہونا مذکور ہے۔

منافقون۔ سورۃ سابقہ میں یہود کا ذکر تھا اس میں اُن کے دوستوں منافقین کا مذکور ہے

تغابن۔ پہلی سورت کا خاتمہ تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت پر ترہیب پر ہے اس میں اہل تحصیل و تعطیل کے مجازاۃ کی تفصیل اور مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے اور ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور ہے

طلاق۔ سورۃ سابقہ میں ازدواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا۔ اس میں اُن کے بعض حقوق کا ذکر ہے۔

تحریم۔ سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور حقوق رسالت۔

ملک۔ سورۃ سابقہ میں حقوق رسالت کا ذکر تھا۔ اس میں حقوق توحید اور اُس کے ایفاء و اخلال پر جزا و سزا کا بیان ہے اور منکرین توحید کی طرف روئے سخن ہے۔

قلم۔ پہلی سورت میں منکرین توحید کی طرف روئے سخن تھا۔ اس میں منکرین نبوت کی طرف ہے اور کفار کے لئے عقوبت دنیویہ و آخرویہ کا مذکور ہے اور اثبات مجازاۃ کفار۔

حاقہ۔ مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں اور حقانیت قرآن۔

Marfat.com

معارج - مجازاۃ اور بعض اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے -
نوح - سورۃ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان ہے - اس میں حضرت نوح کی تکذیب پر عقوبت کا ذکر ہے - کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ اور تسلیہ رسول و عقوبت انکار رسالت ہے
جنّ - توحید و رسالت و مجازاۃ سے ترغیب -
مزمّل - سورۃ سابقہ میں کفار کو توحید و رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی اس میں اُن کے ایمان نہ لانے پر تسلیۂ رسول ہے -
مدثر - سورۃ سابقہ میں تسلیۂ رسول مقصوداً اور انذار کفار تبعاً تھا - اس میں انذار مقصوداً اور تسلیہ مذکور ہے -
قیامہ - سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان آخرت پر ہوا - اس میں احوال آخرت کی تفصیل ہے اور اثبات مجازاۃ کفار ہے -
دھر - تفصیل مجازاۃ و ترغیب و ذکر قیامت -
مُرسلات - وقوع و تفصیل کے اسباب و کیفیات مجازات -
نبا - قیامت کا بیان اور واقعات جزا و سزا -
نازعات - واقعات سورۃ سابقہ کے مکذبین کی تخویف و تکذیب و تسلیہ رسول -
عبس - سورۃ سابقہ میں قیامت کے متعلق مضامین تھے - اس میں بھی وہی مقصود ہے
تکویر - اس میں سوابق و لواحق واقعات قیامت کا بیان ہے -
انفطار - اس میں سورۃ سابقہ کے بیان کی تفصیل اور مجازات ہے -
تطفیف - مجازات اعمال کا بیان ہے - اور ان میں سے اہتمام کے لئے بعض اعمال متعلق حقوق العباد کا مذکور ہے -
انشقاق - تفصیل مجازات -
بُروج - پہلی سورۃ میں فریقین کے مجازات تھے - اس میں اہل ایمان کا تسلیہ اور کفار کے لئے وعید ہے -
طارق - تحقیق وعید کے لئے اعمال کا محفوظ رہنا - اور امکان بعث و وقوع بعث -
اعلیٰ - عمل تذکیر بالقرآن - فلاح آخرت - تنبیہ للآخرۃ -
غاشیہ - تنبیہ للآخرۃ کرنے اور نہ کرنے وال کی سزا و جزا و اثبات قدرت و

Marfat.com

بحث مجازات۔

فجر۔ سورۃ سابقہ میں مجازات فریقین کا ذکر ہے۔ اس میں معظم فریقین کے اعمال موجبۂ مجازاۃ کا بیان ہے۔

بلد۔ سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان تھا۔ اس سورت میں بھی یہی ہے مگر وہاں کثرتِ اعمال شر تھی۔ یہاں کثرتِ اعمال خیر ہے۔

شمس۔ سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ و کفریہ کے مجازاۃ اخرویہ کا بیان تھا اس میں مجازاۃ کفریہ پر مجازاۃ دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے۔

لیل۔ اس میں بھی سورۃ سابقہ کے مضمون کی تکمیل ہے اور جہات اصول و فروع کا بیان ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ وعید ہے۔

ضحٰی۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ ان افضال پر ہے جو مومنین پر ہوں گے جس میں رسول اور متبعین رسول دونوں شامل ہیں اس میں صرف ان افضال کا ذکر ہے جو رسول پر ہوئے ہیں اور بعض اعمال خیر کا مذکور ہے۔

الم نشرح۔ اس میں سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل ہے آنحضرت پر جو افضال الٰہی ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد وہ حکم مؤکد ہیں جو تکمیل و ترقی کے رکن ہیں۔

تین۔ سورۃ سابقہ میں رسول پر افضال الٰہی کا مذکور تھا۔ اس میں عام انسانوں اور عمل صالح کر کے ترقی کرنے والوں کے انعام کا ذکر ہے۔

اقرأ۔ اس میں انسان پر افضال کا ذکر اور اس کی ترقیات اور سرکشی کا مذکور ہے۔

قدر۔ اس میں انسان پر اس فضل کا ذکر ہے جو سورۃ سابقہ میں علم الانسان مالم یعلم کے عنوان سے مذکور ہے یعنی کتاب ہدایت اس کو دی گئی۔

بینہ۔ سورۃ قدر میں کتاب ہدایت کے نزول کا ذکر ہے جس کے اہل کتاب منتظر تھے اس سورۃ میں ان سے مطالبہ ہے کہ اب باطل کو چھوڑ کر اس پر ایمان لاؤ۔ اور اہل ایمان کی جزا کا ذکر ہے۔

زلزال۔ پہلی سورت کا خاتمہ اہل ایمان کی جزا کے ذکر پر ہے اس میں اس جزا کے ملنے کا وقت بتایا گیا ہے۔ اور نیکی اور بدی کے انجام کا مذکور ہے۔

عادیات۔ سورۃ سابقہ میں نیکی بدی کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ جس کو

Marfat.com

قبول کرنے میں کسی سلیم الطبع کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اس میں نہ قبول کرنے والوں کی ہٹ دھرمی اور سرکشی اور ان پر اہلِ ایمان غازیوں کی تاخت کا ذکر ہے پھر قبروں سے اٹھنے اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا مذکور ہے۔

قارعہ۔ سورۃ سابقہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا ذکر تھا۔ اس میں اس وقت کا بیان ہے یعنی قیامت اور اس کے ہولناک حوادث کی خبر دی گئی ہے۔

تکاثر۔ سورۃ سابقہ میں انسان کو ہولناک وقت سے خبردار کیا گیا تھا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حرص دنیاوی نے تم کو غافل کر دیا ہے۔ تم سے خدا کی نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا

عصر۔ سورۃ سابقہ میں حرص اموال وغیرہ سے انسان کی غفلت کا ذکر اور ہونے والے سوال کا ذکر تھا کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول اموال وجاہ ہی ہے جو کچھ ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کا حاصل کرنا کامیابی نہیں بلکہ ان پر حرص موجب خسارہ ہے۔

ھُمزہ۔ سورۃ عصر میں کہا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں ہے۔ یہاں خسارہ میں پڑنے کے اسباب کا بیان ہے۔

فیل۔ سورۂ ہمزہ میں جو اخلاق رذیلہ بیان ہوئے ہیں وہ قریش میں بہت رائج تھے اس کے بیان کے بعد اس ہولناک واقعہ کا ذکر ہے جس سے قریش کو بچایا گیا ورنہ وہ بالکل برباد ہو جاتے۔

قریش۔ اس میں قریش سے مطالبہ ہے کہ جیسا سورت سابقہ میں مذکور ہے کہ ہم نے تم کو اصحاب فیل سے بچایا جو تمہارے معبد کو ڈھانے آئے تھے اب تم بت پرستی کو چھوڑ کر اس گھر کے رب پر ایمان لے آؤ۔

ماعون۔ پہلی سورۃ میں قریش کو اپنا انعام یاد دلایا ہے۔ اس میں ان امراض روحانیہ کا ذکر ہے جو انسان کی ظاہری و باطنی خرابی کا باعث ہوتے ہیں اور یہ امراض قریش میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعض بدنصیب ایسے امراض میں مبتلا تھے کہ جو دنیا میں اپنا ذکر چھوڑ جانے کا کوئی سامان نہیں کرتے تھے۔

کوثر۔ پہلی سورۃ میں ایسے بدنصیبوں کا ذکر تھا جو اپنا ذکر خیر چھوڑنے کا کوئی سامان نہیں کرتے اس میں یہ مذکور ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جن کے سینوں میں حکمت کی نہریں جاری ہیں اور وہ اپنے ذکر خیر کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہینگے، ان بدنصیبوں کی طرح بے نشان نہ ہونگے

Marfat.com

اور رسول کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کامیاب ہیں۔

کافرون ۔ سورۂ سابقہ میں بتایا گیا ہے کہ اے رسول تمہارے لئے ہر قسم کی کامیابی ہے اور تمہاری عظمت وشوکت قرار پا چکی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ تم علی الاعلان ان کافروں سے کہہ دو کہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا۔ خواہ تم کیسی ہی سعی کرو۔ کتنا ہی لالچ دو۔ اور تجھے تم سے بھی امید نہیں کہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے۔

نصر ۔ سابقہ سورتوں میں جو رسول کو اشارۃً کامیابی کی بشارت دی گئی تھی اس میں اس کو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے اور دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کے لئے نصرت ہے

لہب ۔ سابقہ سورت میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کے لئے نصرت ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ اس کے حکم سے سرتابی کرنے والوں کے لئے دونوں جہان میں خسارہ ہے، اور مشرکین بڑے ہی خسارے میں ہیں۔

اخلاص ۔ سورۂ سابقہ میں ابولہب وغیرہ مشرکین کا بوجہ شرک خسارے میں ہونے کا مذکور تھا اس میں توحید خالص بتائی گئی ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔ نفع کی راہ یہی ہے۔

فلق وناس ۔ ان میں سورۂ اخلاص کے مضمون توحید کی دوسرے طرز پر تکمیل کی گئی ہے

قرآن عہدِ خلافتِ دوم میں

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بعض لکھنے والوں نے اپنی یادداشت کے لئے آیات قرآنی کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے تھے۔ حضرت عمر نے اس قسم کی تحریرات کو طلب کر کے تلف کرا دیا۔ تعلیم قرآن کے لئے مدارس قائم کئے تعلیم ومعلمین ومتعلمین کے لئے قواعد وضوابط بنائے، وظائف مقرر کئے۔ قرآن کی تعلیم جبری قرار دی فامر عمر بن الخطاب ان لا یقرأ القرآن الا عالم بالعربیۃ وامر ابا الاسود فوضع النحو۱؎ یعنی عمر نے حکم دیا کہ قرآن کو کوئی شخص سوائے عربی کے عالم کے نہ پڑھائے اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ قواعد نحو وضع کرے۔

ایک یہ روایت بھی ہے کہ ابوالاسود کو حکم دیا کہ اعراب ونقاط قائم کریں۔ لیکن وضع نحو اور اعراب ونقاط کا کام اس عہد میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمر شہید ہو گئے۔ اور ابوالاسود ایک عرصہ تک اس کام کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔

اس عہد میں قرآنوں کی یہ کثرت تھی کہ مصر، عراق اور شام و یمن میں ایک لاکھ نسخے قرآن

۱؎ افتخار کار فی افضل الاذکار لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی

Marfat.com

کے تھے۔ حجاز وغیرہ دیگر ممالک کا تو کیا حال ہوگا۔

حضرت اُبی بن کعب نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ حاکم کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی اس لئے یہ تفسیر پانچویں صدی تک موجود تھی[۲]

حضرت عمر نے حکم دیا کہ تراویح میں فی رکعت تیس آیتیں پڑھی جائیں تاکہ رمضان میں تین قرآن ختم ہوں (۳۰×۲۰ = ۶۰۰) (۶۰۰×۱۰ = ۶۰۰۰)[۳]

اور کل تعداد آیات بموجب اقوال عامہ (۶۶۶۶) ہے باقی (۶۶۶) انہی ایام میں پوری کرلی جاتی تھیں اس طرح تیس دن میں تین ختم ہوتے تھے۔ اس عمل سے خیال ہوتا ہے کہ آیات کا شمار اُن کے عہد میں ہوا۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ آیات کی تخمیس و تعشیر کی جائے یعنی پانچ پانچ دس دس آیتوں پر نشان لگا دیئے جائیں لیکن بعض اصحاب اس عمل کو مکروہ جانتے تھے عن مسروق کان عبد اللہ بن مسعودؓ یکرہ التعشیر فی القرآن یعنی عبد اللہ تعشیر کو قرآن میں مکروہ جانتے تھے[۴]

امام دانی رحمۃ اللہ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ فواتح السور۔ رؤس الآیات تخمیس و تعشیر کو بعض اصحاب مکروہ جانتے تھے اور مٹا دیتے تھے۔ صحابہ کی تقلید پر بعض تابعی اور تبع تابعی بھی اس کو ناپسند کرتے تھے۔ اشہب سے روایت ہے کہ امام مالک قرآن مجید میں جو سُرخ یا دوسری روشنائی سے عشرات کے نشانات بنائے جاتے تھے ناپسند کرتے تھے[۵]

تخمیس و تعشیر کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کرایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے کرایا۔ مگر روایات و بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات، رکوع، اجزاء، تخمیس و تعشیر، فواتح السور یہ سب کام صحابہ کر چکے تھے۔ چونکہ اس میں اختلاف تھا کہ نشانات لگائے جائیں یا نہیں اور بعض جلیل القدر اصحاب اس کے مخالف تھے۔ اس لئے تابعین و تبع تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ اور یہ عام طور پر رائج نہ ہو سکے۔ حجاج اور خلیفہ ہارون رشید نے اس کو رائج کرایا۔

امام دانی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تخمیس و تعشیر، فواتح سور صحابہ نے کر دیئے تھے[۶] حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا قرآن جو کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں ہے اس میں ہر سورۃ پر سورۃ کا نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ تمام کام صحابہ

---

[۱] کتاب الفصل، [۲] رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی، [۳] شرح احیاء العلوم، [۴] کتاب المصاحف ابی داؤد [۵] ... [۶] جامع احکام القرآن۔

Marfat.com

کے عہد میں ہوا ہے۔

قرآن عہد خلافت سوم میں

حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے عہد میں اسلامی فتوحات کی تکمیل ہوئی۔ اور بہت سے نئے ممالک و بلاد قبضے میں آئے۔ اسلام و قرآن تمام ہی ممالک و اقوام میں پہنچ گیا تھا۔ رسول کریم کے صحابی قریب قریب سبھی جگہ پہنچ گئے تھے۔ اور تابعین کی کثرت ہوگئی تھی۔ حفظ قرآن کرنے والے ناظرہ پڑھنے والے، لکھنے والے کروڑوں ہوگئے تھے۔ اس عہد کے لکھے ہوئے قرآنوں کا شمار نہیں بتایا جاسکتا۔

ملک عرب کے حصص اور قبائل کی زبان میں مثل دیگر ممالک و السنہ کی بعض الفاظ و محاورات میں اختلاف تھا۔ یہ اختلاف ایسا تھا کہ معنی و مفہوم میں فرق نہیں آتا تھا۔ جیسے دہلی لکھنؤ کی اردو میں (نہیں) بولتے ہیں۔ حیدرآباد کی اردو میں اس کی جگہ (نکو) دہلی میں اکیلا کہتے ہیں۔ حیدرآباد والے کیلا بولتے ہیں۔ اسی طرح قبائل عرب کے لب و لہجہ میں اب بھی اختلاف ہے۔ بنو تمیم ہمزۂ ابتدا کو (ع) بولتے تھے۔ اسلم کی جگہ عسلم بولتے تھے۔ بعض قبائل مضارع کو مفتوح پڑھتے تھے بعض مکسور۔

قریش اور بنو اسد مضارع کی تی کو ضمہ یا فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ جیسے تَفعل تُفعل دوسرے قبیلے والے کسرہ کے ساتھ تِفعل کہتے تھے۔ بنو اسد ع کو ن کر دیتے تھے جیسے اعطی کو انطی کہتے تھے[1] اس سے اختلاف معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے پنجابی بھائی ق کی جگہ ک بولتے ہیں۔ قلم کو کلم کہتے ہیں مگر لکھتے قلم ہی ہیں۔ اہل دکن ق کو خ اور خ کو ق بولتے ہیں۔ یعنی قلم کو خلم۔ خزانہ کو قزانہ بولتے ہیں مگر لکھتے قلم اور خزانہ ہی ہیں لیکن بعض دفعہ سہواً جو حروف زبان سے نکلتے ہیں وہ تحریر میں بھی آجاتے ہیں مکرمی جناب مولوی فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ حیدرآباد دکن نے محلہ جوبلی ہل حیدرآباد میں ایک کوٹھی خریدی۔ کبھی وہاں رہتے، کبھی محلہ عابد شاپ کی کوٹھی میں۔ جب جوبلی ہل میں رہتے ہیں۔ تو وہاں سے ضروری اشیاء کی فہرست آجاتی ہے۔ یہاں سے منشی صاحب اشیاء خرید کر بھیج دیتے ہیں ایک مرتبہ جو فہرست آئی اس میں پان، سپاری، مسالہ، سبزی، فروٹ وغیرہ اشیاء لکھی ہوئی تھیں انہی میں رخسہ بھی لکھا ہوا تھا۔ ہمارے دوست مسٹر ریاض الحق صاحب علیگ سہارنپوری

---

[1] الافراد مطبوعہ بیروت ص۵۶۔

Marfat.com

(مولوی صاحب کے سیکرٹری) پرچہ دیکھ کر متحیر ہوئے کہ خیمے کی کیا ضرورت پیش آئی - اور کس قسم کا خیمہ درکار ہے - آخر فون کیا تو جواب ملا دو سیر حب سمجھ میں آیا کہ یہ (قیمہ) کی خرابی ہے -

عربی اختلاف کا نمونہ خود حدیث میں مذکور ہے، اہل قریش (تابوت) کہتے تھے، زید بن ثابت (تابوہ) - معنی و مطلب دونوں کا ایک، لیکن یہ خیال ضرور ہوتا تھا کہ یہ اختلاف غیر ممالک اقوام میں پہنچ کر جو رنگ لائے گا وہ کتاب اور معنی مطلب دونوں میں تحریف کا باعث ہوگا - اس قسم کا اختلاف شام وغیرہ میں زیادہ پھیلتا جاتا تھا - حضرت حذیفہ بن الیمان جب ۲۵ھ میں غزوۂ آرمینیا و آذربیجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمان سے اس اختلاف کا تذکرہ کیا - یہ حدیث ترمذی میں ہے :-

عن انس ان حذیفة قدم علی عثمان وکان یغازی اهل الشام فی فتح ارمنیة و آذربیجان مع اهل العراق فرأی حذیفة اختلافهم فی القرآن فقال لعثمان بن عفان یا امیرالمؤمنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب کما اختلف الیهود والنصاری فارسل الی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیك فارسلت حفصة الی عثمان بالصحف فارسل عثمان الی زید بن ثابت وسعید بن العاص وعبدالرحمن بن الحارث بن هشام وعبدالله بن الزبیر ان انسخوا الصحف فی المصاحف وقال للرهط القرشیین الثلاثة ما اختلفتم انتم وزید بن ثابت فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم حتی نسخو قال الزهری وحدثنی خارجة بن زید ان زید ا لی فقدت آیة من سورة الاحزاب کنت اسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرؤها من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر فالتمستها فوجدتها مع خزیمة بن ثابت او ابی خزیمة فالحقتها فی سورتها - هذا حدیث حسن صحیح وهو حدیث الزهری ولا نعرفه الا من حدیثه ، یعنی انس کہتے ہیں کہ حذیفہ آذربیجان کے غزوہ سے واپس ہو کر خلیفہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں میں قرآن کی قراءت میں بہت اختلاف ہوگیا ہے قبل اس کے کہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح گمراہ ہوں، آپ اس کا انتظام کر دیجئے - خلیفہ نے ام المؤمنین حفصہ سے وہ صحیفے طلب کئے (جو حضرت ابوبکر نے جمع کرائے تھے) اور کہا کہ وہ بھیج دو میں ان کی نقلیں کرا کر تم کو واپس بھیج دونگا اور حضرت عثمان نے زید، سعید، عبدالرحمن عبداللہ کو نقل کرنے پر مامور کیا اور فرمایا کہ اگر باہم اختلاف ہو تو لغت قریش پر لکھو - ان لوگوں نے نقلیں کیں جن کو حضرت عثمان نے

Marfat.com

اطراف میں بھیج دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے زید کے بیٹے خارجہ نے بیان کیا کہ سورۂ احزاب کی اس آیت کو جسے میں نے آنحضرت کو پڑھتے سنا نہیں پایا۔ تلاش کی تو خزیمہ کے پاس سے ملی میں نے اس کو اپنی جگہ پہ رکھ دیا۔

اختلاف سے متعلق پہلے لکھا جاچکا ہے کہ کس قسم کا اختلاف تھا۔ جمع عثمانی کی کیفیت اس طرح مذکور ہے فقام عثمان فقال من کان عندہ من کتاب اللہ شئ فلیأتنا بہ وکان لا یقبل من ذالک شئ حتی یشھد علیہ شاھدان یعنی حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کیا کہ جس کسی کے پاس کچھ قرآن لکھا ہو وہ ہمارے پاس لائے اور وہ نہیں قبول کرتے تھے بغیر دو گواہوں کے[1]

مولانا عبدالحق حقانی دہلوی نے اس کو ذرا اور تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے پھر زید بن ثابت کو اس (نسخۂ ابوبکر) سے نقل کرانے پر مامور فرمایا۔ زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی اہتمام کیا جیسا عہد ابوبکر میں کیا تھا پھر وہ اجزاء جمع کئے اور حفاظ کو بھی شریک کیا۔ اور وہ نسخہ (ابوبکر والا) بھی سامنے رکھا اور مسجد کے دروازے پر دو شخص بٹھا دیئے ان میں ابی ابن کعب بھی تھے کہ آتے جاتے نمازیوں سے کہیں کہ جس کے پاس جس قدر قرآن ہو دو گواہوں کی شہادت سے پیش کرے (ایک کتابت اور دوسرا حفظ) اور اپنے ساتھ اہتمام میں عبداللہ بن زبیر سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث، ابن ہشام و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبداللہ بن عباس کو بھی شامل کیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ بارہ صحابی اس کام پہ مامور کئے تھے اس طرح قرآن لکھا گیا ابوبکر والا نسخہ حضرت حفصہ کے گھر بھیج دیا گیا۔ چونکہ عثمان کے عہد میں پھر از سرنو اہتمام کیا گیا تھا۔ اس لئے جامع القرآن مشہور ہوئے[3]

علامہ بدرالدین عینی نے اس روایت کا دوسرا طریق بیان کیا ہے جو ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع عن ابن شہاب سے ہے اس آیت کے نہ ملنے کے واقعہ کو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت کا واقعہ بتایا ہے جس کا ذکر بیان جمع قرآن عہد خلافت اوّل میں آچکا ہے[4]

ایسا ہی علامہ ابن کثیر نے فضائل القرآن میں لکھا ہے۔ اس جمع سے اس فقرے کا تعلق نہیں۔

غرض لغت قریش کے موافق زید بن ثابت وغیرہ نے ایک نسخہ تیار کیا۔ اس زمانہ تک قرآن ایسی قراتوں پر پڑھتے جن پر سبعۃ احرف کا اطلاق ہوتا تھا[5] اب سب ایک لغت پر متفق ہو گئے اس نسخہ کا نام مصحف الامام ہوا جس کو حضرت عثمان نے اپنے لئے رکھا[6]۔ اس پر لکھا گیا ھذا ما جمع علیہ

---

[1] کنز العمال کتاب الاذکار باب جمع القرآن - [2] تاریخ الحدیث۔ [3] البیان فی علوم القرآن۔ [4] عمدۃ القاری باب جمع القرآن [5] اتقان نوع ۱۸ [6] تفسیر جلد اول

Marfat.com

جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منہم زید بن ثابت وعبداللہ بن الزبیر وسعید بن العاص آگے اور اصحاب کے نام ہیں[1]۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ قرآن ۳۰ھ میں لکھا گیا لیکن امام ابن حجر نے لکھا ہے کہ ۲۵ھ میں لکھا گیا[2] یہی صحیح ہے کیونکہ غزوۂ آذربیجان جس کا ذکر حدیث میں ہے ۲۵ھ میں ہوا۔

اس عہد میں بھی قرآن خط حیری میں لکھا گیا اس عہد کے مرقومہ قرآن اب تک موجود ہیں۔

چونکہ عبداللہ بن عمر صحابی سے رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ گویا یہ زیادہ سے زیادہ مدت ختم قرآن کی آپ نے فرمائی تھی اور رمضان میں بھی کم سے کم ایک قرآن کا ختم ہونا ضروری ہے۔ اس لئے حضرت عثمان نے جو قرآن لکھائے وہ تیس جزو پر تھے (اس زمانہ میں جزو دس ورق کا مانا جاتا تھا) اعراب و نقاط کا رواج لکھنے میں اس عہد تک نہیں ہوا تھا۔ اسماء سور اور تخمیس و تعشیر کے نشانات لکھے جاتے تھے۔ رکوع کی تقسیم بھی حضرت عثمان نے کی قرآن لکھانے میں اس درجہ احتیاط کی گئی کہ ایک حرف بھی ادھر سے ادھر نہ ہو سکا اور وہی رسم الخط رہا جو جبرئیل نے حضور کو تعلیم کیا تھا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان والذین یتوفون منکم الآیۃ قال قد نسختھا الآیۃ الاخری فلم تکتبھا او تدعھا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منہ من مکانہ

یعنی عبداللہ بن زبیر جب قرآن لکھ رہے تھے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس میں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا[3]

چونکہ رمضان میں ایک قرآن کا ختم مسنون ہے اور رسول کریم نے ختم قرآن کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ فرمائی ہے۔ اس لئے حضرت عثمان نے تراویح میں دس آیت فی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ایک مہینے میں قرآن ختم ہو سکے[4]

(۱۰×۲۰ = ۲۰۰) (۲۰۰ × ۳۰ = ۶۰۰۰) اور کل آیات کی تعداد (۶۶۶۶) ہے باقی آیات کو انہیں ایام میں پورا کیا جاتا تھا۔

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اختلاف قرأت تو آج تک موجود ہے۔ حضرت عثمان نے کونسا اختلاف مٹایا۔ ان کو معلوم نہیں کہ صحابہ کی قرائتیں کتابوں میں موجود ہیں اور اکثر قرائتیں جاری ہیں یہ اختلاف قرأۃ مقصود نہیں بلکہ اختلاف لغت سے جو اختلاف قرأت واقع ہوتا تھا وہ مراد ہے جس کی نظیریں پیش کی جا چکی ہیں جیسے ہو سعد عِوں پڑھتے تھے اور اعمی کو اعمیٰ کہتے تھے یہ اختلاف مٹایا

---

[1] نفح الطیب مصری جلد اول صفحہ ۔ [2] فتح الباری ۔ [3] بخاری کتاب المغازی [4] شرح احیاء العلوم

Marfat.com

گیا ہے۔

حضرت عثمان سے جب لوگوں نے بغاوت کی تو آن پر بعض معاملات میں الزامات تراشے گئے بعض فقہی مسائل کے اختلاف کو بناء فساد بنا یا گیا اور طعن کئے گئے لیکن قرآن کے معاملہ میں ان کو کوئی کچھ نہ کہہ سکا اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انہوں نے اس میں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہایت احتیاط سے کام کرایا۔

غرض جب ایک نسخہ قرآن کا مرتب ہو گیا پھر اس کی سات نقلیں کرائی گئیں۔ ایک مدینہ میں رکھی گئی اور چھ مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین کو بھیجی گئیں۔ عبداللہ بن سائب مکہ کو، مغیرہ بن شہاب شام کو، ابو عبدالرحمٰن سلمی کوفہ کو عامر بن قیس بصرہ کو لے گئے۔ یمن و بحرین کے متعلق مجھ کو پتہ نہیں چلا کہ کون بزرگ لے گئے۔ جب یہ قرآن مکمل ہو گئے۔ اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا۔ متفرق تحریرات تلف کر دی گئیں تا کہ آئندہ کسی کو جعلسازی اور فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے۔

یہ قرآن کی تیسری تدوین تھی۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ قرآن تین دفعہ مدون ہوا۔ ایک دفعہ عہد رسول میں، دوسری دفعہ عہد خلافت ابوبکر میں، تیسری دفعہ عہد عثمانی میں حضرت عثمان کے عہد کے جو نسخے موجود ہیں ان میں سورتوں کے نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشانی ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مصحف مطلا دیکھ کر فرمایا کہ قرآن کی زینت اس کی تلاوت ہے[1]۔

اختلاف مصاحف

مصحف ابن مسعود

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مصحف اس مصحف کے خلاف تھا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا، اول عہد رسول، دوسرے مختلف سورتیں، پھر مکمل قرآن جو اپنی معلومات کے مطابق بترتیب نزول لکھا تھا۔ تیسری بار عہد صدیقی میں یہ بیان عہد صدیقی کے قرآن کے متعلق ہے۔ اس مصحف میں اور اس میں کیا اختلاف تھا

---

[1] کنز العمال جلد اول صفحہ ۳۲۱۔

Marfat.com

نہ تعداد سور میں اختلاف تھا۔ نہ آیات میں نہ ترتیب میں چونکہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن سبعۃ احرف پر نازل ہوا ہے اس لئے انہوں نے قرآن اپنے قبیلہ کے لغت پر لکھا تھا امام ابن حزم نے لکھا ہے مصحف ابن مسعود انما فیہ قراءتہ یعنی ابن مسعود کا مصحف اُن کی قرأت پر تھا[1] اور یہ قرآن لغت قریش پر ہے۔ عہد عثمانی میں جب باجماع صحابہ قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا تو اُن کو اختلاف ہوا لیکن پھر انہوں نے رجوع کر کے قرآن لغت قریش ہی پر لکھا جو آج تک موجود ہے۔

اختلاف لغات کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ یہ صرف ادائے حروف میں تھا۔ اس سے معنی و مطالب پر کچھ اثر نہیں پڑتا تھا۔ اہل یمن س کو ت سے بدل دیتے تھے، بجائے الناس کے النات بولتے تھے۔ معنی وہی تھے۔ آدمی۔ اور ک کو ش سے بدلتے تھے۔ بجائے کلام کے شلام بولتے تھے۔

قبیلہ ہذیل ح کو ع سے بدل دیتے تھے حتیٰ کو عتی بولتے تھے۔

قبیلہ حمیر لام تعریف کو میم سے بدل دیتے تھے بجائے الشمس والقمر کے امشمس وامقمر بولتے تھے۔

قبیلہ قضاعہ (یائے مشددہ یا مخففہ یا مفتوحہ) کو جیم سے بدل دیتے تھے۔ عشی کی جگہ عشج بولتے تھے۔ ہاں اس زمانہ میں اس اختلاف سے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا۔ جیسے ہندوستان میں دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ پنجاب والے کلم۔ حیدر آباد والے خلم معنی مطلب ایک ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ جن کے اختلاف کی مثالیں نقل کی ہیں۔ جب غیر ممالک و اقوام میں پہنچے اور کچھ زمانہ گذر جاتا تو کیا ہوتا۔ یہ صورت تھی مصحف عثمانی سے بعض صحابہ کے اس اختلاف کی مثال حدیث میں بھی بتائی گئی ہے۔ قریش تابوت بولتے تھے زید بن ثابت (تابوہ)

مصحف زید بن ثابتؓ

زید بن ثابت کے قبیلہ کا لغت قبیلہ قریش سے ملتا جلتا تھا۔ اس لئے اُن کے مصحف کے متعلق کہا گیا ہے اقرب المصاحف من مصحفنا یعنی زید کا قرآن ہمارے قرآن سے قریب تھا۔

---

[1] کتاب الفصل جلد ثانی صـ‍ـ۷۷ـ۔

مصحف اُبیؓ بن کعب

یہ بھی قریشی نہ تھے۔ ان کا قرآن بھی اُن کے قبیلے کی قرأت پر تھا۔ قرآن کی دوسری صورتیں فی الفور نابود نہیں ہو گئی تھیں۔ خصوصیت سے ہمیں اُبی کے نسخہ کے متعلق کچھ اطلاعات ملتی ہیں۔ جو فہرست اس کی سورتوں کی دی گئی ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابی کے نسخے میں وہی کچھ تھا جو موجودہ قرآن میں ہے اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ابی کے مصحف کی بنا بھی اسی اصل مصحف پر ہوگی جو زید نے جمع کیا تھا۔ یہی بات ابن مسعود کے مصحف پر بھی صادق آتی ہے اور اس کی فہرست مضامین سے بھی جو ہم تک پہنچی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی سورتوں یعنی طوال کو پہلے رکھنے میں ابن مسعود نے زید سے بھی بڑھ کر عمل کیا ہے۔[1]

مصحف علیؓ

پڑھے لکھے تمام اصحاب رسول کریم نے حضور کے عہد میں قرآن لکھا۔ مگر اس کی وہی چند سورتیں تھیں جو ہم نے بیان کتابت میں لکھی ہیں۔ حضرت علی نے بھی حضور کی حیات میں اپنی معلومات کے موافق بترتیب نزول لکھا جب حضور کی وفات ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ اب کلام ختم ہو گیا اب اس میں ناسخ و منسوخ بھی نہیں ہوگا اس میں اور کچھ نہیں آئے گا۔ اس وقت صحابہ نے اس ترتیب پر قرآن لکھا جس ترتیب پر حضور پڑھتے تھے اور وہی ترتیب اب تک جاری ہے اس کے متعلق کسی صحابی کا اختلاف کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اختلاف قرأۃ تھا، حضرت عثمان رضؓ نے سب کے اجماع سے سب کو لغت قریش پر جمع کر دیا۔ اختلاف مصاحف کے متعلق جو روایات ہیں وہ عہد رسول کے لکھے ہوئے مجموعوں اور ترتیب سے قبل کی تحریرات سے متعلق ہیں ترتیب کے بعد کوئی قرآن خلاف ترتیب نہیں لکھا گیا۔ ترتیب سے قبل جس جس قسم کے لکھنے والے تھے اُن کی تفصیل ہم نے کہیں لکھ دی ہے۔

جامع قرآن

حضرت عثمان کو ہمیشہ سے جامع قرآن کہتے چلے آئے ہیں۔ نئے مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ خطاب غلط مشہور ہو گیا۔ میرے نزدیک اُن کا یہ خطاب صحیح ہے۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔

Marfat.com

جمع سے ایک تو یہ مطلب ہے کہ بہمہ وجوہ رسول کریم سے حاصل کیا ہو۔ حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی تھے، عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ سب سے مقدم رہے ہوں گے۔ جمع سے مراد کتابت بھی ہے اس میں بھی وہ سب سے مقدم رہے ہوں گے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وابن ابی داؤد در کتاب المصاحف و دیگر محدثان معتبر روایت کردہ اند کہ چوں مصریاں در خانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ برائے کشتن در آمدند مصحف مجید پیش روئے ایشاں بود و می خواندند اول آں اشقیاء برہردو دست ایشاں شمشیر زدند خون ایشاں جاری شد و برہمیں آیت افتاد۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ایشاں بیک دست خود خون را از مصحف دور می کردند۔ و می فرمودند کہ قسم بخدا کہ ایں دست اول دستے است کہ نوشتہ مفصل قرآن را۔[1]

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کتابت و جمع قرآن سے حضرت عثمان فارغ ہوئے وفی الریاض من حدیث الوثور الفهمی عن عثمان ولقد جمعت القرآن علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم

ازالۃ الخفا میں جو حدیث جمع قرآن کے متعلق بیان جمع قرآن میں نقل کی جا چکی ہے اس میں قرآن جمع کرنے والوں میں پہلے حضرت عثمان کا نام ہے۔ قرآن کی سورتوں میں انفال و برأۃ کی ترتیب ان کی رائے کے موافق ہوئی ہے۔ آخر میں یہ کہ انہوں نے ایک لغت پر سب کو جمع کر دیا اور قرآن مرتب کرایا۔

ان تمام امور پر نظر کرنے سے یہ خیال صحیح طور پر قائم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا یہ قدیم خطاب صحیح اور ان کے لئے موزوں ہے۔

قرآن عہد خلافت چہارم میں

حضرت علی کا عہد خلافت خانہ جنگی اور اضطراب میں گزرا۔ آپ کے عہد میں صرف اس قدر ہوا کہ کثرت سے قرآن لکھے گئے تعلیم عام رہی۔ صاحبزادگان والاشان نے بھی قرآن لکھے۔ خلیفہ نے اپنے شاگرد ابوالاسود کو چند ہدایات لکھ کر دیں کہ ان کے موافق قواعد نحو مرتب کرے[2] تاکہ فہم قرآن میں سہولت ہو اور حفاظت قرآن کو تقویت ہو۔ آیندہ علوم قرآنی کا سنگ بنیاد یہی اصول ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ نے تفسیر لکھی۔ اس تفسیر کے متفرق نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ حضرت علی اور صاحبزادگان کے لکھے ہوئے قرآن اور سیپارے اکثر

---

[1] فتح العزیز، [2] حاشیہ اجر حمید،

Marfat.com

کتب خانوں میں موجود ہیں اور بھی اس عہد کے قرآن ہیں۔ اس زمانہ تک بھی نقاط و حرکات کا تحریر میں رواج نہیں ہوا تھا۔

قرآن اور خاندانِ رسالت

حضرت علی اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم مشہور کاتبین قرآن و حفاظ و قراء میں سے تھے ان حضرات کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔

مفسرین قرآن میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس (رسول کریم کے چچا زاد بھائی) سب سے بڑے مفسر مانے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ کا لقب حبرالامۃ اور ترجمان القرآن تھا۔ ازواج مطہرات میں امہات المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت حفصہؓ حافظ و قاری و مفسر تھیں۔ حضرت اُم سلمہ قرآن بالکل رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

ابوبکر عاصم بن ابی النجود (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) کا سلسلۂ تلمذ حضرت علی سے بھی ملتا ہے کیونکہ یہ شاگرد تھے ابوعبدالرحمٰن بن خبیب السلمی کے اور ابوعبدالرحمٰن نے حضرت علی سے قرأت سیکھی۔

امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ قاری بھی تھے اور قرآن بھی لکھتے تھے۔

امام باقر بن امام زین العابدین مشہور قراء میں سے تھے۔

امام جعفر صادق بن امام باقر بڑے مشہور قاری تھے۔ ابوعمارہ بن حبیب الزیات معروف بہ حمزہ (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) امام جعفر کے شاگرد تھے۔ اور امام جعفر کا سلسلہ سند اُن کے جدِ اعلیٰ حضرت علی اور حضرت ابی کعب سے ملتا ہے۔

عبداللہ بن عباس صاحب تفسیر ہیں، امام باقر بھی صاحب تفسیر ہیں اُن کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔ مشہور قاری نافع بن عبدالرحمٰن شاگرد تھے شیبہ بن نصاح کے اور شیبہ شاگرد تھے ابن عباس کے۔

مشہور مفسرین امام مالکؒ سفیان ثوری امام جعفر کے شاگرد تھے۔

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر قاری تھے اور قرآن لکھتے تھے۔

مشہور امام و مفسر و محدث و مجتہد و فقیہہ امام حسن بصری نے ام المومنین ام سلمہ کا دودھ پیا تھا۔ صوفیاء ان کو حضرت علی کا شاگرد کہتے ہیں۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ مگر

Marfat.com

امام حسن کے فیض یافتہ ہونے میں شک نہیں۔

حدیث قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اصطلاح محدثین میں اصح الاسانید اس روایت کو کہتے ہیں جس کو امام زین العابدین اپنے والد ماجد امام حسین اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی سے روایت کیا ہو۔

حضرت عائشہ اور حضرت علی نے قرآن کی آیتوں کا شمار کیا۔ امام جعفر نے آیات کی تقسیم بنائی کہ اس قدر آیات جہاد میں و اس قدر معاملات وغیرہ کی۔ اس کی تفصیل دوسرے موقعہ پر ہوگی۔

غرض ہر ملک اور ہر زمانہ میں خاندان رسالت سے قرآن کی خدمت ہوتی رہی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ان مشہور سات قراء میں ہیں جو صحابہ میں ممتاز تھے۔ قراء صحابہ میں ابی بن کعب کو اقرء القوم کا خطاب تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرأت رائج تھی۔

شیعہ مذہب کی مستند کتاب اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر میں امام جعفر صادق کی حدیث ہے (اما نحن فنقرء علی قراءۃ ابی رہ) یعنی ہم ابی بن کعب کی قرأت پر قرآن پڑھتے ہیں۔

مولوی سید محمد ہارون خان مجتہد اپنی کتاب علوم القرآن مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء میں لکھتے ہیں "۔ قاریان قرآن جن کی قرأت پر اعتماد ہو سکتا ہے ان میں سے

ایک ابو جعفر یزید بن قعقاع ہے جو عبداللہ بن عباس کا شاگرد ہے اور وہ ابی بن کعب کا اور وہ رسول اللہ کا۔

دوسرا نافع بن عبدالرحمٰن ہے اس نے ابو جعفر سے پڑھا ہے اور نیز شیبہ بن نصاح سے اور یہ شاگرد ہیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔

تیسرا عاصم ہے جس کی دو روایتیں ہیں ایک روایت حفص بن سلیمان بزار سے۔ دوسری ابو بکر بن عیاش سے۔

چوتھا حفص ہے اس کی چار روائتیں ہیں۔

پانچواں۔ حمزہ بن حبیب الزیات ہے جس کی سات روائتیں ہیں۔

چھٹا ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی ہے جس کی چھ روایتیں ہیں۔

ساتواں۔ خلف بن ہشام بزار ہے۔

آٹھواں۔ ابو عمرو بن علا ہے جس کی تین روایتیں ہیں۔

Marfat.com

نواں یعقوب ہے جس کی تین روائیتیں ہیں۔

دسواں عبداللہ بن عامر ہے۔

جن میں سے سات زیادہ مشہور رہیں۔ عاصم جن کا ذکر انہوں نے نمبر تین پر کیا ہے ان کا سلسلہ تلمذ حضرت علی سے بھی ہے کیونکہ عاصم نے ابو عبدالرحمٰن بن غلیب السلمی کی بھی شاگردی کی ہے اور ابو عبدالرحمٰن حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اور امام القراء حمزہ (جو قراء سبعہ میں ہیں) امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔

قرائے صحابہ رض

عہدِ رسالت و زمانۂ خلافت میں جو کوئی بھی قرآن سیکھتا تھا وہ باقاعدہ پڑھتا تھا اسی طرح سبھی قاری تھے۔ اس جماعت میں جنہوں نے مکمل قرآن باقاعدہ حفظ کیا زیادہ مشہور اصحاب ذیل تھے:۔

ابوبکر بن صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب۔ ابی بن کعب۔ ابن مسعود۔ زید بن ثابت۔ ابو موسیٰ اشعری۔ ابوالدرداء۔ سالم۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ حذیفہ۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبدالرحمان بن عوف۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ خالد بن الولید۔ عبادہ بن الصامت۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عبداللہ بن السائب۔ ابوزید۔ مجمع بن جاریہ۔ سلمہ بن مخلد۔ تمیم الداری۔ عقبہ بن عامر۔ انس بن مالک۔ عیاش۔ ابوالحارث۔ عبداللہ بن عباس قرشی۔ فضالہ بن عبید انصاری۔ واثلہ بن الاسقع۔ امام حسن۔ امام حسین۔

صحابیات میں۔

حضرت عائشہ۔ حضرت حفصہ۔ حضرت ام سلمہ۔ ام ورقہ بن نوفل[1]

ان مشاہیر میں سات اصحاب ایسے ہیں جن کی سند سب سے زیادہ مسلم ہے۔ من جملتھم سبعۃ اعلام دارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابوموسی الاشعری وابوالدرداء یعنی ان میں سات امام یہ ہیں۔ عثمان، علی، ابی، ابن مسعود، زید، ابوموسیٰ۔ ابوالدرداء[2]

---

[1] کتاب القراءۃ ابوعبیدہ وابوداؤد [2] طبقات القراء

ان میں ابی بن کعب کا خطاب اقرء القوم تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرأت رائج تھی۔ امام جعفر صادق کا قول ہے اما نحن فنقرأ علی قراءۃ ابی۔ ہم ابی بن کعب کی قرأت پر قرآن پڑھتے ہیں[1]

ام المومنین ام سلمہ قرآن مجید رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

قرآن خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں ۱۰۰ھ تک

امام حسن امام حسین نے قرآن لکھے جو اب تک موجود ہیں۔ چونکہ حضرت عمر نے ابو الاسود کو وضع نحو کا حکم دیا تھا اور حضرت علی نے قواعد نحو لکھ کر دیئے تھے۔ زمانہ خلافت امیر معاویہ تک ابو الاسود اس کام کو نہ کر سکے کیونکہ وہ جنگ و جہاد اور کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ حکومت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے ایک رسالہ قواعد نحو میں اور ایک اعراب قرآن کے متعلق لکھا۔ اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ خلیفہ ولید بن عبد الملک نے حجاج بن یوسف کو لکھا اور اس نے ابو الاسود کو حکم دیا کہ قرآن پر اعراب لگائے بعض نے لکھا ہے کہ زیاد بن سمیہ (ابن ابیہ یا ابن ابی سفیان بھی مشہور ہے) نے ابو الاسود کو یہ حکم دیا تھا۔ لیکن بروئے واقعات یہ دونوں قول صحیح نہیں معلوم ہوتے۔ ابو الاسود بنی امیہ کے مخالف تھے۔ اس لئے نہ حجاج ان کو حکم دے سکتا تھا نہ وہ تعمیل کرتے۔ زیاد ابو الاسود کو کیا حکم دیتا وہ تو بعہد خلافت حضرت علی ابو الاسود کا ماتحت تھا۔ اور ان دونوں میں ہمیشہ ان بن رہی۔ ابو الاسود نے زیاد کی ہجو لکھی تھی جو آج تک مشہور ہے۔

ابو الاسود نے جو کچھ کیا وہ حضرت عمر اور حضرت علی کے ارشادات کی تعمیل میں کیا اور بطور خود کیا اور بعہد خلافت راشدہ کے بعد کیا۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ کام ۴۲ھ کے بعد کیا ہے کیونکہ ۴۱ھ تک وہ کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ ۴۲ھ میں ان کو امیر معاویہ نے معزول کیا۔ اس کے بعد ۲۶ - ۲۷ برس فرصت میں رہے۔ ۶۹ھ میں وفات پائی اس مدت میں انہوں نے یہ کام کیا۔

ابو الاسود نے نقاط نہیں لگائے بلکہ اعراب بشکل نقاط قائم کئے۔

خلیفہ عبد الملک بن مروان متوفی ۸۶ھ نے حضرت سعید بن جبیر تابعی ۹۵ھ سے تفسیر لکھوائی جو خزانہ شاہی میں محفوظ رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر عطاء بن دینار تابعی کے

---

[1] اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر۔

Marfat.com

ہاتھ آگئی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی، اسی خلیفہ نے قرآن میں نقطے لگانے کا حکم دیا۔ لیکن یہ کام اس کے بیٹے ولید کے عہد میں ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے خط حجری میں اصلاح کر کے مشہور خط کوفی ایجاد کیا۔ یہ اصلاح غالباً ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ اس زمانہ سے قرآن خط کوفی میں لکھے جانے لگے۔

اس عہد کے مشہور کاتب اور معلم قرآن امام زین العابدین ۹۴ھ، امام باقر ۱۱۲ھ امام جعفر ۱۴۱ھ تھے، امام باقر نے تفسیر لکھی، امام جعفر نے آیات کی تقسیم قرار دی کہ اس قدر آیات جہاد کے متعلق ہیں۔ اس قدر معاملات وغیرہ کے متعلق۔

قطبہ (بعہد عبدالملک بن مروان) مشہور کاتب قرآن تھا۔ سعد کاتب خلیفہ ولید بن عبدالملک نے قرآن سونے سے لکھا، خالد بن ابی الہیاج نے ایک طلا کار قرآن لکھ کر خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ کے حضور میں پیش کیا۔

ابو یحییٰ مالک بن دینار نے بھی کئی قرآن لکھے۔ غلام سامہ بن لوی بن غالب اجرت پر قرآن لکھتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے۔ ضحاک بن عجلان ۱۵۰ھ بھی مشہور قرآن نویس تھے۔

سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ ابی العالیہ ۹۰ھ۔ ابراہیم نخعی ۹۵ھ۔ امام باقر ۱۱۲ھ۔ حسن بصری ۱۱۰ھ، شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ۔ سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ اس عہد کے مشہور مفسر ہوئے۔ اور بھی بڑے بڑے مفسر تھے اور بہت سی تفسیریں لکھی گئیں۔ اس قرن کے قرآن پڑھنے والوں میں زیادہ مشہور امام اعظم ابو حنیفہ ۱۵۰ھ تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔

اس عہد میں ہر شہر و قریہ میں قاری تھے۔ مکہ، مدینہ، بصرہ، دمشق یہ خاص مرکز تھے ان شہروں میں سینکڑوں قاری تھے۔ زیادہ مشہور یہ ہیں۔

مدینہ میں امام زین العابدین ۹۴ھ۔ سعید بن المسیب ۱۰۱ھ۔ امام باقر ۱۱۲ھ امام جعفر ۱۴۸ھ۔ نافع بن عبدالرحمن ۱۶۹ھ۔

مکہ میں طاؤس ۱۰۶ھ۔ عطا بن ابی رباح ۱۱۲ھ۔ عبداللہ بن کثیر ۱۲۰ھ۔ مجاہد بن جبیر ۱۲۳ھ۔

کوفہ میں علقمہ بن قیس ۶۲ھ۔ اسود بن یزید ۹۵ھ۔ سعید بن جبیر ۹۵ھ۔

Marfat.com

مجاہد بن جبیر ۹۵ھ۔ عاصم بن ابی النجود ۱۲۸ھ۔ سلیمان بن مہران الاعمش ۱۴۸ھ۔ ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات ۱۵۶ھ۔

بصرہ میں ابوالاسود دوئلی ۶۹ھ۔ یحییٰ بن یعمر ۸۹ھ۔ نصر بن عاصم ۹۰ھ۔ امام حسن بصری ۱۱۰ھ۔ امام محمد بن سیرین ۱۱۰ھ۔ قتادہ ۱۱۷ھ۔ ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی ۱۵۴ھ۔

دمشق میں عبداللہ بن عامر ۱۱۸ھ۔

اسی عہد سے علوم قرآن پر تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ عکرمہ تابعی ۱۰۵ھ۔ علی بن ابی طلحہ ۱۴۳ھ۔ مقاتل بن سلیمان ۱۵۰ھ نے علم وجوہ و نظائر پہ رسائل لکھے۔

حنظلہ نے بیان کیا کہ میں طاؤس کے ہمراہ اس قوم پر گزرا جو قرآن فروخت کرتے تھے اس پر طاؤس نے انا للہ پڑھا۔[1]

قرآن قرن ثانی میں

۱۵۱ھ سے ۲۲۰ھ تک

جس قدر اسلام اور سلطنت اسلام کو ترقی ہوتی گئی۔ قرآن پڑھنے والوں، قاریوں، کاتبوں، مصنفوں، مفسروں کی کثرت ہوتی گئی۔ ہر ملک و قوم میں بڑے بڑے ائمہ مشائخ و علماء و مشاہیر و امراء نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا۔ ابن الندیم نے اس عہد کے کاتبوں کی ایک طویل فہرست دی ہے یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

امام کسائی مشہور قاری بھی تھے۔ نحو اور علم خط کے استاد بھی تھے۔ انہوں نے خلیل کے ایجاد کردہ خط کوفی میں اصلاح کی اور علم متشابہات پر تصنیف کی ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد یحییٰ بن مغیرہ مقری المعروف یزیدی ۲۰۲ھ نے کتاب المقصور والممدود لکھی۔

امام شافعی ۲۰۴ھ نے علم احکام القرآن و علم فضائل قرآن پر تصانیف کیں۔

شیخ ابو فید مورج ۲۰۴ھ نے علم غریب القرآن پر تصنیف کی۔

شیخ ابوالحسن سعید بن مسعدۃ الاخفش الاوسط ۲۱۱ھ نے قرآن کے علم افراد و جمع پر تصنیف کی۔ تفاسیر بہت سی تصنیف ہوئیں۔ اس عہد کے مشہور امام مالک ۱۷۹ھ۔ وکیع

---

[1] طبقات ابن سعد جلد پنجم ص ۲۲۔

Marfat.com

بن الجراح ۱۹۷ھ - سفیان بن عیینہ ۱۹۸ھ - یزید بن ہارون ۲۰۶ھ - فریابی ۲۱۱ھ ہوئے ہیں۔ امام شافعی محدث فقیہ مفسر اور قاری تھے۔ ایسے ہی سعید بن داؤد ۲۲۰ھ بھی۔ اس عہد میں سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے امام ابوبکر ۱۹۳ھ ہوئے ہیں۔ عمر بھر میں چوبیس ہزار قرآن ختم کئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں خشنام بصری - مہدی کوفی اور خلیفہ مامون رشید کے عہد میں احمد بن ابی خالد - احمد الکلبی - عبداللہ بن شداد - عثمان بن زیاد - محمد بن عبداللہ مدنی ابوالفضل صالح ابن عبدالملک مشہور کاتب تھے۔ خلیفہ ہارون رشید کے کاتب نے خلیفہ کے حضور میں ایک قرآن تیس ورق پر لکھ کر نذر کیا۔ خلیفہ اسی میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

قرآن قرن ثالث میں

۲۲۱ھ سے ۲۶۰ھ تک

روز بروز قرآن خوانوں، حافظوں، قاریوں، مفسروں، مصنفوں اور کاتبوں کی ہر ملک و قوم میں کثرت ہوتی گئی۔

اس عہد کے مشہور کاتبوں میں ابوحدی کوفی بعہد خلیفہ معتصم باللہ ۲۲۷ھ - المسحور ابوحمیرہ - ابن حمیرہ ابوالفرج تھے یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ۲۲۷ھ تک ان کا زمانہ ہے اور مشہور قاریوں میں شیخ ابوحاتم سہل بن محمد ۲۵۵ھ اور امام بخاری تھے۔

اور مشہور مفسرین میں شیخ ابن ابی شیبہ ۲۳۵ھ - شیخ ابن راہویہ ۲۳۸ھ، امام بخاری ۲۵۶ھ تھے۔

علم ناسخ و منسوخ پر شیخ ابوعبیدہ بن قاسم بن سلام ۲۲۴ھ نے اور علم سبب نزول پر شیخ علی بن مدینی ۲۲۷ھ نے اور علم اعراب قرآن پر شیخ ابومروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان مالکی قرطبی ۲۳۹ھ نے تصانیف کیں۔ ۲۱۲ھ میں خلیفہ عباسی کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ قرآن مجید مخلوق ہے اس نے اس عقیدہ کو تسلیم کرانے کے لئے محدثین و ائمہ علماء پر مظالم کئے امام احمد بن حنبل پر بہت زیادہ سختی کی لیکن کسی نے اس عقیدہ کو تسلیم نہ کیا۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد یہ غوغا فرو ہو گیا۔

Marfat.com

قرآن عہدِ اختلافی میں

۲۶۱ھ سے ۳۱۰ھ تک

کاتبوں، مصنفوں اور مفسروں کے تذکرے مفصل کتب تاریخ و فہرست ابن الندیم وکشف الظنون وغیرہ میں ہیں۔ اس عہد کے کاتبوں میں ابوالحسنین اسحق بن ابراہیم تمیمی ابوالقاسم اسمٰعیل۔ ابن منیر نفلطی رووائدی نے خاص شہرت حاصل کی۔ اول الذکر خلیفہ المقتدر باللہ عباسی ۱۹۵ھ کا کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام لکھی تھی۔

اس عہد کے نامور مفسرین میں امام ابن ماجہ ۲۷۳ھ اور امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ اور شیخ ابوبکر ابن محمد ۳۱۰ھ بھی تھے۔ طبری نے تیس ہزار ورق پر تفسیر لکھی تھی پھر اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا۔

اس زمانہ کے مشہور قراء میں قاضی ابواسحاق اسمٰعیل ۲۸۲ھ و شیخ ابوالعباس احمد ۲۹۱ھ تھے۔ شیخ ابومحمد عبداللہ بن مسلمہ بن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ نے غریب القرآن پر۔ شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری ۲۸۹ھ نے علم ضمائر پر۔ شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب ۲۹۱ھ نے علم شواذ فی القرأت پر۔ شیخ محمد بن یزید واسطی ۳۰۶ھ نے علم اعجاز قرآن پر۔ شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن سری نحوی ۳۱۰ھ نے علم وقف و ابتدا پر تصانیف کیں۔

قرآن قرون ثلاثہ کے بعد

۳۱۱ھ سے ۱۳۵۹ھ تک

کوئی قصبہ یا کوئی قریہ ایسا کہ جس میں مسلمانوں کی آبادی ہو دنیا میں نہ تھا کہ جہاں قرآن کا کوئی لکھنے والا نہ ہو۔ چونکہ قرآن پنجگانہ نماز میں پڑھنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ تلاوت بھی کی جاتی تھی۔ پریس و مطابع نہ تھے۔ اس لئے ہر جگہ لکھنے والے لکھتے تھے، اسی طرح علوم قرآن و تفسیر قرآن پر تصانیف کی کثرت ہوئی۔ میری معلومات اس

Marfat.com

معاملہ میں ہندوستان کے متعلق بھی کافی نہیں۔ غیر ممالک کے اہلِ فن اور ان کے کارناموں کا کیا ذکر کروں۔ میں نے مختصر معلومات حاصل کرنے کے لئے جو کتب سیر و تاریخ وغیرہ کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ اگر صرف ہندوستان ہی کے متعلق مواد فراہم کیا جائے۔ تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔ میری اس کتاب میں اس قدر گنجائش نہیں۔

علی بن حسن ۳۱۱ھ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ وزیر ابن مقلہ ۳۲۸ھ نے خط کوفی میں اصلاح کر کے خط نسخ ایجاد کیا۔ یہ خط ایسا مقبول ہوا کہ قرآن کی کتابت اسی خط میں ہونے لگی اور اس پر اجماع ہو گیا۔

ابو عبداللہ حسن ۳۳۸ھ وزیر ابن مقلہ کا بھائی اور ابن مقلہ کے دو شاگردوں محمد بن الیمانی و محمد بن اسد اور ابو الحسن علی بن ہلال معروف بہ ابن بواب ۴۱۳ھ۔ اور ابن بواب کے شاگردوں شیخ زادہ احمد سہروردی اور مولانا یوسف مشہدی اور مولانا مبارک شاہ زریں قلم۔ ارغون کابلی۔ میر یحیٰی۔ میر حیدر۔ محمد بن عبدالملک یہ سب ساتویں صدی ہجری کے آخر تک گذرے ہیں۔

محمد بن عبدالملک کی شاگرد ایک خاتون زینب نام معروف شہیدہ ان سب نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا تھا۔ زینب کے شاگرد امین الدین یاقوت۔ ولی عجمی تلمیذ یاقوت۔ عفیف شاگرد عجمی۔ عماد بن عفیف، شمس الدین ابی رقیبہ محتسب شاگرد عماد۔ شمس الدین محمد بن علی زفتاوی شاگرد ابن ابی رقیبہ۔ شیخ زین الدین، شعبان بن محمد بن داؤد الاثاری تحت ان سب ماہران فن نے بھی کتابت قرآن میں نام پیدا کیا۔

یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی المستعصمی معروف ابو المجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۸ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید نواب زادہ سعید المظفر خان بہادر آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔

اسد اللہ کرمانی۔ حمید اللہ بن شیخ الایاسی۔ دودہ چلپی۔ ملا جلال۔ عبداللہ قریمی بھی قرآن کے مشہور کاتب تھے

مرزا بایسنغر خان بن شاہرخ مرزا (نبیرۂ امیر تیمور) ۸۳۶ھ خود بھی قرآن لکھتے تھے اور قرآن لکھانے کے اس قدر شائق تھے کہ چالیس خطاط اس خدمت پر مامور تھے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے گئے ہوں گے۔

Marfat.com

عبدالباقی حداد المعروف عبداللہ اورنگ غازی کے استاد تھے۔ انہوں نے دو قرآن ایک تیس ورقوں پر، دوسرا چوب قلم لکھ کر شاہجہان کے حضور میں پیش کیا انعام کثیر اور یاقوت رقم خطاب پایا۔

شہنشاہ اورنگ زیب غازی نے بہت سے قرآن لکھے۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حدّاد کے شاگرد یاقوت رقم خان ثانی اور حدّاد کے بھتیجے اور تلمیذ مولانا عصمت اللہ ۱۱۷۰ھ نے کتابت قرآن میں خاص شہرت حاصل کی۔

راقم سطور کے جدِّ اعلیٰ (پر دادا) قاضی علی احمد کو بھی کتابت قرآن سے خاص ذوق تھا۔ بیس برس کی عمر سے یوم وفات تک چالیس برس برابر اسی کار خیر میں مشغول رہے خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ غرض ہر زمانہ میں ہر ملک میں قصبات و دیہات تک میں قرآن کے کاتب تھے اور قرآن لکھے جاتے تھے۔

قرآن اور علوم قرآنی پر بھی ہر ملک اور ہر زمانہ میں مصنفین نے تصانیف کیں، ان کی تعداد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میری قلیل معلومات یہ امر ہے کہ تیرہویں صدی کے وسط تک (۱۱۶۱) مکمل تفسیریں لکھی گئی ہیں ان میں سو سو اور ہزار ہزار جلد کی تفسیریں بھی ہیں اور غیر مکمل تفاسیر کا شمار نہیں۔

اس عہد میں کثرت سے صاحب کمال قاری گذرے ہیں۔ میں کہاں تک فہرست تیار کرتا۔ دو چار نام تکمیل بیان کے لئے لکھتا ہوں۔ امام طحاوی ۳۲۱ھ۔ امام سعد زنجانی ۴۷۱ھ نورالدین علی قاری ۱۰۱۴ھ۔ اور قراء کا ذکر دوسرے موقع پر ہوگا۔

مشہور مفسرین بھی سینکڑوں گذرے ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری ۳۱۸ھ امام طحاوی ۳۲۱ھ۔ شیخ محمد بن علی بن احمد ۳۸۸ھ۔ امام غزالی ۵۰۵ھ۔ علامہ زمخشری ۵۲۸ھ۔ امام رازی ۶۰۶ھ۔ شیخ قاضی بیضاوی ۶۸۵ھ۔ شیخ برہان الدین بقاعی ۸۸۵ھ۔ مفتی ابوالسعود ۹۸۲ھ۔ محمود آلوسی ۱۳۰۴ھ۔ حضرت استاذ الامام العلامہ طنطاوی جوہری ۱۳۵۸ھ۔

Marfat.com

قرآن اور ہندوستان

ہندوستان میں اسلام رسول کریم کے عہد میں داخل ہو گیا تھا۔ اس لئے زمانہ قدیم سے ہندوستان میں بڑے محدث اور مفسر ہوئے ہیں ہم نے تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے کامل الفن قراء گزرے ہیں۔ ہندوستان میں قرآن کے متعلق بہت سی تصانیف ہوئی ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اُردو ہر زبان میں تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ تخمیناً کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کم وبیش سو مکمل تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں غیر مکمل کا شمار نہیں۔ زیادہ مشہور تفسیریں یہ ہیں۔

تفسیر محمدی شیخ حسن محمد گجراتی ۹۸۲ھ۔ سواطع الالہام علامہ فیضی ۱۰۰۴ھ۔ بیان القرآن عربی دس جلد قاضی عبدالشہید سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) تفسیر نظامی شیخ نظام الدین تھانیسری ۱۰۲۴ھ۔ تفسیر احمدی ملا جیون ۱۱۳۰ھ۔ تفسیر فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ، تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ۔ تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲۳۹ھ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان ۱۲۶۵ھ۔ فتح البیان نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ فتح المنان مولانا عبدالحق حقانی دہلوی (غالباً ۱۹۰۰ء) تجلیل التنزیل امام فن مناظرہ مولانا سید ابو المنصور دہلوی (۱۹۰۰ء)۔

اُردو میں قرآن مجید کے بیس سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ پشتو۔ ہندی، انگریزی میں بھی علماء ہند نے ترجمے کئے ہیں۔

مصطفےٰ افغان بن سعید (استاد شہزادہ اعظم بن سلطان اورنگ زیب غازی) نے قرآن کا ایسا لغت تیار کیا جس میں الفاظ مع حوالہ سپارہ و رکوع ہیں۔ اس کتاب کا نام نجوم الفرقان ہے ۱۶۹۱ء میں مکمل ہوئی۔

مفتاح القرآن مرزا قلیچ بیگ نے تصنیف کی۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن مولانا محمد غوث ارکانی نے مفید القاری آغا محمد علی عرف قاری عبدالمنان ڈھاکوی نے۔ البیان الجزری مفتی عنایت احمد کاکوروی نے خلاصۃ الفوائد مولوی سعد اللہ نے شرح جزری قاری جونپوری نے۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی نے فوائد مرضیہ قاری محمد سلیمان دیوبندی نے

Marfat.com

بقیہ آخر الذکر

ہدیۃ الوحید قاری عبدالوحید الہ آبادی نے۔ معرفۃ الوقف قاری حبیب الدین احمد الہ آبادی نے۔ مقصود القاری قاری نورالدین نے۔ تحفۂ نذریہ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن مولوی ممتاز علی دیوبندی نے۔ الاقتصاد فی الضاد مولانا رحیم اللہ بجنوری نے اقتباس الانوار من کلام الغفار مولوی عبداللہ لاہوری نے۔ مشکلات القرآن مولانا سید انورشاہ محدث کشمیری دیوبندی نے۔ تجوید القرآن قاری غلام احمد بچھرایونی نے تصنیف کیں۔ نیز کاظم بک ترک نے الفاظ قرآن مجید کی فہرست مرتب کی جس کو کلید خزائن قرآنی کے نام سے ۱۹۰۶ء میں مالک اخبار وطن لاہور نے شائع کیا۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ مولانا الحاج محمد یٰسین ابن مولانا عبدالہادی مرحوم شیرکوٹی نے شامل کیا ہے جو نہایت ہی مفید ہے۔

میری معلومات اس بارے میں نہایت محدود ہیں اس لئے میں اُن تصانیف کی بھی جو علوم قرآن کے متعلق ہندوستان میں تصنیف و شائع ہوئی ہیں۔ کوئی اچھی فہرست مرتب نہ کر سکا۔

تراویح میں قرآن ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دیہات میں بھی تراویح کا انتظام ہوتا ہے اکثر مقامات پر رمضان میں شبینہ ہوتا ہے یعنی ایک رات میں تراویح میں تمام قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امروہی۔ حضرت حافظ عبدالرحمٰن توکلی مرادآبادی تہجد میں مہینے میں دس قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ہندوستان کا دورِ حاضر

دورِ حاضر کے علماء و قراء و مصنفین کے حالات معلوم کرنے کے لئے میں نے دیوبند بھوپال، سہارنپور، دہلی، مرادآباد، بریلی، بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، پانی پت کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے۔ مگر کسی بزرگ نے توجہ نہ فرمائی۔ البتہ مولوی حافظ غلام احمد خاں صاحب نے ٹونک سے چند قراء کے نام لکھ کر بھیجے تھے۔ اب ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ میں فہرست مرتب تو کیا پیش کر سکتا ہوں غیر مرتب بھی نہیں پیش کر سکتا۔

ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور بڑے بڑے قصبات میں اسلامیہ مدارس

Marfat.com

قائم ہیں۔ ان مدارس میں حدیث، تفسیر اور قرآن کا درس ہوتا ہے۔ قرأت سکھائی جاتی ہے
ٹونک، پانی پت، کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔ نگینہ ضلع بجنور میں حفاظ کثرت سے ہیں۔
ہز ہائنس نواب سعادت علی خاں بہادر والی ٹونک عالم و فاضل حافظ و قاری ہیں
ہز ہائنس کے چچا صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر کتابت قرآن کے مقدس شغل میں مشغول ہیں۔

بھوپال علماء و قراء کا ماویٰ و ملجا رہا ہے۔ موجودہ فرمانروائے بھوپال ہز ہائنس نواب حاجی حمید اللہ خان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ کو علوم اسلامیہ سے خاص شغف ہے۔ قرآن و حدیث و قرأت کی تعلیم کے لئے حضور موصوف کے ممالک محروسہ میں مدارس قائم ہیں ہز ہائنس کے منجھلے بھائی جنرل نواب حافظ حاجی عبید اللہ خاں مرحوم مشہور قاری تھے۔

راقم سطور کے وطن قصبہ سیوہارہ میں چالیس سال سے ایک مدرسہ قائم ہے جس میں تمام علوم اسلامیہ اور قرأت و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔

دیوبند، سہارنپور، مرادآباد، امروہہ کی درسگاہیں تو مشہور عالم ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام بیان القرآن ہے غالباً دس جلدیں ہیں اور قواعد تجوید میں مولانا کا ایک منظوم رسالہ ہے۔ ایک رسالہ جمال القرآن بھی مولانا موصوف کا فن تجوید میں ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے ترجمہ قرآن پر ان کے شاگرد خاص حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے فوائد لکھے ہیں۔

قاری محی الاسلام پانی پتی نے شرح سبعہ قرأت تصنیف کی ہے۔

علامہ عبید اللہ الہادی جو نپوری نے کتاب محکمات تصنیف کی ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک اردو میں، ایک عربی میں۔

مولانا احمد علی لاہوری نے چند مختصر تفسیریں تصنیف کر کے شائع کی ہیں۔

قاری محمد فضل امروہوی نے ایک رسالہ تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن تصنیف کیا ہے
قاری ضیاء الدین معلم قرأت مسلم یونیورسٹی نے ایک رسالہ ضیاء القراءت تصنیف کیا ہے
ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن مشہور ہے۔

[illegible] لاہوری [illegible] قرآن اور مولوی اشفاق الرحمٰن کاندھلوی و مولوی

نذیر الحق نے تاریخ القرآن شائع کی ہیں۔ یہ دونوں رسالے قریب قریب ایک ہیں آخرالذکر کی کتاب میں مضامین زیادہ ہیں۔

انجمن اہل حدیث امرت سر نے ایک رسالہ جمع قرآن و احادیث شائع کیا ہے۔ پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری نے تاریخ القرآن لکھی۔ مولوی لبشیر الدین نے فہرست مضامین قرآن لکھی حکیم عبدالشکور صاحب نے تاریخ المصاحف، مولوی مصباح القرآن، ڈاکٹر مرزا ابوالفضل نے مشکلات القرآن۔ حکیم ابراہیم بہاری نے مولوی حاجی سعید احمد صاحب ایم۔ اے فاضل دیوبند نے فہم قرآن۔ خان محمد لو آنرز نے خصوصیات قرآن تصنیف کی ہیں ڈاکٹر مرزا ابوالفضل و مسٹر عبداللہ یوسف۔ شیخ ... مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔

شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین احمد صاحب رمضان میں علاوہ تراویح کے نوافل میں روزانہ دس سیپارے پڑھتے ہیں معمولی دنوں میں سات دن میں قرآن ختم کرتے ہیں۔

البیان المسند فی اسانید عبدالصمد

میں نے یہ دیکھا ہے کہ حدیث و تفسیر و قرآن کے متعلق جن بزرگوں نے تصانیف کی ہیں۔ انہوں نے اپنے سلاسل ضرور لکھے ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں میں نے تاریخ التفسیر و تاریخ الحدیث میں اپنی اسناد نقل کی ہیں چونکہ اسلام میں سلسلہ روایت کا خصوصیت سے التزام اور اس سلسلہ پر علوم کا بہت کچھ دار ہے۔ اس لئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ ہر لکھنے والا اپنے سلسلہ کو ظاہر کر دے تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ کیسے سلسلہ سے تعلق رکھنے والا ہے اور کس درجہ پر لائق اعتماد ہے۔ انہی خیالات نے مجھ کو رغبت دلائی کہ میں اپنے سلاسل یہاں بھی نقل کر دوں۔

اسناد تجوید و قراءت

(۱) عبدالصمد عن قاری اصغر علی سہسپوری مدرس تجوید دارالعلوم دیوبند عن ملا عرف اللہ بندہ مرادآبادی عن قاری عبدالرحمن مکی الہ آبادی عن قاری عبداللہ المکی (قاری کا مکمل سلسلہ دوسری جگہ مذکور ہے)

Marfat.com

اسناد علوم حدیث وتفسیر و فقہ وغیرہ

(۱) عبدالصمد عن حضرت الامام العلامہ شیخ الہند ثانی مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عن مولانا محمد قاسم نانوتوی

ہزہائنس الاستاذ کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ و مولانا ہزہائنس قاضی المکی و مولانا عبدالجلیل برادہ مدنی و شیخ عثمان عبدالسلام داغستانی مفتی احناف مشغول ہو رہے۔

کھو یا (۲) عبدالصمد عن مولانا اعزاز علی امروہوی عن شیخ الہند۔

نواب حاجی (۳) عبدالصمد عن مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب عن شیخ الہند۔

(۴) عبدالصمد عن مولانا عبدالسمیع دیوبندی عن شیخ الہند۔

(۵) عبدالصمد عن مولانا محمد ابراہیم بلیاوی عن شیخ الہند۔

(۶) عبدالصمد عن مفتی محمد شفیع دیوبندی عن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری عن شیخ الہند

(۷) عبدالصمد عن شیخ طنطاوی جوہری مصری۔

قرآن اور دکن

سلطان علاؤ الدین بہمنی کے زمانہ میں (۸۴۷) علامہ فضل اللہ آنجو دکن آئے۔ یہ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے۔ بادشاہ نے ان کو اپنے شاہزادوں محمد۔ داؤد و محمود کی تعلیم پر مامور کیا۔ علامہ نے بادشاہ کے لئے ایک قرآن لکھا جو ہفت قرأت میں تھا۔ یعنی جس قدر اختلافات قرأت ہیں وہ سب ایک جگہ معلوم ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہاں گیا۔

خدمت قرآن کی سعادت سب سے زیادہ سلطان محمود شاہ بہمنی المتوفی ۷۹۹ھ کے نصیب میں تھی اس نامور بادشاہ نے محدثین و مفسرین و قراء کے وظائف مقرر کئے۔ مدارس قائم کئے۔ اس کی قدردانی سے ایسے ایسے علماء ہوئے جن کی تصانیف کو علماء عالم نے سر آنکھوں پر رکھا۔

شیخ محمد علی کربلائی نے قرآن مجید کی تبویب پر ایک کتاب ہادیہ قطب شاہی تصنیف کر کے سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کے نام پر معنون کی۔ یہ بیان کہ ابتک اس

Marfat.com

ملک میں کتنے قراء و محدثین و مفسرین گذرے ہیں موجب طوالت ہوگا ۔ میں یہاں صرف ایسی چند بزرگ ہستیوں کے نام لکھوں گا ۔ جن کو اہل عرب و عجم نے سلطان المحدثین و امام المفسرین تسلیم کیا ہے ۔

سید عبدالاول حسینی ۹۶۵ھ ۔ شیخ علی متقی ۹۷۵ھ ۔ شیخ عبدالوہاب متقی ۱۰۰۱ھ شیخ فضل اللہ ۱۰۰۵ھ ۔ شیخ طیب ۱۰۱۷ھ ۔

بزرگان مندرجہ ذیل کی تفسیریں بہت مشہور ہیں ۔

علامہ حسن بن محمد معروف نظام نیشاپوری ۷۳۰ھ ۔ خواجہ گیسو دراز ۸۲۵ھ ۔ شیخ علی مہائمی ۸۳۵ھ ۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۸۴۹ھ ۔ ملا فتح اللہ شیرازی ۹۹۷ھ ۔ شیخ وجیہ الدین علوی ۹۹۸ھ ۔ مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیرالدولہ عبدالوہاب نصرت جنگ ۱۱۸۰ھ ۔

قرآن مجید کی اردو میں سب سے پہلی تفسیر دکن ہی میں لکھی گئی ۔ یہ تفسیر مولوی عزیز اللہ ہمرنگ نے لکھی اس کا نام چراغ ابدی ۱۲۲۱ھ ہے ۔

مشہور امام فن قرأت جزری کے ایک شاگرد ابو عبداللہ نے سلطان حسن گنگو بہمنی ۷۵۹ھ کے حضور میں ایک قرآن مطلا ہفت قرأت میں لکھ کر پیش کیا تھا ۔ سلطان نے ان کو شاہزادوں کی تعلیم پر مقرر کیا ۔

نواب میر قمرالدین خان سر سلسلہ خاندان آصفیہ ۱۱۶۱ھ کو تلاوت قرآن مجید سے خاص ذوق تھا

سلطان دکن میر تہنیت علی خان آصف جاہ خامس ۱۲۸۵ھ نے تین سو حفاظ کو ختم قرآن پر مامور کیا خود بھی ختم میں شریک ہوتے تھے ۔

سید عمر نے ۱۳۳۰ھ میں شاطبی کا نظم میں ترجمہ کیا ۔

نظام دکن نے قرآن کی بڑی خدمت کی خاص بلدہ حیدرآباد اور ممالک محروسہ میں تعلیم قرآن و قرأت و دینیات کے لئے مدارس قائم کئے ۔ ہندوستان و حجاز کے بڑے بڑے اسلامی مدارس کو امداد دی ۔ دائرۃ المعارف کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا ۔ کہ ائمہ سلف کی تصانیف کو تلاش کر کے شائع کرے ۔ چنانچہ اب تک حدیث کی وہ وہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن کے نام بڑے بڑے علماء ہی نے سنے تھے ۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات کی فہرست دو جزو پر

Marfat.com

ہے۔ کنز العمال۔ مستدرک حاکم۔ مسند امام اعظم جیسی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ دائرۃ المعارف
کے مطبوعات بعض مدارس و علماء کو مفت عطا ہوتے ہیں اور عام علماء کے لئے ایک نادر کی رعایت
ہے۔ دائرۃ المعارف نے تفسیر بقاعی مصنفہ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ
(جو قرآن کی لاجواب تفسیر ہے) شائع کی۔

ایک ادارہ اشاعۃ العلوم ہے اس سے بھی کثیر التعداد میں کتابیں شائع ہوئی ہیں
نواب فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی تصانیف اور نثر المرجان فی نظم رسم
القرآن اور والد ماجد کی تصنیف تاریخ الفقہ اسی ادارے نے شائع کی۔

ایک ادارہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں قائم ہے جو ائمہ سلف کی غیر مطبوعہ تصانیف
کو تلاش کر کے شائع کرتا ہے اسی ادارہ سے امام ابی یوسف وغیرہ کی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔

ایک ادارہ بنام ادارہ علمیہ والد ماجد نے حیدرآباد میں قائم کیا۔ اس ادارے کی طرف
سے چالیس پچاس کتابیں شائع ہوئیں اس ادارے کو نظام سے مدد ملتی تھی۔

تفسیر مظہری بھی شائع ہوئی ہے۔ قرآن مجید کے سیپارے علیحدہ علیحدہ نہایت اہتمام سے
محکمہ سرکار نے طبع کرائے۔ کتب خانہ آصفیہ میں قرآن مجید کے نادر و نایاب نسخے موجود ہیں۔

مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ مرحوم کی تصانیف ترجمہ صحاح ستہ
وتفسیر وحیدی وتبویب القرآن اسی عہد سعادت مہد میں مکمل ہوئیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے قرآن مترجمہ شیخ الہند پر فوائد لکھے۔ صحیح مسلم شریف کی
شرح لکھی مولانا محمد ادریس کاندہلوی نے مشکوٰۃ شریف کی شرح لکھی۔

مولانا عبد الماجد دریابادی نے انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کیا۔ یہ تینوں حضرات وظیفہ خوار
دولت آصفیہ تھے۔ حافظ محمد محبوب خان نے کنز المتشابہات۔ قاضی اطہر حسن امروہوی نے
اشعۃ الضیاء مولانا مفتی عبد اللطیف صدر پروفیسر جامعہ عثمانیہ نے تاریخ القرآن لکھی۔

ڈاکٹر پکتھال نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ صوفی ہمو رعلی نے افصح الکلام تصنیف کی
مولوی ابو محمد مصلح نے بچوں کے لئے تفسیر لکھی۔ مولوی عبد الرحیم نے تعلیم القرآن کے نام سے
چھوٹی چھوٹی تفسیریں لکھیں۔

Marfat.com

الباب الثانی فی المصاحف

مصاحف قرن اوّل

مصاحف عہد رسالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن لکھا یا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ آپ نے ایک جلد میں ترتیب کے ساتھ کوئی قرآن جمع نہیں کرایا تھا صحابہ نے جو قرآن لکھے تھے اُن کی کئی صورتیں تھیں۔

(۱) ایک وہ جو کبھی آئے اور کوئی آیت یا چند آیات یا کوئی سورت سُنی تو لکھ لی جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے مختلف آیات لکھ لی تھیں۔

(۲) ایک وہ جو یاد کرنے کے لئے یا ورد کے لئے متفرق سورتیں لکھ لیتے تھے:

(۳) ایک وہ جنہوں نے تمام آیات و سور لکھی تھیں مگر سورتوں کی کوئی ترتیب نہ تھی۔

غرض رسول کریم کے عہد میں کوئی قرآن بالترتیب بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ اس عہد ہمایون کی کوئی تحریر قرآن کے متعلق موجود نہیں۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور نے قرآن لکھے ہوئے دیکھے یا قرآن کو ارض عدو میں لے جانے سے منع فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن بین الدفتین جمع تھا۔ یا یکہ قرآن کا ہر جزو قرآن کہلاتا ہے۔ حضور کی وفات سے نو دن پہلے تک وحی آتی رہی۔ جب وحی ختم ہی نہیں ہوئی تھی تو ترتیب کیسی؟ کس کو معلوم تھا کہ کس قدر باقی ہے جو کوئی ترتیب سے تحریر کر لیتا۔ پڑھنے میں البتہ سور کی ترتیب صحابہ کو معلوم تھی جس ترتیب سے حضور پڑھتے تھے اور جس ترتیب سے آپ نے عرضۂ اخیرہ میں پڑھا اور سُنا۔

مصاحف عہد خلافت اوّل

بعد وفات رسول کریم حضرت ابوبکر نے جو مصحف جمع کرایا تھا اس کو اُمّ کہتے تھے۔ مصحف اُم۔ یہ مصحف تاحیات حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے،

Marfat.com

پھر ام المومنین حضرت حفصہؓ کے۔ حضرت حفصہ کی وفات کے بعد مروان بن الحکم نے جو مدینہ کا حاکم تھا یہ نسخہ لے لیا۔ سنہ ۴۶ ہجری میں ایک سفر میں یہ نسخہ اس کے پاس سے گم ہو گیا۔

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفۂ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہ ہوں[1]

اس عہد کے حسب ذیل مشہور مصاحف کا تذکرہ بخاری، نسائی۔ فتح الباری، مسند احمد بن حنبل، کنز العمال، جمہرۃ اللغۃ، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد و خلاصۃ البیان احمد جودت آفندی میں ہے۔

(۱) مصحف عثمان بن عفان
(۲) مصحف علی بن ابی طالب
(۳) مصحف عبداللہ بن مسعود
(۴) مصحف اُبی بن کعب
(۵) مصحف ابو زید
(۶) مصحف ابو الدرداء
(۷) مصحف معاذ بن جبل
(۸) مصحف زید بن ثابت
(۹) مصحف عبداللہ بن عمر
(۱۰) مصحف ابی موسیٰ اشعری
(۱۱) مصحف عمرو بن العاص
(۱۲) مصحف سعد بن عبادہ
(۱۳) مصحف سالم
(۱۴) مصحف ابو ایوب انصاری
(۱۵) مصحف عبادۃ بن الصامت
(۱۶) مصحف تمیم الداری
(۱۷) مصحف مجمع بن جاریہ
(۱۸) مصحف عبداللہ بن عمرو بن العاص
(۱۹) مصحف ابنۃ عبداللہ بن الحارث
(۲۰) مصحف لبید بن ربیعہ عامری
(۲۱) مصحف عقبہ بن عامر جہنی
(۲۲) مصحف قیس بن ابی صعصعۃ
(۲۳) مصحف سکن بن قیس
(۲۴) مصحف عمر فاروق
(۲۵) مصحف عائشہ
(۲۶) مصحف حفصہؓ
(۲۷) مصحف ام سلمہؓ
(۲۸) مصحف ام ورقہ بنت نوفل

مصحف عثمان۔ یہ مصحف حضرت عثمان نے لکھا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ کتبہ عثمان ابن عفان اسی مصحف میں آپ تلاوت فرما رہے تھے کہ حسب پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغیوں نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری اور خون آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرا[2] حضرت عثمان کے بعد یہ قرآن خلفائے بنی امیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم سنہ ۱۶۹ھ نے اس

---

[1] کتاب الفصل الملل والنحل جلد دوم، [2] فتح العزیز۔

کی زیارت کی تھی[1]۔ حافظ ابو عمر نے مقنع میں لکھا ہے کہ ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ نے اس کی زیارت کی تھی۔ شیخ ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں اسے دیکھا تھا۔ امیر تیمور کے عہد میں (امیر تیمور کی وفات دسویں صدی ہجری کے ابتداء میں ہوئی ہے) ابوبکر الشاشی نے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھ دیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد (جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی) جب روس میں بالشویک حکومت قائم ہوئی تو یہ نسخہ کہیں سے بالشویک حکومت کے ہاتھ لگ گیا، اب یہ نسخہ ماسکو میں ہے۔ مسلمانان ترکستان نے اس کو طلب کیا اور جلسے وغیرہ کئے[2]۔

مصحف علی رضؓ۔ (۱) ان کا ایک مصحف مشہد میں اب تک موجود ہے[3]۔

(۲) دوسرا نسخہ جامع ایا صوفیہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کو سلطان صلاح الدین نے خزانہ شاہی میں محفوظ کرا دیا تھا یہ اب تک موجود ہے۔

(۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت اول میں حضرت علی نے ایک نسخہ اپنی یاد سے تین دن میں مرتب کیا تھا۔ اس کو ۳۷۸ھ میں ابن الندیم نے ابی یعلی حمزۃ الحسینی کے پاس دیکھا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ چند ورق تلف ہو چکے ہیں[4]۔

(۴) ایک نسخہ مدینہ میں امانات مقدسہ میں تھا۔ بوقت جنگ عظیم (۱۹۱۸ء) جب امانات مقدسہ مدینہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہوئیں۔ ان میں یہ مصحف بھی گیا[5]۔

(۵) ایک نسخہ جامع سیدنا حسین میں قاہرہ (مصر) میں ہے۔

مصحف عبداللہ بن مسعود۔ اس اصل نسخہ کی نقل دوسری صدی ہجری میں کی گئی تھی۔ اس نقل کو ابن الندیم نے دیکھا تھا۔ اس طرح اس اصل مصحف کا ۲۰۰ھ تک اور نقل کا ۴۰۰ھ تک پتہ چلتا ہے۔

مصحف عقبہ بن عامر۔ اس کو ابن یونس (متوفی ۳۰۳ھ) نے مصر میں دیکھا تھا۔

مصحف ابو زید۔ ابو زید لا ولد تھے ان کا ترکہ ان کے بھتیجے حضرت انس کو پہنچا انھوں نے بیان کیا ہے کہ میں اس مصحف کا مالک قرار پایا اس لئے یہ مصحف سنہ ۹۰ ہجری تک موجود تھا۔

مصحف اُبیّ بن کعب۔ علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ یہ مصحف بصرہ میں محمد بن عبدالملک انصاری کے پاس موجود تھا۔ گویا یہ مصحف ۴۰۰ھ تک موجود تھا۔

---

[1] فتح العزیز [2] روزنامہ خلافت جلد ۳ نمبر ۱۳۱ بحوالہ سبیل الرشاد [3] تاریخ القرآن پروفیسر مسلم ص۱۱ [4] الفہرست
[5] روزنامہ خلافت جلد ۳ ص۱۷۵ وکشاف الہدیٰ۔

مصاحفِ عہدِ خلافت دویم

حضرت عمرؓ نے زید بن ثابت سے اپنے لئے قرآن لکھایا[1]۔

اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس قرآن تھا[2]۔

حضرت ابو الدرداء کے ساتھ ایک جماعت آئی کہ اپنے لکھے ہوئے قرآن زید بن ثابت و ابی بن کعب و علی مرتضیٰ وغیرہ اصحاب کو دکھائیں[3]۔

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلافتِ فاروقی میں مسلمانوں کے پاس لکھے ہوئے قرآن ایک لاکھ سے کم نہ تھے[4]۔

حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس باریک خط میں لکھا ہوا قرآن ہے۔ آپ نے اُسے ہدایت فرمائی کہ قرآن کی عظمت چاہیئے یعنی واضح حروف لکھے جائیں۔

بعض لوگوں کے پاس پہلے سے قرآن کی بعض آیات و سور ایسی لکھی ہوئی بھی تھیں جن کے ساتھ انہوں نے بطور یادداشت تفسیری جملے لکھ لئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کی تحریرات کو تلف کرا دیا تھا۔

مصر میں ایک شخص کے پاس اس عہد کا لکھا ہوا ایک جزو موجود ہے۔

مصاحفِ عہدِ خلافت سوم

۲۵ ہجری میں حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحفِ صدیقی منگا کر اس کی سات نقلیں کرائیں۔ ایک بطور سرکاری جلد کے اپنے پاس رکھی اسی وجہ سے اس کو مصحف الامام کہتے ہیں اور چھ نقلیں مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین کو بھیج دیں۔

مصحف الامام۔ اس مصحف پر لکھا ہوا ہے (ھذا ما اجمع علیہ جماعۃ من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم منھم زید بن ثابت وعبد اللّٰہ بن الزبیر و سعید بن العاص۔ آگے اور صحابہ کے نام ہیں[5]۔ تا حیات حضرت عثمان کے پاس رہا پھر حضرت علی کے پاس رہا۔ پھر امام حسن کے پاس رہا۔ اور خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کے سپرد ہوا۔ وہاں سے اندلس چلا گیا۔ وہاں سے مراقش کے دار السلطنت فاس میں پہنچا[6] پھر کسی طرح مدینہ آگیا۔ جنگِ عظیم میں فخری پاشا ترکی گورنر دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا وہاں اب تک موجود ہے۔

---

[1] معارف ابن قتیبہ [2] طبقات ابن سعد [3] کنز العمال جلد اول [4] کتاب الفصل جلد اول [5] نفح الطیب مصری جلد اول ص ۲۰۳ [6] تاریخ ادریسی و تذکرۃ المصاحف۔

Marfat.com

مصحف مکی۔ حضرت عثمان نے جو نسخہ مکہ بھیجا تھا وہ ۶۵۷ھ تک قبائے تراب میں تھا۔
محمد بن جابر اندلسی سیاح نے ۵۷۹ھ میں اس کی مکہ میں زیارت کی تھی۔
ابو القاسم احمد تجیبی (متوفی ۶۶۵ھ) نے بھی اس کی زیارت کی تھی۔ شیخ عبدالملک نے
۷۳۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اُنھوں نے سیاحت
کی تھی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا۔ مولانا نے غالباً ۱۸۹۶ء میں سیاحت کی تھی۔
سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں (سلطان ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوا اور کم و بیش
پچیس تیس برس حکومت کی) جب مسجد میں آگ لگی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔[2]
مصحف شامی۔ مورخ احمد مقری نے ۳۷۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ
سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر امرائے بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں
رہا۔ اہل قرطبہ نے اس کو سلطان عبدالمومن کے سپرد کر دیا۔ اس سلطان کے حکم سے ابن بشکوال
نے شب شنبہ ۱۱ شوال ۵۵۲ھ میں قرطبہ سے دار السلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ ۶۴۵ھ میں
خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس تھا۔ اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمسان پر فوج کشی کی اور
مارا گیا۔ اسی ہنگامہ میں یہ مصحف گم ہو گیا۔ لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہنچ گیا۔ وہاں
سے ایک تاجر خرید کر فاس لے آیا وہاں اب تک موجود ہے۔
مصحف بصری۔ یہ مصحف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ اس کو سلطان صلاح الدین
کے وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خرید کیا تھا۔[3]
مصحف یمنی۔ کتب خانہ جامعہ ازہر مصر میں ہے۔
مصحف بحرین۔ فرانس کے کتب خانہ میں ہے۔
مصحف کوفی۔ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہے۔
مصحف عثمانی (دوم) جامع سیدنا حسین قاہرہ مصر میں ہے۔
مصحف عثمانی (سوم) کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔
مصحف عثمانی (چہارم) انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے
(کتبہ عثمان بن عفان) یہ نسخہ شاہانِ مغلیہ کے پاس تھا۔ اکبر بادشاہ کی اس پر مہر ہے
۱۸۰۵ء میں یہ نسخہ ہیجرا ولس کو ملا۔ اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دے دیا۔ اب
انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ آہ سے

---

[1] تہذیب الاخلاق ۱۰ صفر ۱۳۲۹ھ [2] کشاف الہدیٰ ص ۱۵۷ [3] الخطط لمقریزی

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعان را تماشا کن ٭ کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

اس کے (۱۸۱) صفحات ہیں فی صفحہ (۱۶) سطر ہیں۔ سورتوں کے نام ٹیڑھے خطوط میں لکھے ہیں، اور دس آیتوں کے بعد ایک نشان ایسے حرف کی صورت میں ہے جو ایک قدیم مغربی زبان کے حرف کی طرح ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ طول و عرض $9\frac{1}{2} \times \frac{3}{4}6$ ہے۔

مصحفِ ابنِ مسعود۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے تین بار مصحف لکھا۔ چونکہ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ اس لئے ابتداء میں انہوں نے جو آیتیں نازل ہوتیں وہ لکھیں اور طویل سورتیں لکھیں اس کے بعد ایک مکمل قرآن لکھا۔ چونکہ یہ قریشی نہ تھے۔ اس لئے یہ نسخہ آن کا لغتِ قریش کے خلاف تھا۔ اس مصحف کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن لغتِ قریش پر لکھا گیا تو اول انہوں نے اختلاف کیا پھر اس اختلاف سے رجوع کیا اور ایک قرآن لغتِ قریش کی موافق لکھا۔ یہ نسخہ کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ ابراہیم حماری مدیر کتب خانہ مذکور ۱۳۵۶ھ میں اس کو حیدر آباد دکن لائے تھے راقم سطور بھی اس کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

مصاحفِ عہدِ خلافتِ چہارم

حضرت علی نے کئی قرآن لکھے۔ حیاتِ رسول میں بھی اور بعد وفاتِ رسول بھی۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا جامعۂ ملیہ دہلی کے کتب خانہ میں ہے۔

چند اوراق حضرت کے رقم فرمودہ شاہی مسجد لاہور میں ہیں۔ چند سورتیں آپ کی مرقومہ امیر تیمور کے ہاتھ آگئیں۔ کسی طرح کسی زمانہ میں لاہور کے کتب خانہ میں رہیں۔ پھر پیرس کے کتب خانہ میں، اب انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ اور چند سورتیں حضرت کی لکھی ہوئی انڈیا آفس کے کتبخانہ میں ہیں۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔ یہ نسخہ فتح دمشق میں امیر تیمور کے ہاتھ لگا تھا۔ چار ورق حضرت کے لکھے ہوئے نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمٰن خان شروانی کے کتب خانہ حبیب گنج ضلع علی گڑھ میں ہیں۔

خالد بن ہیاج حضرت علی کے خادم مشہور خوشنویس تھے۔ ان کا لکھا ہوا ایک نسخہ علامہ ابن ندیم نے محمد بن حسین بغدادی کے کتب خانہ میں چوتھی صدی ہجری میں دیکھا تھا۔

Marfat.com

مصحفِ حسنی ۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے
مصحفِ حسنی (دوم) تبرکاتِ جامع مسجد دہلی میں ہے۔
مصحفِ حسنی (سوم) امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ کابل میں ہے۔ اس کے ایک ورق کا فوٹو مجلہ کابل نے ۱۳۱۱ھ ہجری میں شائع کیا تھا۔
مصحفِ حسینی ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے
رسولِ کریم کی وفات کے بعد اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں اس کثرت سے قرآن لکھے گئے کہ اُن کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کی طرف سے فوج نے نیزوں پر قرآن بلند کئے۔ تو یہ تعداد میں پانسو تھے۔ جب میدان جنگ میں یہ کثرت تھی تو گھروں اور شہروں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصاحف قرن اوّل خلافتِ راشدہ کے بعد

رسول کریم کے عہد سے لے کر اور اختتام زمانۂ خلافت راشدہ تک لاکھوں قرآن لکھے گئے۔ صحابہ نے لکھے پھر ان کے شاگردوں (تابعین) نے لکھے۔ تابعین کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک صحابی کے ہزاروں شاگرد تھے۔
امام زین العابدین بن امام حسین المتوفی ۹۴ھ کا مرقومہ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے
اسی عہد کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔
طاؤس بن کیسان تابعی المتوفی ۱۰۶ھ نے ایک گروہ کو دیکھا جو قرآن لکھ کر فروخت کرنے کا پیشہ کرتے تھے[1]

مصاحف قرن دوم

ہر زمانہ کے مصاحف دنیا کے مختلف مقامات پر ہیں۔ میری معلومات اس معاملہ میں بہت کم ہیں پاکستان و ہندوستان میں جو نسخے ہیں اُنہی کی پوری نشاندہی نہیں کر سکتا اور دیگر ممالک کے متعلق تو کیا بتا سکتا ہوں۔
امام جعفر صادق ابن امام باقر المتوفی ۱۴۸ھ کا مرقومہ قرآن مجید جامع مسجد دہلی کے تبرکات میں ہے۔

---

[1] طبقات قسم ۲ جلد ۲۔

Marfat.com

۱۶۸ھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ قاہرہ میں موجود ہے[1]

مصاحف قرن سوم

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم المتوفی ۲۰۳ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید بڑودہ لائبریری میں موجود ہے[2] یہ نسخہ ایران سے کسی طرح سلاطین گجرات کے قبضہ میں آیا اور احمد آباد میں خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ جب مرہٹوں نے احمد آباد لوٹا تو یہ نسخہ بھی لوٹ میں بڑودہ آیا۔

اسحاق بن مرار شیبانی المتوفی ۲۶۰ھ نے جامع مسجد کوفہ کے منبر پر ایک قرآن لکھ کر رکھ دیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اُن کو فرمائشوں پر قرآن کے نو سے نسخے لکھنے پڑے، اُن کے لکھے ہوئے نسخے بغداد اور کوفے میں موجود ہیں۔

مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد

اسلام جس قدر ترقی کرتا گیا اور فتوحات اسلامی میں اضافہ ہوتا رہا۔ مصاحف کی کتابت کا شوق بھی ترقی کرتا رہا۔ ہر ملک میں بڑے بڑے ائمہ، علماء، بزرگوں، امراء اور اہل فن نے قرآن شریف لکھے، ہر ملک میں قدیم زمانے کے لکھے ہوئے نسخے کثرت سے موجود ہیں۔ ہندوستان کے مشہور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر غازی کو کتابت قرآن کا بہت شوق تھا اُن کے لکھے ہوئے نسخے ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۵ھ المعروف یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی کاتب خلیفہ مستعصم باللہ کا لکھا ہوا قرآن مجید کتب خانہ بھوپال میں ہے۔

والد ماجد کو ایک خوشنما مطلا حمائل زمانۂ قدیم کی لکھی ہوئی کتب خانہ ریاست ٹونک میں الحاج جناب مرزا احمد بیگ صاحب نے دکھائی تھی۔

جب سے مطابع قائم ہوئے ہیں۔ ہر ملک میں قسم قسم کے تکلفات سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال قرآن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام صفحہ ۳۸۸ [2] تاریخ صحف سماوی۔

Marfat.com

الباب الثالث فی الثبات

اصطلاحات

قرآن مجید اور علوم قرآن کے متعلق سیکڑوں اصطلاحیں ہیں۔ میں یہاں مجمل طور پر صرف اُن اصطلاحوں کو لکھوں گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے۔ اور جن کی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) **آیت**۔ قرآن کے اُس جملہ کو کہتے ہیں جو اپنے ماقبل و مابعد سے منقطع ہو اس کا نشان یہ (ۃ) ہے۔ یعنی یہاں جملہ ختم ہوا۔ آیات کا علم توقیفی ہے[۱]۔

(۲) **سورہ**۔ حد کو کہتے ہیں۔ اس لئے قرآن کے ہر محدود جزء کا نام سورۃ ہے۔ یعنی چند آیتوں کا مجموعہ۔

(۳) **سیپارہ**۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ عربی میں جُزو کہتے ہیں۔ قرآن کے تیس حصے ہیں۔ اس لئے ہر حصہ کو سیپارہ کہتے ہیں۔ عرب الجزء الاول، الجزء الثانی وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۴) **رُبع**۔ سیپارہ کا چوتھائی حصّہ۔

(۵) **نصف**۔ آدھا سیپارہ۔

(۶) **ثلث**۔ ایک سیپارہ کا تین چوتھائی حصّہ۔

(۷) **حزب**۔ مصر و مغرب میں بجائے سیپارہ کے نصف و ثلث کے ہر جزو یعنی سیپارہ کو دو حصّوں پر منقسم کرتے ہیں اور ہر حصہ کو حزب کہتے ہیں۔

(۸) **مقرء**۔ قراء و حفاظ اپنے شاگردوں کو حفظ کرانے کے لئے حزب کے جو حصے مقرر کریں

(۹) **رکوع**۔ قرآن کی ہر بڑی سورت منقسم ہے۔ اس کے ایک حصّہ کو رکوع کہتے ہیں یعنی چند آیات کا مجموعہ۔

(۱۰) **منزل**۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات دن میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ ورد کے لئے آپ نے سورتیں تقسیم کرلی تھیں۔ آپ کے روزانہ ورد کو ایک حزب یا منزل کہتے ہیں۔ اس لئے قرآن میں سات منزل ہیں۔

---

[۱] اتقان نوع ۱۹

Marfat.com

(۱۱) **سبع طوال** - قرآن کی سات بڑی سورتیں :- بقرہ - آلِ عمران - نساء - مائدہ انعام - اعراف - انفال مع توبہ -

(۱۲) **سبع المئین** وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہیں سورۂ یونس سے سورۂ فاطر تک

(۱۳) **سبع المثانی** - سورۂ یٰسین سے ق تک - مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں - یہ سو سے کم آیت والی سورتیں ہیں -

(۱۴) **مفصّل** - سورۂ ق سے آخر قرآن تک کو کہتے ہیں - سورۂ ق چھبیسویں سیپارہ میں ثلث کے بعد ہے اس لئے تقریباً سوا چار سیپارے مفصل کے ہیں - مفصل اس لئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی علیحدہ علیحدہ ہیں - مفصل کی تین قسمیں ہیں -

طوال مفصّل - ق سے مرسلات تک -

اوساطِ مفصّل - سورۂ نبا سے ضحیٰ تک -

قصارِ مفصّل - الم نشرح سے ناس تک -

(۱۵) **تعوّذ و استعاذہ** - اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ -

(۱۶) **تسمیہ** - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ -

(۱۷) **صحابی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالتِ اسلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہُوا -

(۱۸) **تابعی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالتِ اسلام کسی صحابی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہُوا -

(۱۹) **تبع تابعین** - وہ لوگ جنہوں نے بحالتِ اسلام کسی تابعی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہُوا -

(۲۰) **حدیث** قول و فعل و تقریر رسولِ کریم - حدیث کو **خبر** بھی کہتے ہیں ، **وحی غیر متلو** اور **وحی خفی** بھی کہتے ہیں - ان کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا جس کو حضور اپنی عبارت میں بیان فرماتے تھے -

(۲۱) **تخریج** - کسی حدیث کی تلاش کر کے صحیح سند نکالنا - اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا -

(۲۲) **وحی متلو یا وحی جلی** - جس کے الفاظ و عبارت منجانب اللہ حضور پر نازل

Marfat.com

نازل ہوتے تھے یہ قرآن ہے۔
(۲۳) **تفسیر**۔ قرآن کی شرح۔
(۲۴) **سند**۔ راویوں کا سلسلہ صاحب واقعہ تک۔
(۲۵) **راوی** روایت بیان کرنے والا۔
(۲۶) **اصول الروایۃ**۔ وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔
(۲۷) **اصول درایت**۔ وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔
(۲۸) **تعدیل**۔ راوی کے اوصاف بیان کرنا۔
(۲۹) **جرح**۔ راوی کے نقائص بیان کرنا۔
(۳۰) **حافظ**۔ جس کو تمام قرآن زبانی یاد ہو۔
(۳۱) **قاری**۔ جس نے قواعد تجوید کے موافق قرآن پڑھا ہو۔
(۳۲) **تعامل**۔ عملدرآمد۔
(۳۳) **توارث**۔ قدامت عمل۔
(۳۴) **مقری**۔ پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرأت۔ تفسیر اور علم ناسخ و منسوخ شامل تھے یہ فن حدیث میں شامل تھا[1]۔ ان علوم کے ارباب کمال کو مقری کہتے تھے مقری کا علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا شرط تھا۔
(۳۵) **حدیث متواتر**۔ جسکو اس قدر راویوں نے روایت کیا ہو کہ اُن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔
(۳۶) **حدیث صحیح**۔ جس کی سند صحیح ہو اور مسلسل ہو اور اس میں کسی قسم کی علت نہ ہو۔
(۳۷) **اخبارِ احاد**۔ جو حدیث متواتر نہ ہو۔
(۳۸) **حدیث حسن**۔ جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں
(۳۹) **مُدرج**۔ جس حدیث کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا قول مل گیا ہو۔
(۴۰) **مضطرب**۔ راوی سے اس طرح تبدیلی ہوئی ہو کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ یا راوی کو سلسلہ روایت یا عبارت میں حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔
(۴۱) **موضوع**۔ گھڑی ہوئی حدیث۔
(۴۲) **ضعیف**۔ وہ حدیث جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم یا بدحافظہ ہو۔

---

[1] کتاب الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس

Marfat.com

(۴۳) مرفوع ۔ وہ حدیث جس کی سند رسولِ کریم تک پہنچتی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں
(۴۴) اثر ۔ وہ حدیث جس میں راوی صحابی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے ۔
(۴۵) مرسل ۔ وہ جس سے تابعی کا اوپر کا راوی ساقط ہو ۔
(۴۶) طرق ۔ سلسلہ روایت ۔

مکی مدنی

بعثت کے بعد رسول کریم کا مستقل قیام دو جگہ رہا ۔ اول مکّہ میں بارہ برس پانچ مہینے اکیس دن ، اس کے بعد آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی ۔ اور دس برس چھ مہینے نو دن گذرنے پر ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری کو وفات پائی ۔ اس کل زمانہ میں جو سورتیں بحالت قیام مکہ نازل ہوئیں وہ مکی اور جو بحالت قیام مدینہ نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں ۔

دوران قیام مکہ و مدینہ میں حضور نے سفر بھی کئے ہیں اور بحالت سفر وحی بھی نازل ہوئی ہے ، زمانۂ سفر کی وحی اسی مقام سے متعلق ہے جہاں حضور کا مستقل قیام تھا ۔

بعض سورتوں کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے ۔ اس کا باعث یہ ہے کہ بعض سورتوں کا نزول مکہ سے شروع ہوا ، اور تکمیل مدینہ میں ہوئی ۔ اس لئے ایسی سورتوں کے متعلق جنہوں نے ابتدائے نزول کا اعتبار کیا ہے اُن کو مکی قرار دیا ہے اور جنہوں نے اختتام کا اعتبار کیا ہے اُن کو مدنی ٹھیرایا ہے ۔

سبعۃ احرف

رسول کریم کا ارشاد ہے (ان ھذا القرآن انزل علیٰ سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ) یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے[۱] ۔ یہ حدیث ثبوت کے اعتبار سے صحیح ہے مگر مدلول کے اعتبار سے ظنّی ہے ۔ اَحْرُف کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے ۔ فتح الباری میں چالیس قول نقل کئے گئے ہیں ۔ بعض نے سبع قراءت مراد لی ہے لیکن ائمہ نے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ قراء سبعہ (نافع ۔ عبداللہ بن کثیر ۔ ابوعمرو ۔ عبداللہ بن عامر ۔ عاصم ۔ حمزہ ۔ کسائی) یہ حضور کے عہد میں موجود نہ تھے ان کا زمانہ زمانۂ رسالت سے کچھ کم ایک صدی بعد ہے ۔

---

(۱) بخاری و مسلم

Marfat.com

بعض کا خیال ہے کہ صحابہ میں جو سات قاری مشہور تھے وہ مراد ہیں (من جملتھم سبعۃ ائمۃ اعلام دارت علیھم اسانید القران وذکروا فی صدور الکتب والاجازۃ عثمان ابن عفان۔ علی بن ابی طالب۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود۔ زید بن ثابت۔ ابو موسےٰ اشعری۔ ابوالدرداء[1]

لیکن یہاں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب حضرت عثمان نے قرآن نقل کرائے تو ہدایت کی کہ لغت قریش پر لکھا جائے کیونکہ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور ان قرائے سبعہ میں کئی غیر قریشی ہیں۔ اگر یہ امر واقعی ہوتا تو صحابہ حضرت عثمان کے اس حکم کو کبھی قبول نہ کرتے۔

بعض نے لکھا ہے کہ عرب کے سات فصیح قبائل مراد ہیں۔ قریش۔ بنو سعد۔ بنو تمیم۔ بنو ہذیل، بنو اسد۔ بنو ربیعہ۔ بنو قضاعہ[2]

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ سبعۃ احرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں۔ یہی قول اکثر محققین وجمہور اہل ادا کا ہے[3] علامہ دانی نے لغاتِ مختلفہ کی تشریح بھی کی ہے کہ سبعہ فصیح قبائل عرب مراد ہیں۔

سبع قبائل کے لغات سے مراد وہ محاورات ہیں جو ان قبائل میں رائج ہیں اور چونکہ یہ سب ایک ہی زبان کے فصیح قبائل ہیں۔ اس لئے ایک دوسرے کے فصیح محاورات کو استعمال کرتے رہتے ہیں، جیسے اہلِ دہلی نے لکھنؤ والوں کے اور لکھنؤ والوں نے اہلِ دہلی کے بعض محاورات والفاظ کو اختیار کر لیا ہے۔

حضرت عثمان کے اس حکم سے کہ لغتِ قریش پر لکھا جائے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ لغات دیگر قبائل کے بھی اور قریش میں مستعمل ہیں۔ قریش نے اُن کو پسند کر کے اپنے محاورات میں شامل کر لیا ہے مگر طرزِ تحریر اُن کا اختیار نہیں کیا اس لئے طرزِ تحریر اسی قبیلہ کا رہنا چاہیئے جس میں رسول کریم تولد ہوئے تھے۔

قرآن کو سات حرف پر قراءت کرنا اُمت پر واجب نہیں تھا بلکہ بنظر سہولت اُن کو اجازت دی گئی تھی[4]

---

[1] طبقات القراء للذہبی۔ [2] اتقان۔ [3] المقنع۔ [4] اتقان نوع ۱۶۔

Marfat.com

اسمائے سور

قرآن مجید کی اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ سورتوں کا تعین خداوند ذوالجلال کے حکم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایک سورت ایسی بنا لاؤ) جب سورتوں کا تعین فرمایا تو نام بھی ضرور تجویز فرمائے ہوں گے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں وَقد ثبت جمیع اسماء السور بالتوقیف من الاحادیث والآثار۔ یعنی تمام سورتوں کے نام احادیث و آثار سے ثابت ہیں کہ توقیفی ہیں[1]

ایک شخص سے حضور نے دریافت فرمایا کہ تو قرآن پڑھ سکتا ہے اُس نے کہا ہاں فلاں سورۃ[2]۔ اس حدیث سے بھی تعیین سور کی تائید ہوتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل شئی قلباً وقلب القرآن یٰسٓ۔ یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شئے کا قلب ہوتا ہے اور قرآن کا دل یٰس ہے[3]

عن علی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لکل شئی عروس وعروس القرآن الرحمٰن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شئے کی زینت ہے اور قرآن کی زینت رحمٰن ہے[4]۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو فاقہ نہ ہوگا[5]

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علی آیات لم ینزل مثلهن المعوذتین۔ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھ پر چند آیات بے مثل نازل ہوئی ہیں یعنی معوذتین[6]

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنافق لا یحفظ سورۃ ھود وبراءۃ ویٰسین والدخان وعم یتساءلون رسول کریم نے فرمایا کہ منافق کو سورۂ ہود، براءۃ، یٰسین، دخان اور عم یتساءلون یاد نہیں ہو سکتی[7]

عن عقبۃ بن عامر قال قلت یا رسول اللہ اقرء سورۃ ھود وسورۃ یوسف قال

---

[1] اتقان، [2] بخاری کتاب النکاح، [3] ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ دارمی، [4] مشکوٰۃ، [5] درمنثور جلد ششم، [6] درمنثور،

Marfat.com

لن تقرء شیئاً ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق ۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں سورۂ ہود اور سورۂ یوسف پڑھا کروں، آپ نے فرمایا قل اعوذ برب الفلق ان سے بلیغ ہے[1]

عن البراء قال آخر سورۃ نزلت کاملۃ براءۃ وآخر سورۃ نزلت خاتمۃ سورۃ النساء یستفتونک الخ ۔ براء کہتے ہیں کہ آخر میں مکمل سورۃ براءت نازل ہوئی اور سورۂ نساء کا خاتمہ نازل ہوا[2]

رسول کریم نے فرمایا سورۂ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں[3]

رسول کریم جب بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے[4]

رسول کریم نے فرمایا سب سے افضل سورۂ الحمد ہے[5]

رسول کریم نے فرمایا مجھ کو تمام سورتوں سے محبوب سورۂ فتح ہے[6]

عن عقبۃ بن عامر انہ سأل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن المعوذتین فامنا بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الفجر یعنی رسول کریم نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھیں[7]

روی ابن عباس عن ابی بن کعب ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرہ الی اولئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ یعنی رسول کریم جب تلاوت میں سورۂ ناس پڑھتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور سورۂ بقر کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھ کر دعائے خاتمہ پڑھتے[8]

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن سے سورتوں کے نام حضور سے ثابت ہیں۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے نام بھی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہیں۔

اسمائے اجزاء

قرآن مجید کے تیس سیپارے ہیں۔ ہر سیپارہ پر جزو اول و جزو ثانی وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ سیپاروں کے نام نہیں ہیں۔ ابتدائی آیت و الفاظ کو جلی قلم سے اس لئے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے، کہ یہاں سے سیپارہ شروع ہوا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ

---

۱ نسائی، مشکوۃ ۔ دارمی ۲ مسند احمد بن حنبل ۳ بخاری ۴ بیہقی ۵ و ۶ بخاری ۷ مستدرک حاکم جلد اول
۸ دارمی ۔

Marfat.com

ابتدائی حرف سیپارہ کا نام ہے۔

شمار

عہدِ خلافت اول میں جب قرآن جمع کیا گیا تو سورتوں کا شمار ہوا۔ زید بن ثابت نے سورتیں شمار کیں جو کل (۱۱۴) ہیں۔ بعض سورتوں کی آیات کی تعداد حضور علیہ السلام سے منقول ہے، مثلاً آپ نے فاتحہ کے متعلق فرمایا کہ وہ سات آیتیں ہیں۔ سورۂ ملک کے متعلق فرمایا کہ وہ تیس آیتیں ہیں[1]۔

ترتیب کے بیان میں ایک یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جبریل نے حضور سے کہا کہ اس آیت کو بقرکی (۲۸۰) آیات کے بعد لکھو۔ ایک روایت اور بھی نقل کی گئی ہے کہ حضور نے فرمایا جو کوئی سورۂ کہف کی اول کی دس آیتیں پڑھے الخ۔ اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں لیکن مجھے باوجود تلاش کے کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ آیات کا شمار حضور کے عہد میں ہوا ہے۔ غالباً سور و آیات کا شمار حضور کے عہد میں نہیں ہوا کیونکہ وحی کا سلسلہ آپ کی وفات سے نو دن پہلے تک جاری رہا۔

اور کوئی روایت ایسی بھی نظر سے نہیں گذری جس میں عہدِ خلافت اول میں شمار آیات کا ذکر ہو۔ آیتوں کا شمار غالباً حضرت عمر کے عہد میں ہوا کیونکہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ تراویح میں فی رکعت (۳۰) آیتیں پڑھی جائیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت انس بن مالک۔ حضرت ابوالدرداء، حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے آیات کا شمار کیا ہے۔

یہ شمار یا تو صحابی کے شاگرد تابعی کی طرف منسوب ہے، یا مقام کی طرف، حضرت عثمان کا شمار شامی مشہور ہے۔ اور عبداللہ بن عامر الحصبی کی طرف منسوب ہے، حضرت علی کا شمار کوفی مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا مدنی اول اور حضرت عائشہ کا مدنی دوم مشہور ہے[2]۔

آیات کی تعداد میں اختلاف ہے اس کا باعث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بعض دفعہ آیتوں کے سرے پر ٹھیرا کرتے تھے اور بعض وصل بھی فرما دیا کرتے تھے۔ لہذا بعض نے فصل کا

---

[1] اتقان، [2] فنون الافنان فی عجائب القرآن لابن الجزری و اتقان و مینارالہدیٰ

Marfat.com

اعتبار کیا ہے بعض نے وصل کا۔

تعداد آیات

حضرت عائشہ کا شمار	۶۶۶۶	شامی	۶۲۵۰
ابن مسعود " "	۶۲۱۸	بصری	۶۲۱۶
اہل مکہ " "	۶۲۱۲	کوفی	۶۲۳۶
اسمٰعیل بن جعفر مدنی	۶۲۱۴	عراقی	۶۲۱۴
		اقوال عامہ	۶۶۶۶

اعشار۔ بصری ۶۲۳ کوفی ۴۳۳

اخماس " ۲۴۶ " ۸۶۶

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حروف بھی شمار کئے ہیں۔ باقی شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے ابن مسعود کا شمار (۳۲۲۶۷۱) مجاہد کا شمار (۳۲۱۱۲۱) اقوال عامہ (۳۲۰۲۹۷)

صحابہ نے کلمات کا شمار بھی کیا ہوگا کیونکہ جب آیات و حروف گنے تو کلمات کیوں چھوڑے ہوں گے، لیکن کلمات کا شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے۔ کلمات پر میں نے حروف کو اسی وجہ سے مقدم کیا ہے کہ اس میں ایک صحابی کا نام بھی ہے۔

کلمات

حمید اعرج کا شمار	۷۶۴۳۰	عبدالعزیز بن عبداللہ کا شمار	۷۰۴۳۹
مجاہد " "	۷۶۲۵۰	اقوال عامہ	۸۶۴۳۰

جماعت قرائے حجاج بن یوسف نے بھی جن میں امام حسن بصری، یحییٰ بن یعمر ابی نصر بن عاصم وغیرہ نے حروف کا شمار کیا۔ اور قرآن اور اجزاء و احزاب کا ربع، ثلث، نصف قائم کیا۔ اسی جماعت نے قسم وار حروف و حرکات کا شمار کیا۔ چونکہ شمار حروف میں اختلاف ہے اس لئے کلمات و ربع و نصف و ثلث میں بھی اختلاف ہے۔ حروف میں اختلاف کا باعث اس قسم کے امور ہیں کہ کسی نے حرف مشدد کو ایک گنا ہے اور کسی نے دو۔

حرکات

فتحات	۴۵۳۱۴۳	کسرات	۳۹۵۸۲	تشدید	۱۲۷۴
ضمات	۸۸۰۴	مدات	۱۷۷۱	نقاط	۱۰۵۶۸۴

Marfat.com

حروف

ا - ۴۸۸۷۲	د - ۵۶۰۲	ض - ۱۲۰۷	ک - ۹۵۰۰
ب - ۱۱۴۲۸	ذ - ۴۶۷۷	ط - ۱۲۷۷	ل - ۳۰۴۳۲
ت - ۱۱۰۹۵	ر - ۱۱۷۹۳	ظ - ۸۴۲	م - ۳۶۵۶۰
ث - ۱۲۷۶	ز - ۱۵۹۰	ع - ۹۲۲۰	ن - ۴۵۱۹۰
ج - ۳۲۷۳	س - ۵۸۹۱	غ - ۲۲۰۸	و - ۲۵۵۳۶
ح - ۳۷۹۳	ش - ۲۲۵۳	ف - ۸۴۹۹	ہ - ۱۹۰۷۰
خ - ۲۴۱۶	ص - ۲۰۱۲	ق - ۶۸۱۳	ی - ۴۵۹۱۹

امام جعفر صادق نے شمار کر کے آیات کی تقسیم و اتقسیم کی ہے۔

"منقول است از امام ناطق جعفر صادق علیہ السلام کہ جملہ آیات قرآن مجید کہ شش ہزار و شش صد و شش اند۔ چہار صد آیت در تعویذ است و یک ہزار و دو صد در شرائع اسلام و یکہزار در ترتیب سلطنت و شش صد در قصص و چہار صد در معاملات است و یکہزار در عذر جرائم و یکہزار در ضمان رزق و ہفت صد در جہاد و پانصد در حج و باقی در حکم طلاق و نکاح[1]

بعض بزرگوں نے اس طرح تقسیم و تفصیل کی ہے۔

آیات وعدہ	آیات وعید	نہی	امر	مثالی	قصص	حلال
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۲۵۰

حرام	تسبیح	منسوخ
۲۵۰	۱۰۰	۶۶

جن آیات میں صراحت سے احکام بیان ہوئے ہیں اُن کی تعداد (۱۵۰) ہے اور استنباط کے لحاظ سے کل احکامی آیات کی تعداد (۵۰۰) ہے وہ آیتیں جن میں علوم کا ذکر آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نوع انسان کو باعتبار روحانیا کے مادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔

---

[1] مقصود القاری،

Marfat.com

تجزیۂ قرآن

قرآن، منزلوں، سیپاروں، ثلث، نصف، ربع ۔ سورتوں، آیتوں ۔ ان سات چیزوں پر تقسیم ہے، منزل ۔ سور ۔ آیات یہ تین تو حضور کے مقرر فرمودہ ہیں ۔ سات منزلوں پر تقسیم حضور نے کی ہے[1]

ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ لکھی جاتی تھی ۔ حضرت عثمان کے عہد سے سورتوں کے نام بھی لکھے جانے لگے ۔ آیت کا نشان (۔۔) یہ تھا جو آیت کے سرے پر ہوتا تھا ۔ پھر تخمیس و تعشیر کے نشان مقرر ہوئے[2] ۔ یہ سب حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا ۔ کیونکہ تعشیر کے متعلق روایت لکھی جا چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اس کو ناپسند کرتے تھے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان رضؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی ۔ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں جو قرآن حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا ہے اس میں دس آیتوں کے بعد نشان ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے ۔

ابو الاسود نے آیت کا نشان گول دائرہ (ہ) مقرر کیا ۔

سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و مسند احمد بن حنبل و طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ جب وفدِ ثقیف نبی کریم کے حضور میں حاضر ہوا تو ایک دن حضور حجرہ سے دیر میں تشریف لائے اور فرمایا مجھے آج اس وجہ سے دیر ہو گئی کہ قرآن کا روزانہ کا ورد رہ گیا تھا اس کو پورا کیا ۔ اوس ثقفی نے آپ کے معمول کے متعلق دریافت کیا تو حسب ذیل جواب ملا ۔

دن	تعداد سور	اسماء سور
۱	۳	بقر معہ فاتحہ ۔ آل عمران ۔ نساء ۔ چونکہ ابتدائی سورت فاتحہ بطور دعا کے ہے اس لئے اکثر ورد میں اسے علیحدہ شمار نہیں کرتے ۔
۲	۵	مائدہ ۔ انعام ۔ اعراف ۔ انفال ۔ برأت ۔
۳	۷	یونس ۔ ہود ۔ یوسف ۔ رعد ۔ ابراہیم ۔ حجر ۔ نحل ۔
۴	۹	بنی اسرائیل ۔ کہف ۔ مریم ۔ طہٰ ۔ انبیاء ۔ حج ۔ مومنون ۔ نور ۔ فرقان
۵	۱۱	شعراء ۔ نمل ۔ قصص ۔ عنکبوت ۔ روم ۔ لقمان ۔ سجدہ ۔ احزاب ۔ سبا فاطر ۔ یٰسین ۔

---

[1] اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۵۴۳ ۔ [2] اتقان ۔

Marfat.com

دن	تعداد سور	اسمائے سور
۶	۱۳	والصافات۔ ص۔ زمر۔ مومن۔ حم سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ دخان۔ جاثیہ۔ احقاف۔ محمد۔ فتح۔ حجرات۔
۷		ق سے ناس تک۔

یہ ورد حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے۔ قراء نے اس کا نام (فمی بشوق) رکھا ہے اسی کو ختم الاحزاب کہتے ہیں۔ فمی بشوق کا ہر حرف ہر حزب کی پہلی سورت کے نام کا پہلا حرف ہے۔

روزِ اوّل ابتدا فاتحہ سے ف
روز دوم ابتداء مائدہ سے م
روزِ سوم ابتدا یونس سے ی
روزِ چہارم ابتداء بنی اسرائیل سے ب
روزِ پنجم ابتداء شعراء سے ش
روزِ ششم ابتداء والصافات سے و
روزِ ہفتم ابتداء ق سے ق
یہی سات منزلیں ہیں۔

بعض نے (فمی بشوق) کی جگہ (فمی بشوق) کہا ہے۔ اور دوسری منزل کو نساء سے شروع کیا ہے
حضرت عثمان سے ایک ختم ہفت روزہ اور بھی منقول ہے۔

دن	اسماء سور		
جمعہ کو	فاتحہ سے ختم مائدہ تک	دوشنبہ کو	طٰہٰ سے ختم قصص تک
شنبہ ،،	انعام سے ختم توبہ تک	سہ شنبہ ،،	عنکبوت سے ختم ص تک
یک شنبہ کو ،،	یونس سے ختم مریم تک	چہار شنبہ ،،	زمر سے ختم رحمٰن تک
		پنجشنبہ ،،	واقعہ سے ناس تک۔

رسولِ کریم نے قیس بن صعصعہ سے فرمایا تھا کہ سات دن میں ختم کیا کرو[1]
بعض اصحاب تین منزل کرتے تھے۔ اس ورد کا نام (فیل) رکھا گیا تھا۔
روزِ اول شروع فاتحہ سے۔ روز دوم شروع یونس سے، روز سوم شروع لقمان سے[2]۔
ایک ختم حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہے اس کو (فایط عزو) کہتے ہیں یہ بھی ہفت روزہ ہے۔: فاتحہ تا انعام۔ انعام تا یونس۔ یونس تا طٰہٰ۔ طٰہٰ تا عنکبوت۔ عنکبوت تا زمر۔ زمر تا واقعہ۔ واقعہ تا ناس۔
حضرت عثمان نے اول تراویح میں دس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا بعد میں جس جگہ مطلب ختم ہو رکعت ختم کرتے تھے۔ اس طرح (۵۴۰) رکوع ہوئے۔ بعض نے (۵۵۱) کئے ہیں[3]۔ ختم

---

[1] استیعاب جلد اول ص۲۴۳، [2] مفید القاری۔ [3] مفید القاری۔

Marfat.com

قرآن ۲۷ رمضان کو ہونے لگا کیونکہ تیسویں تراویح کا ہمیشہ ہونا ممکن نہ تھا اور اس صورت میں قرآن کے باقی رہ جانے کا خطرہ تھا۔ وہر جا کہ آخر قصہ است یا سخن تمام شدہ امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ درنماز تا آنجا رسیدہ، بر کوع رفتہ ایں تشکل (ع) نوشتہ اند۔[1]

بعض نے اس عمل کو حضرت عمر کی طرف منسوب کیا ہے بعض نے حضرت حذیفۃ الیمان کی طرف بعض نے عبد الرحمن السلمی اور بعض نے حسن بصری کی طرف لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عمل حضرت عثمان کا ہے مگر تعلیم ہی میں تھا۔ تحریر میں نہ تھا۔ تحریر میں رکوع کا یہ (ع) نشان علماء کی ایجاد[2] ہے۔

یہ نشان امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن طیفور السجاوندی (متوفی آخر صدی ششم) کی ایجاد ہے

حضرت عثمان نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھا تھا وہ تیس جزو پر تھا۔[3] یہ تقسیم یا تو زمانہ رسالت سے مروج ہوگی یا رمضان کی تیس تراویح کی رعایت سے حضرت عثمان نے یہ تقسیم کی ہوگی یا اس حدیث کی بموجب ہوگی کہ رسول کریم نے عبد اللہ بن عمر سے فرمایا تھا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ شرح احیاء العلوم سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

یہ تقسیم باعتبار حروف ہے اس میں یہ لحاظ بھی ہے کہ آیت پوری ہو جائے اور مطالب میں ایسی کمی بھی نہ رہے جس سے تلاوت میں نقص واقع ہو لیکن اس کے معلوم کرنے کے لئے قواعد رموز، اوقاف اور بعض علوم میں دستگاہ کی ضرورت ہے۔ سیپارہ پنجم (والمحصنٰت) سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ختم نہیں ہوئی لیکن یہاں آیت بالاجماع ہے چونکہ مابعد ماقبل سے لفظی و معنوی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وقف تام نہیں وقف صالح ہے اور مطلب بھی پورا ہے۔ چونکہ شمار حروف میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض سیپاروں کی ابتداء اور انتہا میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مصر و مغرب میں رائج ہے۔

(۱) جزو ہفتم جو مصر و مغرب میں رائج ہے آیت لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ سے شروع ہوتا ہے اور ہمارا ساتواں سیپارہ اس سے ایک آیت بعد وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ سے شروع ہوتا ہے

(۲) مصر و مغرب کا جزو چہاردہم آیت الٓرٰ تِلْكَ سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا چودھواں سیپارہ اس سے اگلی آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۳) مصر و مغرب کا جزو بستم آیت فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا بیسواں سیپارہ اس آیت سے تین آیت بعد اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے شروع ہوتا ہے۔

---

[1] رسالہ وقف۔ [2] مبسوط سرخسی جلد ثانی صفحہ ۱۲ وفتاویٰ قاضی خان وفتاویٰ عالمگیری [3] مفید القاری

Marfat.com

(۴) مصر و مغرب کا جزو لبت و یکم آیت وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ سے شروع ہوتا ہے ہمارا اکیسواں سیپارہ اس سے ایک آیت پہلے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ سے شروع ہوتا ہے

(۵) مصر و مغرب کا جزو لبت و سوم آیت وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا تئیسواں پارہ اس سے چھ آیت قبل وَمَا لِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) بعض نے جزو نوزدہم کو آیت وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا سے شروع کیا ہے۔ ہمارا اُنیسواں سیپارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۷) بعض نے جزو لبت و ششم کو آیت وَبَدَا لَهُمْ سے شروع کیا ہے۔ ہمارا چھبیسواں سیپارہ حٰمٓ سے شروع ہوتا ہے۔

ہمارا ہر سیپارہ ربع۔ نصف۔ ثلث پر تقسیم ہے۔ مصر و مغرب کا ہر جزو دو حزبوں پر تقسیم ہے اور ہر حزب ربع۔ نصف۔ ثلث پر۔ حزب کے ان حصّوں کو مقرا بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں تقسیمیں مجلس قرائے حجاج بن یوسف نے کی ہیں۔ یہ تقسیم بھی باعتبار حروف ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے سیپاروں پر ہندوستان و ایران میں اکثر سیپارہ کا نمبر شمار لکھا جاتا ہے یعنی یہ کونسا سیپارہ ہے۔ ۵ ہے یا ۸ ہے یا ۱۴ ہے وغیرہ وغیرہ۔ مصر و مغرب وممالک عرب میں الجزء الاول والجزء الثانی وغیرہ لکھتے ہیں۔

اعراب و نقاط

عرب میں اعراب و نقاط کا وجود لکھنے پڑھنے میں زمانہ قدیم سے تھا[1] یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ کتابت میں ان کو کس زمانہ سے ترک کیا گیا اور کیوں ترک کیا گیا۔ رسول کریم کے عہد سے پہلے لکھنے میں مطلق رواج نہ تھا، پڑھنے میں تھا۔ حضور نے بھی ارشاد فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعربوا القرآن رواہ البیھقی وابو یعلے[2]

اس ارشاد سے یہ مطلب تھا کہ قرآن کو صحیح اعراب سے پڑھو۔ اگر تحریر کا ارشاد ہوتا تو صحابہ ضرور تعمیل کرتے۔

عن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن فاعربہ کان لہ بکل حرف

---

[1] ادب العرب جلد اول ص ۵۹، [2] جامع صغیر منتخب کنز العمال و تاریخ خطیب بغدادی، بغیۃ الوعاۃ۔ فضائل ابن کثیر

Marfat.com

اربعون حسنۃ - یعنی جس نے اعراب سے قرآن پڑھا اُس کو فی حرف چالیس نیکیاں ملیں گی[۱]

خلافت راشدہ کے زمانہ تک قرآن میں اعراب و نقاط کا وجود نہ تھا۔ پڑھنے میں اعراب و نقاط محفوظ تھے یعنی ش ش ہی پڑھا جاتا تھا - س س ہی پڑھا جاتا تھا۔ ظ ظ ہی پڑھی جاتی تھی - ط ط ہی پڑھی جاتی تھی۔ فتحہ فتحہ ہی ادا کیا جاتا تھا، کسرہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ کیونکہ عرب اس پر قادر تھے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسھم قبل اختلاطھم بالامم العجمیۃ صانت لسانھم عن اللحن یعنی اُن کے نفوس میں اعراب کا ملکہ موجود تھا اس نے ان کی زبان کو اغلاط سے محفوظ رکھا تھا[۲]

اول ابوالاسود دوئلی نے ۴۲ھ کے بعد کتابت میں حرکات کا اظہار نقاط کے ذریعہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک شخص کو غلط قرآن پڑھتے سُنا۔ امام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی نے لکھا ہے کہ ابوالاسود نے ایک آدمی سے کہا کہ قرآن تھام لے اور ایک رنگ روشنائی کے خلاف لیا اور اس سے کہا کہ اگر میں اپنا مُنہ کھولوں تو حرف کے اُوپر ایک نقطہ لگانا (زبر) اور اگر منہ کو نیچے کی طرف مایل کروں تو نیچے ایک نقطہ لگانا (زیر) اور اگر اپنے منہ کو ملادوں تو ایک نقطہ حرف کے آگے لگانا (پیش) اور اگر ان حرکات کے ساتھ غنہ بھی ہو تو دو نقطے لگانا (تنوین) اس نے ایسا ہی کیا[۳]

امام ابوطاہر اسماعیل بن ظافر بن عبداللہ العقیلی نے لکھا ہے کہ خلیل وغیرہ علماء نے ان حرکات کو پسند کیا اور باقی علامات مشدّد وغیرہ کی ایجاد کیں[۴]

ابوالاسود جعل الحرکات والتنوین یعنی ابوالاسود نے حرکات اور تنوین وغیرہ بنائے[۵]

ان اوّل من امر بہ عبدالملک بن مروان (یعنی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے (۸۶ھ) حکم دیا کہ قرآن پر نقاط لگائے جائیں[۶]

واما شکل المصحف ونقطہ فروی ان عبدالملک بن مروان امر بہ وعملہ فتجرد لذالک الحجاج۔ عبدالملک نے حجاج کو نقطوں وغیرہ کا حکم دیا[۷]

یہ حکم اُس نے غالباً اپنے آخر سال حکومت میں دیا کیونکہ اس کے عہد میں یہ کام نہیں ہُوا اس کے بیٹے خلیفہ ولید نے حجاج بن یوسف کو تاکید کی - حجاج خود بھی بڑا قاری اور ادیب تھا امام حسن بصری - مالک بن دینار - ابی العالیہ الریاحی - راشد الحمانی - ابی نصر محمد بن عاصم اللیثی - عاصم بن میمون الجحدری اور یحییٰ بن یعمر کی ایک مجلس قائم کی۔ ان لوگوں نے حروف شمار کئے اور

---

[۱] بیہقی، [۲] اتقان، [۳] کتاب المنقط، [۴] رسوم المصحف وکتاب الطبقات، [۵] رسالہ فائدہ مخطوطہ کتبخانہ خدیویہ مصر [۶] فضائل القرآن للحافظ ابی الفداء اسمٰعیل بن کثیر القرشی الدمشقی ۷۷۴ھ، [۷] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی،

Marfat.com

ربع، نصف، ثلث وغیرہ قائم کئے[1]

یہ کام غالباً ۳۸ھ کے بعد ہوا کیونکہ خلیفہ کو حجاز وغیرہ کی جنگ و معاملات سے اسی سال اطمینان ہوا تھا ابوالاسود کے دو شاگردوں نصر بن عاصم و یحییٰ بن یعمر نے اپنے استاد کے نقاط میں اصلاح کر کے زیر، زبر اور پیش ایجاد کئے اور نقاط سے لفظوں کا کام لیا۔

اوّل من نقط المصاحف یحیی بن یعمر (یعنی سب سے پہلے قرآن پر نقطے یحییٰ بن یعمر نے لگائے[2] إنّ ابن سیرین کان له مصحف نقطه یحیی بن یعمر (یعنی امام ابن سیرین رح کے پاس ایک قرآن تھا جس پر یحییٰ بن یعمر نے نقطے لگائے تھے[2] یہ کام ۴۳ھ میں یا اس سے اگلے سال ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے ہمزہ کے لئے سر عین (ء)، تشدید کے لئے سر سین (ّ) جزم کے لئے سر جیم (ْ) اور مد کے لئے ایک خط ایجاد کیا (ٓ)۔ اول من وضع الھمزۃ والتشدید والروم والاشمام الخلیل یعنی ہمزہ وغیرہ خلیل کی ایجاد ہیں[3]۔

رموز واوقاف

بروقت نزول وحی جبریل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو موقع آیت پر وقوف کی ہدایت کرتے تھے۔ حضور اصحاب کو اوقاف کی تعلیم فرماتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ سے ان مقامات کو معلوم کرتے تھے۔ جہاں قرأت میں ٹھیرنا سزاوار ہے[4] کہاں ٹھیرنا چاہیئے اور کہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ یہ سب حضور کے ارشاد سے ہے لیکن زبانی تعلیم تھی۔ تحریر میں کوئی نشان نہ تھا۔ صحابہ کے عہد میں آیت کی علامت (∴) نقطے قرار پائے یہ آیت کے شروع پر لگائے جاتے تھے[5] حضرت عثمان کے عہد میں دس آیتوں کے بعد ۵ کا نشان لگایا گیا اور آیتوں کے آخر پر نقطے دئیے گئے ابوالاسود نے آیت کا نشان (○) گول دائرہ مقرر کیا۔

ۃ۔ جملہ تمام ہونے کی علامت ہے۔ ذرا ٹھہرنا چاہیئے اس کو آیت کہتے ہیں۔ اگر ○ کے اوپر لا لکھا ہو تو یہ مطلب ہے کہ یہاں ٹھہرنے کا اختیار ہے۔

---

[1] فنون الافنان فی عجائب القرآن الجامع لاحکام القرآن وکتاب المصاحف، [2] نقط القرآن، [3] نشر المرجان جلد اول وخزینۃ الاسرار وجلیلۃ الاذکار مصنفہ سید محمد حقی المنازلی طبعۃ ثانیہ مطبع خیریہ بمصر القاہرہ ۱۳۰۶ھ ص۱۵، [4] اتقان، [5] اتقان نوع ۷۶۔

Marfat.com

مؔ - لفظ لازم کا مختصر ہے۔ یہاں ٹھیرنا ضروری ہے۔
ط - مطلق کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ بات پوری ہوگئی۔
ج - جائز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ٹھیرنا بہتر ہے نہ ٹھہرنے میں کچھ ہرج نہیں۔
ز - لفظ تجاوز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں سے گذرنا چاہیئے۔
صؔ - علامت وقف مرخص کی ہے یعنی ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ ٹھیر گیا تو کچھ ہرج نہیں۔
قؔ - علامت قیل علیہ الوقف کی ہے یعنی قولِ مرجوح یہ ہے کہ یہاں ٹھہرنا چاہیئے مگر نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔
صلؔی - قد یوصل کی ہے یعنی یہاں ترکِ وصل اولیٰ ہے۔
قفؔ - صیغہ امر ہے یعنی ٹھیرجا۔
کؔ - علامت کذالک کی یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں بھی ہے۔
سؔ - علامت سکتہ کی ہے یعنی یہاں پر اس قدر کم ٹھیرے کہ سانس نہ ٹوٹے۔
وقفہ - علامت سکتہ طویلہ کی ہے یعنی جتنی دیر میں سانس لیتے ہیں۔ اس سے کم ٹھیرے وقفہ اور سکتہ میں فرق یہ ہے کہ سکتہ اقرب لوصل ہے اور وقفہ اقرب لوقف ہے
لاؔ - بغیرہ گول آیت کے علامت ہے کہ یہاں ٹھیرنا جائز ہے۔

جہاں دو علامتیں لکھی ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہوتا ہے (ع) اسی طرح مسلسل (ع) علامت رکوع کی ہے۔ عین کے اوپر کا ہندسہ سورت کے رکوع کا نمبر اور عین کے نیچے کا ہندسہ سیپارہ کے رکوع کا نمبر اور عین کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع ہے بعض جگہ حاشیہ پر (مع) لکھا ہوتا ہے۔ یہ علامت معانقہ کی ہے۔ رموز و اوقاف تو قدیم سے ہیں لیکن ان کی تعلیم زبانی تھی جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے گول دائرہ ۵ آیت کا نشان ابو الاسود کی ایجاد ہے۔ باقی اکثر علامات سجاوندی کی ایجاد ہیں۔

قراءت و تجوید

علم تجوید کہ جس میں طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم میں آنحضرت کے لب و لہجہ کو جو ادائے قرآن سے متعلق تھا محصور کر لیا گیا ہے۔ چونکہ بعض قبائل کے لب و لہجہ

Marfat.com

میں کچھ فرق تھا، اس لئے آپ نے اُن کے طریق پر بھی پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان اپنے طرز کے خلاف پڑھتے دیکھا تو اُن کو رسولِ کریم کے پاس لے گیا۔ حضور نے سن کر دونوں کو صحیح فرمایا۔

حضرت اُبی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر سورۂ نحل اس طرز کے خلاف پڑھی جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کو یہ سورت کس نے پڑھائی اُس نے کہا رسولِ کریم نے۔ پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی یہ سورت پڑھی، مگر ہم دونوں کے خلاف، میں نے اس سے بھی دریافت کیا اُس نے بھی وہی جواب دیا۔ میں دونوں کو حضور کے سامنے لے گیا۔ حضور نے ان دونوں سے سن کر احسنت فرمایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اعیذک باللّٰہ یا اُبی [1]

چونکہ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے اور اُن کے لب و لہجہ میں اختلاف تھا۔ اس لئے بہت سی قرائتیں تھیں۔ متاخرین سب کو محفوظ نہ کرسکے۔ اس لئے سبعہ قرأت پر قناعت کی۔ علامہ اسماعیل بن ابراہیم بن محمد القراب شالی نے لکھا ہے کہ قرائے سبعہ کی قرأت سے تمسک اور دیگر قرأتوں کے ترک پر کوئی حدیث یا اثر نہیں بلکہ یہ متاخرین کا فعل ہے جنہوں نے سبعہ کے سوا کوئی قرأت نہیں پڑھی۔

علامہ ابو محمد مکی کا قول ہے کہ کتابوں میں ستر ائمہ صاحب اختیار قرأت کی قرائتیں مذکور ہیں جو قرائے سبعہ سے مقدم ہیں۔ دوسری صدی کے آخر تک وجوہِ قرأت لکھنے کا رواج نہ تھا جب ہمتیں پست ہوگئیں اور حافظے کمزور ہوگئے اور تمام دنیا کے آدمی قرآن پڑھنے لگے تب قراء نے علمِ قرأت کی تدوین شروع کی۔

اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو منصور محمد بن احمد الازہری سنہ ۲۰۲ھ (تلمیذ امام شافعی) نے کی۔ قاضی ابو عبید قاسم بن سلام بغدادی نحوی ۲۲۴ھ کی کتاب القرأت میں پچیس قرائتیں ہیں۔ امام ابو حاتم سہل بن محمد ابن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری ۲۵۵ھ نے بھی کتاب القرأت میں پچیس قرائتیں بیان کی ہیں جو قرائے سبعہ سے مقدم ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے (۳۱۰ھ) کتاب الجامع میں بیس سے زیادہ قرائتیں لکھی ہیں۔ شاہ ولی اللہ رح نے لکھا ہے کہ قرائتیں بہت تھیں جب ہمتیں پست ہوگئیں تو سبعہ قرأت کا رواج رہ گیا۔ قرائتیں بھی بہت تھیں۔ وہ قراء جنہوں نے اپنے کمال، اپنے علم، اپنے تقدس اور کثرت تلامذہ سے نام پایا اُن کی تعداد بھی اتنی کثیر

---

[1] شرح سبعہ قرأت ص۳۱،

Marfat.com

ہے کہ میں اُن کی فہرست بھی مرتب کرنے کے لئے تیار نہیں۔ قرّاء کے علمائے سلف نے دو گروہ قرار دیئے ہیں۔

ایک بڑا وہ جن کی قرأتیں رواج پاکر کچھ عرصہ کے بعد معدوم ہوگئیں اور صرف قدیم و ضخیم کتابوں میں رہ گئیں۔ اس جماعت میں بھی صدہا بزرگ تھے۔ میں صرف دو چار کے نام لکھتا ہوں:۔

ابوجعفر مدنی۔ ابن محیص مکی۔ یعقوب بصری۔ حسن بصری۔ سلیمان اعمش کوفی۔ خلف کوفی یحییٰ ترمذی۔ دوسرے شموس اس گروہ کی قرأتیں رائج ہیں۔ مشہور قرائے سبعہ اسی جماعت میں سے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ بن عامر ۱۱۸ھ (۲) عبداللہ بن کثیر ۱۲۰ھ (۳) عاصم ۱۲۸ھ (۴) ابوعمرو بن العلا ۱۵۷ھ (۵) ابوعمارہ حمزہ ۱۵۸ھ (۶) نافع ۱۶۹ھ (۷) کسائی ۱۸۹ھ

اختلاف قرأت کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے کلمات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک متفق علیہ دوسرے مختلف فیہ۔ متفق علیہ وہ آیات جن کو صحابہ نے ایک ہی طرح پڑھا ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں اور مختلف فیہ وہ جن کو صحابہ کرام نے لغوی اختلاف یا لغوی وجوہ کی بنا پر مختلف طور پر پڑھا ہے۔ دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی نے صلہ۔ اظہار۔ تسہیل اور فتح سیکھا۔ دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح سیکھا، تیسرے نے بغیر صلہ ادغام، تسہیل اور امالہ سیکھا۔

چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہ تھی۔ نہ اس سے کوئی ظاہری و معنوی نقص عائد ہوتا تھا۔ لہٰذا تابعین و تبع تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی قرأت سے بپابندی شرائط نئی ترتیب سے قرأت اختیار کرلی۔ اسی وجہ سے صدر اوّل کی قرأتوں کا شمار نہیں ہے نیز بعض الفاظ حضور کے سامنے مختلف قرأتوں سے پڑھے گئے۔ بعض کو حضور نے بھی بلحاظ وسعت کلام مختلف طریق سے پڑھا تاکہ سب معانی کا احاطہ ہوجائے، اس اختلاف کو قرأت سبعہ متواترہ کہتے ہیں۔

حفاظت قرآن

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

Marfat.com

یعنی ہم نے یہ قرآن اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

خدا کی طرف سے حفاظت

رب العزت نے کلام ایسا فصیح و بلیغ و جامع نازل کیا ہے کہ اس کی ایک آیت کی مثل آیت کا بنانا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہے جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا عرب کی فصاحت و بلاغت معراجِ کمال پر تھی۔ عرب کے مغرور فصحاء اپنے سوا تمام دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اُس نے اُن تمام اخلاق ذمیمہ کی بُرائی ظاہر کی جو اُن کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے اور جن کو وہ مستحسن سمجھ کر عمل میں لاتے تھے۔ اور جب اُن کو اپنے معبودوں، بتوں اور اپنے کیش کا بطلان نظر آیا تو آگ بگولا ہو گئے۔ ہر طرح مخالفت کرنے لگے ہر طرح تکالیف پہنچانے لگے جس سے جو کچھ بن پڑا اُس نے اپنی کرنی میں کسر نہ کی۔ لڑے، مرے، خون کے دریا بہائے، یہ کیوں؟ قرآن کے مٹانے کے لئے، کیونکہ قرآن اُن کو اُن کے قدیم رسم و آئین کے خلاف عقائد مشرکانہ اور غیر مہذب اعمال و اخلاق سے بچنے کی تعلیم دیتا تھا۔ اور توحید الٰہی کی جس سے اُس زمانہ میں دنیا کے کان آشنا نہ تھے تلقین کرتا تھا اور یہ رہنما قرآن کا منزل علیہ کون تھا؟ ایک یتیم، ایک غریب، بے زر و بے پر، بیکس و بے بس، ایک اُمّی جو نہ نثر سے آشنا نہ نظم سے واقف، ایسے مسکین کا یہ حوصلہ کہ بڑے بڑے اُمراء، مشہور جنگجوؤں اور نامور فصحاء کے آگے اُن کے دین و آئین کے خلاف لب کشائی کرے۔ اس عجیب و غریب کلام کے مٹانے کے لئے اُنہوں نے سب ہی کچھ کیا۔ مجنون و ساحر کہہ کر بدنام کیا۔ گالی گلوج، مار پیٹ سے پیش آئے، لالچ دیا، برادری سے خارج کیا، غرض سب کچھ کیا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو دیس نکالا دیا اس سے بھی کام نہ چلا تو جنگ و جدل برپا کی۔

لیکن صاحب قرآن نے اُن کے سامنے ایک آسان صورتِ فیصلہ پیش کی اور للکارا کہ تم سب مل کر ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ یہ سُن کر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ مقابلہ پر نہ آئے۔ کیا اُن سے ممکن ہوتا تو نہ کرتے؟ ضرور کرتے مگر ہو ہی نہ سکتا تھا۔

اہل عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت کے زعم میں تمام دنیا کو عجم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔ جب آیات قرآنی اُن پر پیش کی گئیں تو اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے ھٰذا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (یہ تو کھلا ہوا جادو ہے) عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے کفار بھی اسلام کے خلاف جد و جہد میں کفار عرب کی طرح سرگرم رہے اور زور و زر سے ہر طرح مخالفت کی لیکن باوجود ماہر علوم و فنون ہونے کے اس مقابلہ کا

Marfat.com

بھولے سے بھی ارادہ نہ کیا۔

فصحاؤ بلغائے عالم کے کلام میں خواہ وہ کسی ملک، کسی قوم، کسی زبان اور کسی مذہب کے ہوں اگر فصاحت نمودار ہے تو بلاغت مفقود ہے۔ پھر یہ کہ ایک عبارت، ایک شعر، ایک مصرع، ایک دو مطالب کا حامل ہوتا ہے۔ عام جامعیت نہیں ہوتی نہ کلام میں یکسانیت ہوتی ہے اگر ابتدا میں زور ہے تو آگے کو مدہم پڑتا چلا گیا ہے۔ بعض کی ابتداء معمولی ہوتی ہے اور بڑھتے بڑھتے آخر میں زور پیدا ہوتا ہے، تمام کلام یکساں دلچسپ نہیں ہوتا اور کچھ آگے اور کچھ پیچھے قابل داد ہوتا ہے، بیچ میں بھرتی ہوتی ہے۔ غرض کوئی کلام ایسا نہیں جس میں تمام لوازم فصاحت و بلاغت باحسن وجوہ موجود ہوں۔ یکسانیت و دلچسپی و جامعیت ہو۔

فصیح وہ کلام کہلاتا ہے جو کم از کم ان پانچ عیوب سے پاک ہو۔

(۱) غیر مانوس الفاظ نہ ہوں (۲) کلمات میں تنافر نہ ہو یعنی اہل ذوق کی زبان پر ثقیل نہ ہوں (۳) الفاظ خلاف قواعد و لغت نہ ہوں (۴) ضعف تالیف نہ ہو یعنی کلمات کا جوڑ بے قاعدہ ہو۔ (۵) تعقید لفظی و معنوی نہ ہو یعنی الفاظ و معانی میں ایچ پیچ نہ ہو۔

کسی مخالف ماہر لسان نے قرآن میں اُن عیوب میں سے کوئی عیب بھی ثابت نہیں کیا۔

اسباب بلاغت و بدیع میں سیکڑوں قسم کے بدائع ہیں۔ مجاز۔ استعارہ۔ کنایہ تمثیل، تشبیہ، اطناب، ایجاز۔ استطراد۔ حسن التخلص۔ تضمین۔ تجنیس۔ تکرار، التزام ایہام۔ مبالغہ۔ مطابقہ۔ مقابلہ اور ارداف وغیرہ وغیرہ۔

قرآن مجید تمام بدائع سے پُر ہے۔ قرآن مجید کا طرز بیان اور طریق استدلال ایسا عجیب و غریب ہے کہ جس سے اہل علم و بے علم دونوں مستفید ہو سکتے ہیں۔ کلام میں اول سے آخر تک یکساں زور و دلچسپی ہے۔ فصحاؤ بلغاء اور شعراء کا بڑا میدان سخن محسوسات کی کیفیات کا بیان ہے۔ وہ کسی مضمون کے تابع نہیں رہتے۔ لفاظی کے لئے جو مضمون سوجھ گیا جو قافیہ ہاتھ لگ گیا اس کو باندھ لیا۔ اگر کسی فصیح و بلیغ کو مضمون کا پابند کرکے لفاظی اور قافیہ پیمائی سے روک دیا جائے اور کسی سادہ مضمون مثلاً حسن اخلاق یا میراث وغیرہ کے متعلق فرمائش کی جائے تو فصاحت و بلاغت کی ساری تر کی تمام ہو جائے اگر کوئی شعر یا کوئی فقرہ لمبا طلبہ کیا جائے جو تمام لوازم فصاحت و بلاغت سے معمور ہو تو ساری شیخی کرکری ہو جائے۔

قرآن مجید میراث، صدقات، عصمت وغیرہ وغیرہ تمام مضامین کو کمال فصاحت و بلاغت

Marfat.com

اور زور کے ساتھ ادا کرتا ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ایسی خوبی سے منتقل ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اہل علم حیران رہ جاتے ہیں۔ قرآن سے جس قدر مسائل و علوم کا استنباط ہوا ہے اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ یہ موقع اس کی تفصیل کا نہیں کسی دوسری جگہ انشاء اللہ اس پر کچھ لکھا جائے گا۔

غرض خداوند عالم نے کلام کو اس شان پر رکھا ہے کہ کیا باعتبار عبارت کیا باعتبار معانی اور کیا باعتبار مطالب تمام مخلوق اس کا مثل بنانے سے عاجز ہے اس لئے اس میں کسی کا کلام نہیں۔ اور کسی کا کلام کیا ملے گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی نہیں مل سکتا جس جگہ حدیث میں آیت کا کوئی جملہ آگیا ہے وہاں دونوں کلام علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں۔

دوسرا طریق خدائے کریم نے حفاظت کا یہ قرار دیا ہے کہ پنجگانہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض کیا ہے اور تراویح میں قرآن کا سننا اور قرآن کی تلاوت کا بڑا اجر مقرر کیا ہے۔

نبی کی طرف سے حفاظت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ حفاظت کی کہ کثیر التعداد لوگوں کو لکھا دیا۔ لاکھ سے زیادہ نفوس کو پڑھا دیا۔ ہزاروں کو حفظ کرا دیا۔ اور اس کے لکھنے پڑھنے، حفظ کرنے کا بڑا اجر بیان فرمایا۔ تاکہ لوگوں کو رغبت ہو۔

صحابہ کی طرف سے حفاظت

صحابہ نے ہر طرح حفاظت کی، لکھا پڑھا۔ حفظ کیا، اشاعت کی۔ لکھایا پڑھایا حفظ کرایا سورتیں آیتیں، کلمات اور حروف شمار کر دیئے کہ کم و بیش کا وہم بھی نہ رہے۔ مدارس قائم کئے معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے اور علم تفسیر کی بنیاد قائم کی۔

تابعین و تبع تابعین کی طرف سے حفاظت

اس مقدس گروہ نے تعلیم و کتابت میں اپنے اساتذہ کی پوری پوری پیروی کی، مدارس قائم کئے۔ حفاظ و قراء کی ہر طرح اعانت و قدر کی۔ اعراب و نقاط قائم کئے اور ان کو شمار کر کے بتا دیا تاکہ غلطی کا احتمال نہ رہے تفاسیر تصنیف کیں اور بعض علوم متعلقہ قرآن پر تصانیف کیں۔

علمائے امت کی طرف سے حفاظت

حضرات ائمہ و علماء نے تعلیم و کتابت میں بے نظیر سعی کی، کثرت سے تفاسیر اور دیگر

Marfat.com

علوم قرآن پر تصانیف کیں اور مسائل کے استنباط کے اصول قائم کئے۔

عام امت کی طرف سے حفاظت

عوام نے رغبت سے پڑھا اور لکھا۔ نماز میں سب قرآن پڑھتے ہیں۔ ماہ رمضان میں تراویح میں سنتے ہیں۔ پڑھے لکھے تلاوت کرتے ہیں۔ ناظرہ پڑھتے ہیں اور حفظ کرتے ہیں۔ غرض اس کتاب کی ابتدا سے آج تک ایسی حفاظت ہوئی ہے کہ اس سے زیادہ خیال و قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور وہ آج تک بعینہٖ محفوظ ہے۔

"جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہنچا ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں[1]۔"

علوم القرآن

قرآن مجید علوم کا مخزن و معدن ہے۔ قاضی ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ۵۴۲ھ نے لکھا ہے کہ "قرآن میں ستر ہزار علوم ہیں" ائمہ و علماء کی تصانیف و تفاسیر کو جو شخص مطالعہ کرے گا وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرلے گا۔ یہ تو اپنوں کی رائے ہے اغیار سے سنیئے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ :۔ یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان میں سب سے بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے لئے فلاسفۂ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کے لئے ذخیرۂ لغات، شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے، مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اس کی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاء پردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں اس کے ایسے عجائبات ہیں جو روز بروز نئے نئے نکلتے رہتے ہیں اور اس کے ایسے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔

پروفیسر ڈیونرٹ لکھتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم

---

[1] انسائیکلوپیڈیا۔

Marfat.com

طبیہ، فلکیہ، فلسفہ و ریاضات وغیرہ جو قرنِ دہم میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے مقتبس ہیں۔ اور اسلام کی بدولت ہیں۔

میرا کیا منہ ہے جو قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں۔ یہ کام متبحر فضلا بھی مشکل سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے۔ اور کون کون سے علوم موجود ہیں۔ میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بمنزلہ صفر کے ہے۔ میں بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم الحساب

اس علم کے اصول میں دو چیزیں ہیں۔ عدد صحیح اور عدد مکسّر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہوتے ہیں یا تفریق کی یا ضرب کی، یا تقسیم یا تنصیف یا تضعیف کی۔ باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق۔ عَاشَ فِیْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا۔

ضرب۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم۔ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْیَا الخ

علم بدیع

صنعتِ مراعاۃ النظیر۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ۔

صنعتِ عکس۔ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ۔

علم عروض

• بحرِ رمل۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلان)

• بحرِ متقارب۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ (فعلن فعلن فعولن فعول)

علم الامثال

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ الآیۃ

علم القیافہ

Marfat.com

وَرَأَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ الخ

علم الصرف

قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ دسّٰہا کی اصل دَسَّسَ ہے۔ جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہو جائیں تو تخفیفاً ایک کو کسی دوسرے حرف سے منجملہ حروف ابدال کے بدلنا بہتر ہوتا ہے لہذا ایک سین کو الف سے بدل لیا گیا۔

علم الرجال

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحَانَہٗ، مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِھِمْ۔

علم الاخلاق

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ٥
یہ علم اسی وسعت کے ساتھ قرآن مجید میں ہے کہ یہ مختصراس کے مجمل بیان کی بھی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے:۔ اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں۔

علم التشریح

فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَۃٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَۃٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَۃٍ مُّخَلَّقَۃٍ الخ

علم النفس

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا الخ۔

جغرافیہ

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ الخ

ہیئت

تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْھَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا الآیۃ

علم التاریخ

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الخ

علم المعیشت

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ الخ۔

Marfat.com

علم درایت

اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ الخ -

علم تجوید

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا -

غرض کثیر التعداد علوم ہیں جو قرآن سے لئے گئے ہیں - اگر کوئی بنظر انصاف تاریخ و فقہ اسلام پر نظر کرے تو یہ امر اس پر کما حقہ ظاہر و باہر ہو جائے گا -

علوم التفسیر

قرآن مجید کے سمجھنے اور اس کی تفسیر کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے ائمہ نے ان کی تعداد تین سو سے زیادہ مقرر کی ہے ہر علم پر مختلف زبانوں میں ضخیم مجلدات تصنیف ہوتی رہی ہیں - مسلمانوں نے قرآن اور قرآن کے متعلق علوم اور قرآن کی تفسیر اور اس کے متعلق علوم کی بے نظیر حفاظت کی ہے -

میں ان علوم میں سے کم و بیش سو کا ذکر تاریخ التفسیر میں کر چکا ہوں - یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت اور موقع نہیں - نمونہ کے طور پر چند علوم کے نام لکھے جاتے ہیں -

علم آیات متشابہات - علم مدنی مکی - علم سبب نزول - علم موافقات صحابہ - علم اسمائے قرآن و سور - علم جمع و ترتیب قرآن - علم وقف و ابتدا - علم آداب تلاوت علم غریب - علم ضمائر - علم افراد و جمع - علم محکم و متشابہ - علم بدیع - علم فواصل آیات، علم فواتح - علم مناسبتہ - علم استنباط علوم - علم ناسخ و منسوخ - علم آیات محتملہ - علم تشبیہ و استعارات - علم امثال القرآن - علم قرأت وغیرہ وغیرہ - ان علوم پر پانسو سے زیادہ زیادہ تصانیف ہیں -

تفاسیر قرآن

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا - قرآن میں انسان کی تمام دنیوی و اخروی ضروریات کے لئے ہدایات ہیں اور تمام علوم و فنون موجود ہیں - چونکہ ہدایات و ضروریات کی انتہا نہ تھی اور کلام حد تحمل بشری سے باہر کرنا نہ تھا - اس لئے قرآن میں

Marfat.com

صرف اصول مذکور رہیں اور بعض امور بالاجمال ہیں۔ اس لئے اُن کے سمجھانے کی ضرورت تھی۔ خداوند ذوالجلال نے رسول کریم میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی کہ آپ منشائے الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور وحی خفی کے ذریعہ سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جاتا تھا اس لئے جو آیت آپ پر نازل ہوتی تھی۔ آپ مسلمانوں کو پڑھا دیتے سمجھا دیتے۔ جو کچھ آپ فرماتے وہ قرآن کی تفسیر تھی۔ آپ کے اس ارشاد کو حدیث کہتے ہیں اس لئے قرآن کے سب سے پہلے مفسّر رسول کریم اور سب سے پہلی تفسیر حدیث ہے بعض صحابہ آیات کے ساتھ حضور کے تفسیری جملے بھی لکھ لیتے تھے۔ آپ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ایک ہزار حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کرکے صادقہ نام رکھا تھا۔ یہ کتاب دوسری صدی ہجری تک موجود تھی[1] باقی تفسیر کے نام سے حضور کے عہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ایک تفسیر النبی مشہور رہی ہے۔ اس میں حضور کی فرمودہ تفسیر کو بیان کیا گیا ہے مگر یہ کئی صدی بعد شیخ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ نے مرتب کی ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں دو تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ایک حضرت اُبی بن کعب کی تفسیر یہ پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔[2]

دوسری تفسیر عباسی یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اس کے متفرق نسخے متفرق کتب خانوں میں اب تک موجود ہیں۔ خلافت راشدہ کے بعد بہت سی تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں۔ راقم السطور نے پانسو تفاسیر کا تذکرہ تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک مکمل تفسیر کی تعداد (۱۱۶۱) تھی۔ قرآن کی تفاسیر و تراجم سے کوئی ملک، کوئی قوم، کوئی زبان اور کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔

پچاس پچاس چالیس چالیس جلدوں کی بہت سی تفسیریں ہیں اور اس سے کم تعداد کی بھی اور زیادہ بھی۔

تفسیر انوار الفجر قاضی ابوبکر بن العربی ۵۴۳ھ (۸۰ جلد)

تفسیر الادفوی شیخ محمد بن علی ۳۸۸ھ (۱۲۰ جلد)

تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بخاری ۵۴۶ھ (۱۰۰۰)

تفسیر الاستغناء شیخ ابوبکر محمد ۵۰۸ھ (۱۰۰)

تفسیر الشیرازی شیخ ابو محمد عبدالوہاب ۵۰۰ھ (ایک لاکھ اشعار)

---

[1] تاریخ الحدیث صـ۹۹ - [2] تاریخ التفسیر صـ۱۲

Marfat.com

تفسیر امام ابن جریر ۳۱۰ھ (تین ہزار ورق)

اس زمانہ میں بھی علامہ جوہری طنطاوی ۱۳۵۸ھ نے پچیس جلدوں میں تفسیر لکھی ہے تفسیروں میں چونکہ مفسر کے علم و رائے کا زیادہ دخل ہوتا ہے اس لئے کسی تفسیر کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اکثریت کے اعتبار پر تفاسیر و تراجم کو مستند اور غیر مستند کہا جاتا ہے۔ تخمیناً ستر سے زیادہ مکمل تفسیریں عربی، فارسی اور اردو میں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں۔ اکثر کا ذکر میں نے "تاریخ التفسیر" میں کیا ہے۔ اصل تفسیر اور صحیح تفسیر وہ ہے جو کتب صحاح ستہ میں ہے یا جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے حضرت ابی بن کعب کی تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ وہ بشرط صحت روایت مسلم ہے۔

تفسیر عباسی یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے جو نسخے موجود ہیں ان میں زیادہ معتبر وہ ہیں جو معاویہ بن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے علاوہ عکرمہ، طاؤس، قیس بن مسلم کے طرق بھی صحیح ہیں

ہندوستان والوں کے لئے تفسیر کا اچھا ذخیرہ یہ ہے کہ وہ موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی رح، تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی رح۔ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان دہلوی۔ تفسیر نواب صدیق حسن خان۔ ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد۔ بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی اور تفسیر حقانی مولانا عبدالحق حقانی دہلوی کا مطالعہ کریں۔

تراجم قرآن

قرآن مجید کے ترجمے ہر ملک و ہر زبان میں ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ بدستور جاری ہے یہ ترجمے مسلمانوں نے بھی کئے ہیں اور غیر مسلموں نے بھی۔ تمام تراجم کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ تراجم کی ایک فہرست تاریخ القرآن میں حافظ اسلم جیراجپوری نے دی ہے لیکن اس میں بہت کم تراجم درج ہیں۔ ایک فہرست رسالہ برہان دہلی فروری ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی ہے یہ فہرست مفصل ہے۔ اور اس میں تراجم کی خاصی تعداد درج ہے لیکن یہ فہرست بھی مکمل نہیں۔ برہان والی فہرست میں سو سے کم تراجم

Marfat.com

ہیں۔ جو فہرست خاکسار نے مرتب کی ہے وہ درج ذیل ہے۔ لیکن اس کو بھی مکمل نہیں کہا جاسکتا۔

انگریزی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ سکندر روس۔ ۱۶۴۹ء میں شائع ہوا۔ پھر ایک مرتبہ لندن سے اور ایک بار امریکہ سے شائع ہوا۔

(۲) ترجمہ جارج سیل معہ مقدمہ ۱۷۳۴ء چھتیس مرتبہ شائع ہوا۔ آخری ایڈیشن ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ اس پر سر ولسن روس کا مقدمہ بھی ہے۔ یہ ترجمہ امریکہ میں آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۳) ترجمہ روڈ ول ۱۸۶۱ء۔ آٹھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے، امریکہ میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۴) ترجمہ ای۔ ایچ پامر ۱۸۸۰ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔ ایک مرتبہ امریکہ میں شائع ہوا۔

(۵) ترجمہ عبدالحکیم خان ۱۹۰۵ء

(۶) ترجمہ ابوالفضل ۱۹۱۳ء

(۷) ترجمہ محمد علی ۱۹۱۶ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔ اور ہالینڈ کی زبان میں بھی منتقل کیا گیا

(۸) ترجمہ غلام سرور ۱۹۳۰ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوا۔

(۹) ترجمہ پکتھال ۱۹۳۰ء یہ ترجمہ حضور نظام کے حکم سے کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں نیویارک (امریکہ) سے شائع ہوا۔

(۱۰) ترجمہ ڈاکٹر بل۔

(۱۱) ترجمہ لین۔ منتخب ترجمہ۔

(۱۲) ترجمہ عاد گویلیں۔ سولہ سیپارے کا ہے۔

(۱۳) ترجمہ نواب عماد الملک۔

(۱۴) ترجمہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

(۱۵) ترجمہ عبداللہ یوسف علی ۱۹۳۵ء

(۱۶) ترجمہ مولوی عبدالماجد دریا بادی۔

(۱۷) ترجمہ پروفیسر پامر۔

(۱۸) ترجمہ خواجہ کمال الدین۔

Marfat.com

فرانسیسی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ دار ویر ۱۶۴۷ء میں پیرس میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ لاہی میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ امسٹرڈم میں تین مرتبہ شائع ہوا۔ پھر اس کو انگریزی میں مسٹر روس نے اور ہالینڈ کی زبان میں گلاسیا کو تے ۱۶۵۸ء میں منتقل کیا۔ پھر ہالینڈ کی زبان سے جرمنی میں کچ لانگی نے منتقل کیا۔ پھر اس ترجمہ کا ترجمہ ۱۷۱۶ء میں روسی زبان میں ڈمبیریوس کاٹیز نے کیا۔ ۱۷۹۰ء میں روسی زبان میں فریکین نے بھی کیا۔

(۲) ترجمہ سیوری ۱۷۸۳ء۔ آٹھ مرتبہ۔ ایک مرتبہ امسٹرڈم میں اس کا ترجمہ ۱۸۸۲ء میں اطالوی زبان میں ہوا اور ۱۹۱۳ء میں قستلانی زبان میں ہوا۔ اور ۱۹۱۱ء میں ارمنی زبان میں ہوا۔

(۳) ترجمہ کشمیرسکی ۱۸۵۷ء بائیس مرتبہ شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ ۱۸۴۴ء میں قستلانی زبان میں شائع ہوا اور گلزہ نے اطالوی میں ۱۸۴۴ء میں کیا۔ پھر دوبارہ اطالوی میں اس کا ترجمہ ۱۹۱۳ء میں ہوا۔ نیکولف نے ۱۸۶۴ء میں اس کو روسی میں منتقل کیا اور کونٹش نے ۱۹۱۱ء میں ارمنی میں منتقل کیا۔

(۴) ترجمہ ایڈورڈ مونبر ۱۹۲۹ء۔ اس کا ترجمہ اطالوی میں ہوا۔

(۵) مزدروس۔ ۱۹۲۶ء

(۶) ترجمہ لامیلش ۱۹۳۱ء۔

(۷) ترجمہ فاطمہ زاہدہ ۱۸۶۱ء۔

جرمنی میں تراجم

(۱) ترجمہ شویگر ۱۶۱۶ء چار مرتبہ شائع ہوا۔

(۲) ترجمہ ڈیوڈ نارٹ ۱۷۰۳ء۔

(۳) ترجمہ مگرلین ۱۷۷۲ء۔

(۴) ترجمہ بولیس ۱۷۷۳ء۔ اس کو ۱۸۲۸ء میں دول نے بعد تنقیح و تہذیب دوبارہ شائع کیا۔

(۵) ترجمہ المان ۱۸۴۰ء۔ آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۶) ترجمہ ہیننگ۔ ۱۹۰۱ء۔

Marfat.com

(۷) ترجمہ گری گول ۱۹۰۱ء۔
(۸) ترجمہ روگرٹ ۱۸۸۰ء۔
(۹) ترجمہ گرم ۱۹۲۳ء۔
(۱۰) ترجمہ گولڈا اسمتھ ۱۹۱۶ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔
(۱۱) ترجمہ لنگی ۱۶۸۸ء۔
(۱۲) ترجمہ آرنلڈ ۱۷۴۶ء۔
(۱۳) ترجمہ گلاهروٹ ۱۹۱۰ء۔
(۱۴) ترجمہ واہل۔
(۱۵) ترجمہ انڈرووڈ۔
(۱۶) کارسن ڈی ٹاس۔

یونانی

(۱) ترجمہ نیٹائی ۱۸۸۰ء تین مرتبہ شائع ہوا۔

لاطینی

(۱) ترجمہ بلیانڈر ۱۵۴۳ء۔
(۲) ترجمہ ماروس ۱۶۹۸ء۔

پولینڈ

(۱) پوشکفیو۔ ۱۸۵۸ء۔

اٹالین

(۱) ترجمہ اریفاس ۱۵۴۷ء۔
(۲) ترجمہ گلزہ۔ ۱۸۴۷ء۔
(۳) ترجمہ تبریری ۱۸۸۲ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔
(۴) ترجمہ دلیولانٹی ۱۹۱۲ء۔
(۵) ترجمہ برانسی ۱۹۱۳ء۔
(۶) ترجمہ فراقاسی ۱۹۱۴ء۔
(۷) ترجمہ فرجو ۱۹۲۸ء۔

Marfat.com

(۸) ترجمہ لونکی ۱۹۲۹ء
(۹) انڈریا ارادا بینی ۔

پرتگالی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ ہے جو فرانیسی سے ترجمہ ہوا ہے ۔

اسپینی

(۱) ترجمہ ڈی روس ۱۸۴۴ء ۔
(۲) ترجمہ اور ٹنز ۱۸۷۲ء ۔
(۳) ترجمہ رگیونڈو ۱۸۷۵ء
(۴) ترجمہ برادو ۱۹۰۷ء ۔
(۵) ترجمہ کالٹو ۱۹۱۳ء ۔ تین مرتبہ شائع ہوا ۔
(۶) ترجمہ ہرنن ڈز ۱۸۸۳ء ۔
(۷) ترجمہ جوہانس انڈریامن ۔

ہنگری

(۱) ترجمہ زوما پروکڈیون ۱۸۵۴ء ۔
(۲) ترجمہ غرسون ۔

سروی

(۱) ترجمہ میسکو لو پیرامشن ۱۸۹۵ء ۔

ہالینڈ

(۱) ترجمہ شوئیگر ۱۶۴۱ء ۔
(۲) ترجمہ گلاسمیٹر ۱۶۵۸ء ۔ دوبار شائع ہوا ۔
(۳) ترجمہ زولیتس ۔ ۱۸۵۹ء ۔
(۴) ترجمہ کیزر ۱۸۶۰ء ۔ چار مرتبہ شائع ہوا ۔
(۵) ترجمہ احمدیہ کا ترجمہ ہالینڈ کی زبان میں کیا گیا ۔

البانی

(۱) اس زبان میں ایک ترجمہ ایک مسلمان نے کیا ہے جس نے اپنا نام ا ۔ م ۔ ف لکھا ہے

Marfat.com

عبرانی

(۱) ترجمہ رکندرث ۱۸۵۷ء۔
(۲) ترجمہ رولین ۱۹۳۳ء۔

انڈوچائنا کی زبان

(۱) ترجمہ احمد شاہ کونیز ۱۹۱۸ء۔

ڈنمارک

(۱) ترجمہ پڈرسن ۱۹۱۹ء۔
(۲) ترجمہ بُول ۱۹۲۱ء۔

ارمنی

(۱) ترجمہ امیر چنگیز ۱۹۰۹ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔
(۲) ترجمہ سورتز ۱۹۱۱ء۔
(۳) ترجمہ کورپٹیان ۱۹۱۲ء۔

رومانی

(۱) ترجمہ اسیوپکل ۱۹۱۲ء۔

آسٹریا

(۱) ترجمہ زومابرد گریوں۔
(۲) ترجمہ گرسون۔

جاپانی

(۱) ترجمہ سکاموٹو۔

روسی

۱۸۷۶ء میں ایک ترجمہ شائع ہوا۔

بوہمی

(۱) ترجمہ ولسبلی۔ ۱۹۲۵ء۔
(۲) ترجمہ نیکل ۱۹۳۳ء۔

Marfat.com

بلغاری

(۱) ترجمہ موٹوموف ۱۹۳۳ء۔
(۲) ترجمہ سکولف ۱۹۳۳ء۔

چینی

(۱) ترجمہ پاؤمن چنچنگ ۱۹۳۵ء۔
(۲) ترجمہ لوبن جو دہوا جوجنہ ۱۹۲۳ء۔
(۳) ترجمہ جینچوگ جی ۱۹۳۱ء۔
(۴) ترجمہ جی چشنگ ۱۹۳۷ء۔

سویڈن

(۱) ترجمہ کروسٹسٹوپ ۱۸۴۳ء۔
(۲) ترجمہ ٹورن برگ ۱۸۴۷ء۔
(۳) رڈرسٹیین ۱۹۱۷ء۔

افغانی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ کا پتہ چلا ہے جو ۱۳۱۹ھ ہجری میں شائع ہوا۔

سواہیل زبان

(۱) ترجمہ ڈی لٹ ۱۹۲۳ء۔

بنگالی

(۱) اُردو ترجمہ شاہ رفیع الدین کو بنگالی میں ۱۳۰۹ھ میں منتقل کیا گیا۔
(۲) ترجمہ مدہوبیان ۱۹۰۱ء۔
(۳) ترجمہ نعیم الدین ۱۸۹۹ء۔
(۴) ترجمہ مجلس علمائے بنگال ۱۸۸۲ء۔
(۵) ترجمہ گولڈساک ۱۹۰۸ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔
(۶) ترجمہ فاضلیہ

پنجابی

(۱) ترجمہ بارک اللہ ۱۲۹۷ھ۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔
(۲) ترجمہ ہدایت اللہ غازی ۱۳۰۵ھ۔

Marfat.com

(۳) ترجمہ شمس الدین بخاری ۱۳۱۲ھ۔
(۴) ترجمہ فیروز الدین ۱۹۰۳ء۔

سندھی

(۱) ترجمہ عزیز اللہ المقلوی ۱۲۹۳ھ۔
(۲) ترجمہ محمد صدیق عبدالرحمٰن ۱۲۹۷ھ۔

گجراتی

(۱) ترجمہ عبدالقادر بن لقمان ۱۸۷۹ء۔
(۲) ترجمہ حافظ عبدالرشید۔ ۱۳۱۱ھ دو مرتبہ شائع ہوا۔
(۳) ترجمہ محمد اصفہانی ۱۹۰۰ء۔
(۴) ترجمہ غلام علی ۱۹۰۳ء

جاوی زبان

(۱) ترجمہ نیا و پاہ ۱۹۰۳ء۔

پشتو

(۱) ایک ترجمہ پشتو میں مولوی جمال الدین خان وزیر ریاست بھوپال نے بعہد شاہجہان بیگم کرایا۔

ترکی

(۱) ترجمہ حبین حبیب آفندی۔
(۲) ترجمہ علامہ جمال۔
(۳) ایک ترجمہ ترکی زبان میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ بھوپال متوفیہ ۱۲۸۵ھ نے کرایا۔
(۴) ایک ترجمہ حکومت ترکی نے کرایا۔

ہندی

(۱) ایک ترجمہ ہندی میں رئیس التجار خان بہادر احمد الہ دین او، بی، ای سکندر آباد دکن نے کرایا۔ یہ غالباً ۱۳۵۰ ہجری میں شائع ہوا ہے۔
"تامنگی میں ایک ترجمہ ہے تفصیل معلوم نہیں۔ مرہٹی میں ۱۲۷۰ھ میں ایک ترجمہ ایک ہندو

Marfat.com

راجہ نے کرایا۔

فارسی

(۱) ترجمہ شیخ سعدی شیرازی (ساتویں صدی ہجری)
(۲) ترجمہ آقا نعمت اللہ طہرانی۔
(۳) مرزا خلیل اصفہانی۔
(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔
(۵) ترجمہ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔
(۶) ترجمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔
(۷) ترجمہ شمس الدین
(۸) ابو احمد۔ (۹) ایک گمنام ایرانی مولوی نے ترجمہ کیا۔

ہندوستانی قدیم

(۱) ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ راجہ مہروگ بن راایگ فرمانروائے حصّہ شمالی پنجاب نے ۲۷۰ھ ہجری میں کرایا۔ پروفیسر گھوشال ایم، اے، ایم آر۔ اے۔ ایس، ایف، ایس، اے لندن لکھتے ہیں "اسی صدی (نویں صدی عیسوی) میں قرآن شریف کا ہندو راجہ کی تحریک پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا"[1]

اُردو زبان

(۱) اُردو میں پہلا ترجمہ مولوی عزیز اللہ ہمزنگ اورنگ آبادی (دکن) کا ہے اس کا نام چراغِ ابدی ہے (۱۲۱۲ ہجری) لیکن یہ صرف تیسویں پارہ کا ہے۔
(۲) سب سے پہلا مکمل اُردو ترجمہ حکیم شریف خان دہلوی متوفی ۱۲۲۲ھ کا ہے لیکن یہ اب تک شائع نہیں ہوا اور اُن کے خاندان میں محفوظ ہے۔
(۳) ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ یہ نہایت معتبر و مستند اور مقبول ترجمہ ہے اور بعد کے تمام اُردو ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مدد لی ہے۔ یہ ترجمہ اتنی مرتبہ مختلف سنین اور مختلف مطابع میں شائع ہوا ہے کہ اس کا صحیح شمار نہیں بتایا جا سکتا اور اب تک اس کی اشاعت برابر جاری ہے۔
(۴) ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۳۳ھ) یہ بھی مقبول و مستند ترجمہ ہے۔ بارہا

---

[1] رسالہ ترقی زبان ص۳۵۔

Marfat.com

شائع ہو چکا ہے اور اب تک برابر اشاعت جاری ہے۔

(۵) ترجمہ مولوی فتح محمد جالندہری۔

(۶) ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی

(۷) ترجمہ سر سید احمد خان دہلوی

(۸) ترجمہ محمد حسین قلی خان

(۹) ترجمہ فتح الدین ازہر

(۱۰) سید محمد شاہ

(۱۱) ترجمہ عبد الماجد دریا بادی

(۱۲) ترجمہ مولانا احمد علی لاہوری

(۱۳) ترجمہ اقبال خانم

(۱۴) ترجمہ مولانا مودودی۔

(۱۵) ترجمہ عبد اللہ چکڑالوی

(۱۶) ترجمہ محمد ابراہیم

(۱۷) ترجمہ مرزا حیرت دہلوی

(۱۸) ترجمہ مسٹر محمد علی لاہوری

(۱۹) ترجمہ مولوی فتح محمد تائب لکھنوی

(۲۰) ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری

(۲۱) ترجمہ ڈاکٹر عبد الحکیم

(۲۲) ترجمہ مولوی احمد رضا خان بریلوی

(۲۳) ترجمہ نواب وقار نواز جنگ

(۲۴) ترجمہ خواجہ حسن نظامی دہلوی

(۲۵) ترجمہ مولانا عبد الحق حقانی دہلوی۔ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

(۲۶) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے اور اب تک برابر اشاعت جاری ہے۔

(۲۷) ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ بارہا شائع ہو چکا ہے۔

Marfat.com

(۲۸) ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد
(۲۹) ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ کئی بار چھپ چکا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی نے اس کی تکمیل کی۔
(۳۰) ترجمہ مولوی ابو محمد مصلح۔
(۳۱) ترجمہ مولوی عبدالرحیم۔
(۳۲) ترجمہ روح اللہ میرٹھی
(۳۳) ترجمہ آغا شاعر قزلباش منظوم
(۳۴) ترجمہ منظوم خواجہ دل محمد
(۳۵) ترجمہ شمس الدین شائق
(۳۶) ترجمہ مولوی نجم الدین سیوہاروی۔ یہ ترجمہ غیر حامل المتن ہے لاہور سے شائع ہوا تھا۔
ان اردو تراجم میں ترجمہ نمبر ۳ و ۴ و ۲۶ و ۲۷ و ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ زیادہ معتبر ہیں۔
(۳۷) ترجمہ پی فیرس انگلینڈ پریس (۳۸) ترجمہ محمد باقر لکھنوی (۳۹) ترجمہ احسان اللہ عباسی

قرآن اور الفاظ دخیلہ

دنیا کی پہلی زبان، دنیا کی سب زبانوں میں سب سے زیادہ باقاعدہ زبان، السنۂ عالم میں سب سے زیادہ سرمایہ رکھنے والی زبان عربی ہے اور یہی تمام زبانوں کی اصل ہے اور تمام زبانوں میں کثیر سرمایہ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے کسی لفظ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فلاں زبان سے عربی میں آیا ہے مشکل ہے۔ بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ دنیا میں نہ ایسا قابل فخر تمدن تھا، نہ علوم وفنون کا سمندر موجزن تھا۔ اس عہد میں تو ہر زبان صرف اس قابل ہوگی کہ اپنی ہی پونجی سے اپنا کام چلا سکے۔ اور عربی زبان تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے اس کو دوسروں کی طرف نظر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور قرآن مجید کی عبارت میں دوسری زبانوں کے الفاظ کا کیا کام تھا؟ کیا عربی ایسی نادار اور کم مایہ زبان تھی کہ قرآن کی سیدھی سادی عبارت کے لئے بھی اس کے پاس الفاظ نہ تھے؟ بعض مصنفین نے محنت سے لغت عرب میں تو جستجو کی نہیں دیگر السنہ میں کسی لفظ کا استعمال دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ فلاں زبان کا لفظ ہے لہٰذا اس قسم کے الفاظ کے متعلق بعض بے سروپا باتیں بھی لکھ گئے۔ کسی نے لکھا طوبٰی ہندی لفظ ہے حالانکہ ہماری لغت میں کوئی لفظ طوبٰی نہیں

Marfat.com

مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "عرب وہند کے تعلقات" میں اس قسم کے الفاظ کے متعلق جو بعض متقدمین نے السنہ غیر کے قرار دیئے ہیں لکھا ہے کہ یہ لغو اور غلط ہے۔

اسی طرح مسک (مشک، زنجبیل) اور کافور کے متعلق کہنا کہ یہ ہندی لفظ ہیں غلط ہے کیونکہ مسک کو اوّل سنسکرت میں مرگ مدہ، پھر مرگ نابیہ، پھر کستوری کہا گیا ہے اور کافور کو گھنسارہ پھر چندرہ پھر سنا بہرہ کہا گیا ہے۔ اور زنجبیل کو وشو بھیشم، پھر مہوشدم پھر ناگرم پھر سنتھی کہا گیا ہے۔

موسکا۔ زرنجرا۔ کرپورم، یہ الفاظ سنسکرت کی طبی کتابوں میں ۸۰۰ء کے بعد آئے ہیں جب سندھ پر اسلامی پرچم لہرایا تھا اور حکمائے ہند دربار خلافت میں بار یاب ہو چکے تھے اس لئے موسکا مسک کا زرنجرا زنجبیل کا کرپورم کافور کا بگڑا ہوا ہے۔

زرنجرا ہندی لفظ نہیں، فرانسیسی لفظ ہے[1] ڈاکٹر لیبان فرانسیسی نے اقبال کیا ہے کہ فرانسیسی میں ادویہ کے نام عربی سے آئے ہیں اس لئے زرنجرا ضرور زنجبیل کا بگڑا ہوا ہے اور زنجبیل عربی لفظ ہے۔ زنجبیل اور کافور جنت کے چشموں کے نام بھی ہیں۔ زنجبیل عرب میں عمان میں پیدا ہوتا ہے۔ کافور عرب میں ایک خوشبو کا بھی نام تھا جو کیلے کے خوشے سے بنائی جاتی تھی۔ مشک خطا و ختن کا مشہور ہے۔ اس لئے ان الفاظ اور خوشبوؤں کو ہندوستان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

قرآن ہفت قبائل عرب کی فصیح زبان ہے۔ امام دانی نے سبعۃ احرف کی تشریح میں صرف ہفت فصیح قبائل قریش کو لکھا ہے۔ اگر محققین کے نزدیک غیر زبانوں کے الفاظ بھی قرآن میں ہوتے تو امام موصوف ضرور ظاہر فرما دیتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہفت قبائل عرب نے کسی زبان کا لفظ لے کر استعمال کر لیا ہوگا تو اس کے جواب میں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ یہ ممکن ہے مگر الفاظ مذکورہ اور دیگر قرآنی الفاظ ایسے اہم اور خاص الفاظ و محاورات نہیں ہیں جن سے ایک عظیم الشان زبان خالی ہو۔ عظیم الشان کیا معمولی زبان بھی خالی نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید میں جس جگہ بھی قرآن کے متعلق کچھ بیان آیا ہے عربی زبان کی خصوصیت کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خالص عربی زبان میں ہے اس میں الفاظ دخیلہ وغیرہ کا قائل ہونا غلطی ہے۔ قرآن میں عربی قدیم کے بعض متروک اسماء آ گئے ہیں جن کو بعض

---

[1] ام الالسنہ خواجہ کمال الدین صفحہ ۔

Marfat.com

علماء نے غلطی سے دخیلہ سمجھ لیا ہے۔

امام شافعیؒ جیسے فصیح و بلیغ و ماہر لسان کا قول ہے کہ عربی ایسی وسیع زبان ہے کہ اس کا احاطہ نبی کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ یہ کیسی بے جا جرأت ہے کہ اس زبان کے قدیم الفاظ کو دخیلہ کہا جائے۔

خلیل بصری نے عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چوبیس لاکھ کے قریب بیان کی ہے اس لئے قدیم عربی الفاظ میں سے کسی لفظ کو دخیلہ کہنے کا وہ شخص حق رکھتا ہے جو سوا کروڑ الفاظ کا علم رکھتا ہو اور تمام شاذ اور متروک الفاظ پر حاوی ہو کیونکہ بعض عربی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو علمائے لغت نے غیر مستعمل قرار دے کر درج لغت نہیں کیا اور بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو عربی قدیم سے دوسری زبانوں میں چلے گئے اور پھر لوٹ کر عربی میں آ گئے، اس لئے اس قسم کے الفاظ سے بعض علماء کو گمان ہو گیا ہے کہ قرآن میں الفاظ دخیلہ بھی ہیں۔

عرب کے معنی خالص اور فصیح کے ہیں چونکہ اس خطہ کی زبان اور نسل خالص تھی اور زبان فصیح تھی اُن کا نام عرب ہو گیا تھا۔ الفاظ دخیلہ پر ہم نے مفصل بحث رسالہ زبان و قلم میں کی ہے

تواتُر

کسی چیز کو اس قدر آدمی بیان کریں کہ اُن کا جھوٹ پر متفق و مجتمع ہونا محال ہو۔ تواتر کہلاتا ہے۔ تواتر کی چار قسمیں ہیں۔ تواترِ اسنادی۔ تواترِ طبقہ۔ تواترِ قدرِ مشترک۔ تواترِ توارث

تواترِ اسنادی جو بسندِ صحیح مسلسل مذکور ہو۔

تواترِ طبقہ۔ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ تحقیق ہو کہ پچھلے طبقہ نے پہلے طبقہ سے لیا

تواترِ قدرِ مشترک اس قسم کا تعلق قرآن سے نہیں حدیث سے ہے[1]

تواترِ توارث۔ ایک نسل نے دوسری نسل سے لیا ہے یعنی بیٹے نے باپ سے اور اُس نے اپنے باپ سے۔

صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن یاد تھا اور کچھ نہ کچھ قرآن ہر ایک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا تھا۔ ان میں ہزاروں حفاظ تھے۔ ان میں دس ہزار مشہور حفاظ تھے۔ ان میں سیکڑوں قراء تھے۔

---

[1] تاریخ الحدیث ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے خود حضور سے قرآن پڑھا۔ باقی کو حضور کی حیات میں حضور کے حکم سے حضور کے زیرِ اہتمام مسجدِ نبوی میں صحابہ نے تعلیم دی۔

ہزاروں قراء کی اسنادِ مسلسل اس زمانہ سے لے کر رسولِ کریم تک کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں اور ہر زمانہ کے قراء اپنی اسناد کو کتابوں میں شائع کراتے رہے ہیں۔

زمانۂ رسالت سے آج تک ہر ملک میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے لیتا چلا آیا ہے اور ابتداء سے آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور اسی طرح جاری رہے گا۔

رسولِ کریم سے قرآن حاصل کیا صحابہ نے، صحابہ سے تابعین نے، تابعین سے تبع تابعین نے، اسی طرح مسلسل آج تک۔

رسولِ کریم سے قرآن حاصل کیا حضرت علی نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام حسین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام زین العابدین نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام باقر نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام جعفر صادق نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام موسیٰ کاظم نے، اُن سے اُن کے بیٹے امام رضا نے، اسی طرح مسلسل کثیر التعداد خاندانوں میں تعلیم قرآن کا سلسلہ ہے۔

اگر قراء کی صرف اسناد نقل کی جائیں تو کئی ضخیم جلدیں مرتب ہو جائیں۔ میں صرف ایک سند ثبوت و تکمیل مضمون کے لئے نقل کرتا ہوں۔ قاری عبداللہ تک سلسلہ اس کتاب میں کسی بیان میں نقل کیا جا چکا ہے۔ قاری عبداللہ سے آگے سلسلہ اس طرح ہے۔

قاری عبداللہ عن شیخ ابراہیم سعد عن شیخ حسن بدار عن شیخ محمد المتولی عن شیخ احمد الرفاعی عن شیخ احمد سلمونہ عن شیخ ابراہیم العبیدی عن شیخ عبدالرحمٰن الاجھوری عن شیخ احمد البقری عن شیخ محمد البقری عن شیخ عبدالرحمٰن الیمنی عن شیخ سجادہ یمنی عن شیخ عبدالحق السنباطی عن شیخ زکریا الانصاری عن عن شیخ رضوان العقبی عن شیخ محمد النویری عن شیخ محمد الجزری عن شیخ ابن لبان عن شیخ احمد صہر الشاطبی عن شیخ ابی الحسن علی بن ہذیل عن شیخ ابی داؤد سلیمان عن شیخ ابی عمرو الدانی عن شیخ ابی الحسن طاہر بن غلبون عن شیخ ابی الحسن علی بن محمد بن صالح الہاشمی عن شیخ ابی محمد عبید بن الصباح عن الامام حفص عن الامام عاصم بن ابی النجود الکوفی عن الامام زر بن حبیش الاسدی عن الامام عبدالرحمٰن بن حبیب السلمی عن زید بن ثابت و ابی بن کعب و عبداللہ بن مسعود

Marfat.com

وعلی بن ابی طالب وعثمان ابن عفان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
غرض قرآن مجید کا تینوں قسم کا تواتر ایسا واضح اور شاندار طور پر صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں۔
یہ تو تعلیم و روایت کا ذکر تھا۔ قرآن مجید کی کتابت میں بھی تواتر ہے۔ یعنی ہر کاتب اپنے اُستاد سے قرآن کی کتابت سیکھتا چلا آیا ہے اور اساتذہ نے قرآن لکھے ہیں کتب فن میں ان اساتذہ کا مفصل تذکرہ ہے۔ میں نے کہیں لکھا ہے کہ میرے جدِ اعلیٰ (پردادا) قاضی علی احمد رحمتہ اللہ علیہ متوفی ۱۸۸۵ء قرآن کے مشہور کاتبوں میں تھے۔ حضرت کی سند کتابت یہ ہے۔
قاضی علی احمد عن حافظ سعید الدین عن حافظ ابراہیم عن حافظ نور اللہ عن میر حاجی عن آقا عبدالرشید دیلمی عن میر عماد عن زین الدین شعبان عن شمس الدین زختاوی عن شمس الدین بن ابی رقیبہ عن عماد بن عفیف عن ولی عجمی عن امین الدین یاقوت عن زینب خاتون عن محمد بن عبدالملک عن ابی الحسن علی بواب عن محمد بن اسد عن ابن مقلہ عن ابی الفرج کوفی عن ابی حدیا کوفی عن مہدی کوفی عن الامام کسائی عن ضحاک بن عجلان عن خالد بن ابی الہیاج عن ابی الاسود دوئلی عن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔
قرآن کے مشہور کاتب جن کے لکھے ہوئے قرآن لاکھوں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہوئے ہیں یعنی منشی ممتاز علی دہلوی انہوں نے حضرت جدِ اعلیٰ مرحوم سے استفادہ کیا تھا صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر کی زندگی جو قرآن نویسی کے شغل میں مشغول ہیں اور مولوی عبدالسلام کاتب دہلوی ان دونوں صاحبوں کی سندیں ہم نے کتاب زبان و قلم میں نقل کی ہیں۔
تعامل۔ یعنی قدامت عمل۔ زمانہ نزول سے آج تک قرآن پر چوبیس گھنٹے برابر ربع مسکون میں عمل جاری ہے۔
غرض تعلیم و تلاوت میں، کتابت میں، عمل کی قدامت میں ہر طرح قرآن کو اعلیٰ درجہ کا تواتر حاصل ہے تواتر قرآن کا ثبوت اہل السنت والجماعت کی کتب سے بہت کچھ مذکور ہو چکا ہے۔ اب میں اسلام کے ایک بڑے فرقہ کے علماء کے اقوال نقل کرتا ہوں۔
فاضل محمد بن الحسن شارح کافی لکھتے ہیں:۔ ہر کسے کہ تتبع اخبار و تفحص تاریخ و آثار نمودہ

Marfat.com

علم یقینی می داند کہ قرآن درغایت واعلیٰ درجۂ تواتر بودہ و آلاف صحابہ حفظ ونقل می کردند
آن در عہدِ رسول خدا مجموع ومؤلف بودے[1]

ایسا ہی تفسیر مجمع البیان وتفسیر صافی ومصائب النواصب میں ہے مولوی سید محمد
مولوی سید مرتضیٰ علم الہدیٰ سے ناقل ہیں۔ ان القرآن کان علیٰ عہد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم مجموعاً مؤلفاً علی ما ھو علیہ الآن وکان یدرس ویحفظ جمیعہ فی ذلک
الزمان وانہ کان یعرض علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تتلی علیہ وان جماعۃ من الصحابۃ
کعبداللہ بن مسعود وابی بن کعب وغیرھم ختموا القرآن علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم
عدۃ ختمات وکل ذلک یادنیٰ تامل یدل علی انہ کان مجموعاً مرتباً غیر منثور ولا
مبثوث۔ یعنی قرآن رسولِ کریم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا اور ابن مسعود وابی وغیرہ
صحابہ نے رسولِ کریم کو بہت دفعہ سنایا[2]

کسی اسلامی فرقہ کا تحریفِ قرآن کا عقیدہ ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام فرقوں کے
علماء نے لکھا ہے کہ قرآن رسولِ کریم کے عہد سے آج تک بلاتغیر وتبدل کے تنائج ہوا ہے
اور قرآن کے حامل وہی اصحاب تھے جن کو اہلِ سنت کہتے ہیں اور لوگ انہیں مقدس جانتے
ہیں۔ تمام اسلامی فرقوں کو قرآن انہیں کے ذریعہ پہنچا ہے۔ صحابہ میں سات قاری زیادہ
مشہور تھے۔ انہی میں حضرت علی بھی ہیں۔

خصوصیات قرآن

(۱) قرآن وہ کتاب ہے جو صاف لفظوں میں دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف
سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں۔

(۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدس ہستی نے پیش کیا ہے کہ جس کے وجود باجود
سے کسی کو انکار نہیں اور جس کی مقدس زندگی ہر قسم کے دھبوں سے پاک ہے۔

(۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہوکر دنیا
میں ظاہری وباطنی روشنی پھیلائی۔ اور علم وعدل وتہذیب وتمدن کا علم بلند کیا۔

(۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے نہایت زور کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام
خلافِ عدل وتہذیب امور اور تمام معاصی کی تردید کی۔

---

[1] شرح کافی ملا صادق، [2] تنزیہ الفرقان صفحہ ۲۹۔

Marfat.com

(۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام بھلائیوں کو بیان کیا ہے۔
(۶) قرآن وہ کتاب ہے جو علوم و شرائع کا سرچشمہ ہے۔
(۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کی مثل فصاحت و بلاغت معنی و مطالب کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا۔
(۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب متانت سے ادا کیا ہے۔
(۹) قرآن وہ کتاب ہے جو اپنے زمانہ نزول سے آج تک ہر طرح محفوظ ہے۔
(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی زمانہ نزول سے آج تک کی صحیح تاریخ مدون و مرتب ہے
(۱۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح سے صدہا علوم وجود میں آئے۔
(۱۲) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانہ نزول سے آج تک موجود ہے۔

کتاب زبان و قلم میں ہم نے موجودہ زمانہ کے دو قرآن نویس صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی اور مولوی عبدالسلام کی سندیں نقل کر دی ہیں۔ * *

(۱۳) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے لاکھوں قاری رسول کریم تک اپنی سند مسلسل رکھتے ہیں۔ اور یہ اسناد ابتدا سے آج تک ہزاروں میں محفوظ ہیں۔
(۱۴) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کی شروح علم حدیث و علم تفسیر و علم فقہ کے علماء اپنی اسناد مسلسل رسول کریم تک رکھتے ہیں اور ان کی اسناد مسلسل ہر زمانہ اور ہر ملک میں کتب سیر و تواریخ میں شائع ہوتی رہی ہیں۔
(۱۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس سے قوانین دیوانی و مال و فوجداری و زراعت و صناعت، تجارت و عبادات و اعتقادات و معاملات وغیرہ وغیرہ کے متعلق لاتعداد مسائل نکالے گئے ہیں۔ صرف امام ابوحنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں۔ باقی صدہا ائمہ گزرے ہیں۔
(۱۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کے ترجمہ پر ہر زمانہ میں ہر ملک اور ہر قوم کے موافق و مخالف علماء متفق رہے ہیں۔
(۱۷) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس سے ایک عالم متبحر اور ایک ان پڑھ دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۸) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا۔

(۱۹) قرآن وہ کتاب ہے جو حروف والفاظ ثقیلہ و محاورات وامثال رکیکہ سے پاک ہے

(۲۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں، کاتبوں، قاریوں کی مسلسل لائیف موجود ہے اور اس کی شروح و علوم متعلقہ کے حاملوں کی بھی صحیح لائیف مسلسل موجود ہے جس کا علمائے غیر کو اعتراف ہے۔

(۲۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ سے چوبیس گھنٹے دنیا میں جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

(۲۲) قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس گھنٹے دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ تک جاری رہے گی۔

(۲۳) قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند جلال نے وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (ہم نے یہ ذکر قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں) لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ (جھوٹ اس میں داخل نہیں ہو سکے گا نہ آگے نہ پیچھے کیونکہ اس کو خداوند حکیم نے نازل فرمایا ہے[۱] سر ولیم میور نے لکھا ہے۔ دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے جس کا متن اعتبار سے لے کر اس وقت تک تحریف سے پاک رہا ہو[۲] ہم قرآن کو بالکل اسی طرح محمد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں یعنی اس کے غیر محرف ہونے کا یقین کامل ہے[۳]۔

(۲۴) قرآن ایسی کتاب ہے جو تمام عالم میں شائع ہے لیکن ایک لفظ کا بھی اختلاف نہیں۔

(۲۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے پہلے پہل ملوکیت و ملوک پرستی کی تردید کی اور شوریٰ قائم کیا۔

(۲۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرت انسانی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔

(۲۷) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کو شائع کیا۔

(۲۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مساوات کو قائم کیا۔

(۲۹) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی۔

(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جس نے استعمار پرستی اور جوع الارض کے لئے جنگ کرنا

---

[۱] سورۂ حم سجدہ، [۲] لائف آف محمد۔ [۳] وان کریمر مشہور جرمن مستشرق

Marfat.com

حرام قرار دیا۔

(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مکمل قانون وراثت، موافق عقل و فطرت پیش کیا۔

(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قائم کئے۔

(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کے لئے آزادی کا دروازہ کھولا۔

(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق و تدقیق و انکشافات علمیہ کا دروازہ کھولا

(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس نے فرد اور جماعت دونوں کے لئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے۔

(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جو ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گی اور دنیا کی زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اور خوبصورت ہے۔

(۳۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کی منزل من اللہ ہونے میں کسی اسلامی فرقے کو شک نہیں

(۳۸) قرآن وہ کتاب ہے جو صاحب کتاب کی حیات میں حفظ و تعلیم و تحریر و عمل ہر طرح سے اکثر اقطاع عالم میں شائع ہو گئی تھی۔

(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تفسیر و تشریح خود صاحب کتاب نے کی اور لکھائی اور صاحب کتاب کے شاگردوں نے اس کو قلمبند کیا اور ان بزرگوں نے خود بھی اسکی تفسیر کی۔

(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شروح کی حفاظت و نصرت کے لئے صدہا علوم ایجاد ہوئے۔

(۴۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کو حفظ و تعلیم و کتابت، و قدامت عمل غرض ہر طرح پر کامل طور پر تواتر حاصل ہے۔

معجزہ

قرآن مجید حروف و الفاظ و عبارت و ترتیب و معانی و مطالب، تواتر و حفاظت ہر اعتبار سے معجزہ ہے۔ دنیا میں کوئی کلام فصاحت، بلاغت ہمہ گیری، اشاعت و تواتر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ فصاحت و بلاغت کے متعلق مضمون حفاظت قرآن میں تفصیل کر دی گئی ہے، اس کی فصاحت و بلاغت، اس کے علمی کمالات اور اس کی تعلیم کی خوبیوں کا غیروں نے بھی اقبال کیا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید کے عجائبات ایسے ہیں کہ اگر معمولی عقل و فراست کا آدمی بھی انصاف سے غور کرے تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ خدا کا کلام ہے انسان سے اس کی مثال و نظیر ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں کل (۶۶۶۶) آیتیں ہیں۔ ان میں پانسو آیتیں ایسی ہیں جن سے مسائل کا استنباط ہوا ہے، صرف ایک امام ابو حنیفہ نے تیرہ مسائل نکالے ہیں[1] اور مجتہدین نے اس کے علاوہ کم و بیش ایک کروڑ مسائل کا استنباط کیا ہوگا۔ اس طرح فی آیت بیس ہزار مسائل کا اوسط ہوا کیا دنیا میں کوئی مذہبی یا قانونی کتاب ایسی ہے کہ جس سے اس قدر استنباط ہوا ہو۔

کہا جا سکتا ہے کہ استنباط مسائل، حدیث و قیاس سے بھی ہوا ہے، یہ صحیح ہے۔ مگر حدیث کے متعلق ہم نے کئی جگہ عرض کیا ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے، امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے۔

علامہ ابن جرجانی نے لکھا ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں ان کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے[2]۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کی توثیق کے لئے کوئی آیت پڑھتے۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقرؤا ان شئتم لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین نہیں جس کو لقمہ دو لقمے دیئے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال نہ کرے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھو لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا[3] (اس قسم کی اور مثالیں ہم نے تاریخ التفسیر ص۹ پر نقل کی ہیں۔

رہا قیاس تو وہ بھی قرآن و حدیث ہی کے تحت میں اور اس کے نظائر پر کیا جاتا ہے غرض اس قدر مسائل کا استنباط ہوا ہے کہ اندازہ مشکل ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے ختم نہیں ہوا اور یہ مسائل صرف عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ عقائد، معاملات، اخلاق، حکومت تجارت، زراعت، صناعت وغیرہ وغیرہ سب کے متعلق ہیں۔

اصولیین نے استقراء کر کے فرض، واجب، مستحب، مباح، حلال، حرام، مکروہ اور مکروہ تحریمی وغیرہ کو قرآن سے ثابت کرنے کے لئے قرآن کی اس طرح تقسیم کی ہے یعنی احکام قرآن مجید اس وقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب قرآن کے الفاظ و حروف کی تقسیم کی جائے۔

---

[1] قلائد العقود والعقیان، [2] تاریخ الحدیث ص۲۵، [3] اخرجہ البخاری واحمد۔

Marfat.com

ان کی چار قسمیں ہیں۔ خاصّ۔ عامّ۔ مشترکؔ۔ ماوّل۔ جب ان کے استعمال پر غور کیا گیا تو وہ بھی چار قسم ثابت ہوئے۔ حقیقت، مجازؔ۔ صریحؔ۔ کنایہؔ۔ پھر اس کے بعد ان کو معنیٰ کے ظہور و خفاء کے اعتبار سے چار قسموں پر تقسیم کیا گیا۔ ظاہر، نص، مفسر محکم۔ اور ان کے مقابل والوں کا نام خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ اور متشابہ رکھا اس کے بعد عبارت قرآن کے معنی سمجھنے اور اس سے استدلال کرنے کی چار قسمیں کی گئیں۔ عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص۔ اقتضاء النص۔ نص سے مراد عبارتِ قرآن ہے،

عبارۃ النص۔ وہ معنی جو کلام سے ثابت ہوں اور سیاقِ کلام بھی اس کے لئے ہو۔

اشارۃ النص۔ جو الفاظِ کلام سے بغیر زیادتی کے ثابت ہوں اور سیاقِ کلام ان کے لئے نہ ہو۔

دلالۃ النص۔ حکم کی علت بروئے لغت معلوم ہو۔

اقتضاء النص۔ نص کے کسی ایسی چیز کے چاہنے کو کہتے ہیں جو اُس پر زیادہ ہو اور نص کے معنی بغیر اس کے صحیح و متحقق نہ ہو سکیں۔

وہ آیات جن سے مادی علوم کا استنباط ہوا ہے (۷۵۰) ہیں۔ یہ علوم بھی تعداد میں بے شمار ہیں۔ امام قاضی ابو بکر محمد بن عبد المعروف بہ ابن العربی المتوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ قرآن سے جن علوم کا استنباط ہوا ہے اُن کی تعداد ستر ہزار ہے[۱] علوم قرآن کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے اس میں اس کی تشریح ہے اور غیر مذاہب کے علماء کی رائیں بھی اس معاملہ میں قابل ملاحظہ ہیں۔

اس بیان کو پڑھنے کے بعد تاریخ عالم کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں نہ کہیں علم کا پتہ تھا نہ فنون کا نشان تھا۔ نہ امن و انصاف و تہذیب و تمدن کا دَور تھا۔ اور وہ سرزمین جہاں قرآن نازل ہوا جہالت و ظلم و طغیان کا مرکز تھی اور قرآن کو جو جامع علوم اور اخلاق و نصائح کا معدن و مخزن ہے، جو ظاہری و باطنی ترقی کا رہنما ہے۔ جس کی ضیا باریوں سے عالم منور ہوا، پیش کس نے کیا؟ ایک اَن پڑھ غریب نے ایسے ملک، ایسے زمانے، ایسی جماعت میں پیدا ہونے والے، پرورش پانے والے، یتیم و ناخواندہ کو ایسے علم و اخلاق، صدق و راستی کے آئین کیسے سوجھے۔ اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ خدا نے بتائے۔ مسائل و علوم

---

[۱] تاریخ التفسیر صفحہ ۱۱۴،

Marfat.com

کا استنباط کس طرح کیا گیا؟ یہ مجھ جیسے ہیچمیرز کے بس کی بات نہیں متبحر علماء سے معلوم ہوسکتا ہے۔ یا فقہ و تفسیر کی قدیم ضخیم کتابوں سے۔

معلومات

(۱) امام شافعی کا قول ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور خصوصاً سورۂ فاتحہ کا۔ امام اعظم کا قول ہے کہ نہ کسی سورت کا جزو ہے نہ الحمد کا۔ البتہ جزو قرآن یا آیت سورۂ نمل ہے۔

(۲) تعوذ دعا ہے۔ قرآن نہیں۔

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم۔ کثرت سے صحیح روایات میں یہی الفاظ آئے ہیں[1]

(۴) لفظ اللہ قرآن میں (۲۵۸۴) مرتبہ آیا ہے۔

(۵) بعض نے لکھا ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے ہے بجز بقرہ اور آل عمران کے وہ سب مکی ہیں۔ علقمہ سے روایت ہے کہ جن سورتوں میں یاایھا الناس یا یابنی ادم سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یاایھا الذین اٰمنوا سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں۔ ایسی ہی روایت میمون بن مہران سے ہے۔

(۶) مکی سورتوں میں اعتقادیات زیادہ ہیں مثلاً تعلیم توحید ذات وصفات و اثبات رسالت، بت پرستی اور اوہام پرستی کی مذمت، مدنی سورتوں میں احکام زیادہ ہیں۔

(۷) سورتوں کی ابتدا تین قسم سے ہے

خدا کی ثنا و صفت کے ساتھ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول صفات جمالیہ کا ثبوت، دوم صفات ذمیمہ سے تنزیہہ و تقدیس۔ پانچ سورتوں کو تحمید و تقدیس سے شروع کیا ہے۔ فاتحہ۔ انعام۔ کہف، سبا۔ فاطر۔ اور دو کو لفظ تبارک سے (فرقان۔ ملک) انہیں اثبات صفات ہے۔ سات سورتوں کو لفظ سبحان سے شروع کیا ہے (بنی اسرائیل۔ سبحان الذی اسریٰ۔ حدید حشر، صف۔ جمعہ۔ اعلیٰ)

انتیس سورتوں کو حروف تہجی سے شروع کیا ہے۔

دس سورتوں کو بلفظ ندا شروع کیا ہے۔ پانچ کو ندائے رسول سے (احزاب۔ طلاق۔

---

[1] بخاری، مسلم۔ ترمذی۔

Marfat.com

تحریم - مزمل - مدثر) ، پانچ کو ندائے اُمت سے (نساء - مائدہ - حج - حجرات - ممتحنہ)
تئیس سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا ہے -
پندرہ سورتوں کو قسم سے شروع کیا ہے -
سات سورتوں کو شرط سے شروع کیا ہے (واقعہ - منافقون - تکویر - انفطار - انشقاق - زلزال - نصر)
چھ سورتوں کو بصیغۂ امر شروع کیا ہے (قل اوحی - اقرء - کافرون - اخلاص - فلق ناس)
چھ سورتوں کو بصیغۂ استفہام شروع کیا ہے (ہل اتی - نباء - ہل اتاک ، الم نشرح الم تر - ارأیت)
تین سورتوں کو بد دعا سے شروع کیا ہے (تطفیف - ہمزہ - لہب)
ایک سورت کو تعلیل سے شروع کیا ہے - (قریش)

(۸) چونکہ نوع انسانی کو مادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں تعداد میں زیادہ ہیں - ایسی آیتیں جن میں علوم کا ذکر ہے یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں -

(۹) بعض سورتوں کے کئی کئی نام ہیں - ان سب ناموں کی کوئی وجہ تسمیہ یا تو خود متن سورۃ میں موجود ہے یا یہ کہ سورۃ کے صفات یا اُس کے منافع بنیادِ تسمیہ ہیں جیسے سورۂ اخلاص کو اس لئے کہ یہ سورت اعتقاد کو مضبوط کرنے والی ہے سورۃ الاساس بھی کہتے ہیں -

(۱۰) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ نام سورۂ فاتحہ کے ہیں -

(۱۱) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ بڑی سورۂ بقرہ اور سب سے چھوٹی سورۂ کوثر ہے

(۱۲) قرآن کی ترتیب بزمانہ خلافت اول ۱۳ھ میں اور بزمانہ خلافت سوم ۲۵ھ میں ہوئی [1]

(۱۳) انبیائے ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے :-
آدم - نوح - ادریس - ابراہیم - اسماعیل - اسحاق - یعقوب ، یوسف ، لوط - ہود
صالح - شعیب - موسیٰ - ہارون - داؤد - سلیمان ، ایوب - ذوالکفل - یونس - الیاس
الیسع - زکریا - یحییٰ - عیسیٰ -

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی -

Marfat.com

صالحین ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ عزیر۔ ذوالقرنین۔ لقمان۔
نساءِ صالحات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ مریم بنت عمران۔
ملائکہ ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
جبریل۔ میکائیل۔ ہاروت، ماروت۔ رعد۔ ملک الموت۔
کفار ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
ابلیس۔ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ آذر۔ سامری۔ ابولہب۔
اشخاص ذیل کا تذکرہ بضمن واقعات آیا ہے۔ عمران۔ تبع۔ طالوت۔ جالوت
صحابی جس کا نام قرآن میں آیا ہے۔ زید بن ثابت رضہ
حسب ذیل اشخاص کی شخصیت کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔
ابنائے آدم۔ امرأۃِ نوح۔ ابنِ نوح۔ امرأۃِ لوط۔ امرأۃِ فرعون۔ امرأۃِ عزیز۔ ابن لقمان۔ امرأۃ عمران۔ اُمّ موسیٰ۔ امرأۃِ ابراہیم۔ امرأۃِ ابی لہب۔ خولہ زوجہ عبادہ بن صامت۔ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ (خدا نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے جھگڑتی تھی)

فہرست تعداد آیات

نام سورت	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
فاتحہ	۷	۷	۷	۷	۷	۲۵	۱۲۲
بقرہ	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۴	۲۸۷	۲۸۶	۶۲۱۲	۲۶۷۹۲
ال عمران	۲۰۰	۲۰۰	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۰	۳۴۸۰	۱۶۰۳۰
نساء	۱۷۵	۱۷۵	۱۷۷	۱۷۵	۱۷۶	۳۷۵۰	۱۶۰۳۰
مائدہ	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۰	۲۸۴۲	۱۳۴۶۴
انعام	۱۶۷	۱۶۷	۱۶۶	۱۶۶	۱۶۵	۳۱۰۰	۱۲۹۲۵
اعراف	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۶	۳۳۸۷	۱۴۶۳۵
انفال	۷۶	۷۶	۷۷	۷۶	۷۵	۱۱۳۱	۵۲۷۴
توبہ	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۲۹	۲۵۳۷	۱۱۳۶۰

Marfat.com

نام سورت	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
یونس	۱۰۹	۱۰۹	۱۱۰	۱۰۹	۱۰۹	۱۸۶۱	۷۷۳۳
ھود	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۱	۱۲۳	۱۹۳۶	۷۶۲۴
یوسف	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۸۰۸	۷۴۱۱
رعد	۴۴	۴۴	۴۶	۴۵	۴۳	۸۶۳	۳۶۱۴
ابراھیم	۵۴	۵۴	۵۵	۵۲	۵۳	۸۴۵	۳۶۰
حجر	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۶۶۳	۲۹۰۷
نحل	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۸۴۱	۷۹۷۴
بنی اسرائیل	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۱	۱۵۸۳	۶۷۱۰
کہف	۱۰۵	۱۰۵	۱۰۶	۱۱۱	۱۱۰	۱۲۰۱	۶۶۲۰
مریم	۹۸	۹۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۶۸	۳۹۸۶
طٰہٰ	۱۳۴	۱۳۴	۱۴۰	۱۳۲	۱۳۵	۱۲۵۱	۴۵۶۶
انبیاء	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۸۷	۵۱۵۴
حج	۹۶	۹۷	۹۴	۹۵	۷۸	۱۲۸۳	۵۴۳۲
مومنون	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۸	۱۰۷۰	۴۵۳۸
نور	۶۲	۶۲	۶۴	۶۴	۶۴	۱۴۲	۶۴۱
فرقان	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۹۰۶	۳۹۱۹
شعراء	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۷	۲۶۶	۲۲۶	۱۳۴۷	۵۶۸۹
نمل	۹۵	۹۵	۹۴	۹۴	۹۳	۱۱۶۷	۴۸۷۹
قصص	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۸۸	۱۵۴۴	۶۰۱۱
عنکبوت	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۶۹	۹۹۰	۴۴۱۰
روم	۵۹	۵۹	۶۰	۶۰	۶۰	۸۲۷	۳۵۴۷
لقمان	۳۳	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۵۵۴	۲۲۱۷
سجدہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۷۴	۱۵۷۷
احزاب	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۱۲۱۰	۵۹۰۹

Marfat.com

نام سورت	تعداد آیات کلی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
سبا	۴۶	۴۵	۴۶	۵۴	۵۴	۸۹۶	۳۶۳۶
فاطر	۴۵	۴۵	۴۶	۴۵	۴۵	۷۹۲	۳۲۸۹
یٰس	۸۲	۸۲	۸۲	۸۲	۸۳	۷۳۹	۳۰۹۰
صافّات	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۷۳	۳۹۵۱
صٓ	۸۶	۸۶	۸۶	۸۵	۸۸	۷۳۸	۳۱۰۷
زُمر	۷۲	۷۲	۷۳	۷۲	۷۵	۱۱۸۴	۴۹۶۵
مومن	۸۴	۸۴	۸۶	۸۲	۸۵	۱۲۴۲	۵۲۱۳
حم سجدہ	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۵۴	۸۰۹	۳۴۰۶
شوریٰ	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۳	۸۶۹	۳۵۸۵
زُخرُف	۸۹	۸۹	۸۰	۸۹	۸۹	۸۴۸	۳۶۵۶
دخان	۵۶	۵۶	۵۶	۵۷	۵۹	۳۴۹	۱۴۹۵
جاثیہ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۴۹۲	۲۱۳۱
احقاف	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۷۵۰	۲۷۰۹
محمد	۳۹	۳۹	۳۹	۳۴	۳۸	۵۵۸	۲۴۷۵
فتح	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۵۶۸	۲۵۵۵
حجرات	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۸	۳۵۰	۱۵۷۳
قٓ	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۳۷۶	۱۵۲۵
ذاریٰت	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۳۶۰	۱۵۵۹
طور	۴۷	۴۷	۴۹	۴۸	۴۹	۳۱۹	۱۳۳۴
نجم	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۲	۳۶۵	۱۴۵۰
قمر	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۵۵	۳۴۸	۱۴۸۲
رحمٰن	۷۷	۷۷	۷۸	۷۶	۷۸	۳۵۱	۱۶۸۳
واقعہ	۹۹	۹۹	۹۹	۹۷	۹۶	۳۸۴	۱۷۶۸
حدید	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۲۹	۵۸۶	۲۵۹۹

Marfat.com

نام سورت	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
مجادله	۲۱	۲۱	۲۲	۲۲	۲۲	۴۷۳	۱۹۹۲
حشر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۲	۴۷۹	۲۱۰۳
ممتحنه	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۳۷۰	۱۵۹۳
صف	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۷۶	۷۸۷
منافقون	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۸۳	۷۲۱
تغابن	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۲۴۷	۱۱۴۲
طلاق	۲۲	۲۲	۱۲	۱۱	۱۲	۲۹۸	۱۲۳۷
تحریم	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۲۵۳	۱۱۲۴
ملک	۳۰	۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۳۵	۱۳۵۹
قلم	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۳۰۶	۱۲۹۵
حاقه	۵۲	۵۲	۵۰	۵۰	۵۲	۲۶۰	۱۱۳۴
معارج	۴۴	۴۴	۴۳	۴۴	۴۴	۲۶۰	۶۷۷
نوح	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۸	۲۳۱	۹۷۴
جن	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸۷	۱۱۲۶
مزمل	۲۰	۲۰	۲۰	۱۹	۲۰	۲۰۰	۸۶۴
مدثر	۵۶	۵۵	۵۵	۵۶	۵۶	۲۵۶	۱۱۴۵
قیامه	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۴۰	۱۶۴	۶۸۲
دهر	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۲۴۶	۱۰۹۹
مرسلات	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۸۱	۸۴۶
نبأ	۴۰	۴۱	۴۰	۴۱	۴۰	۱۷۴	۸۰۱
نازعات	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۶	۱۸۱	۷۹۱
عبس	۴۲	۴۲	۴۰	۴۱	۴۲	۱۳۳	۵۵۳
تکویر	۲۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۴	۴۳۶
انفطار	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۸۰	۳۲۴

Marfat.com

نام سورت	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
تطفیف	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۷۲	۷۵۸
انشقاق	۲۵	۲۵	۲۵	۲۳	۲۵	۱۰۸	۴۴۸
بروج	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۱۰۹	۴۷۵
طارق	۱۶	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۶۱	۲۵۴
اعلیٰ	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۷۲	۲۶۹
غاشیہ	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۹۳	۳۸۴
فجر	۳۲	۳۲	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۷	۵۸۵
بلد	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۸۲	۳۴۷
شمس	۱۶	۱۶	۱۵	۱۵	۱۵	۵۶	۲۵۴
لیل	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۷۱	۲۱۴
ضحیٰ	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۹۶
انشراح	۸	۸	۸	۸	۸	۲۷	۱۰۳
تین	۸	۸	۸	۸	۸	۳۴	۱۶۵
علق	۲۰	۲۰	۱۸	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۰
قدر	۲	۵	۶	۵	۵	۳۰	۱۱۵
بینہ	۸	۸	۸	۹	۸	۹۵	۴۱۳
زلزال	۹	۹	۹	۹	۸	۳۷	۱۵۸
عادیات	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۷۰
قارعہ	۱۵	۱۵	۸	۸	۱۱	۳۵	۱۶۰
تکاثر	۸	۸	۸	۸	۸	۲۸	۱۲۳
عصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۴	۷۴
ھمزۃ	۹	۹	۹	۹	۹	۳۳	۱۳۵
فیل	۵	۵	۴	۴	۴	۱۷	۷۹
ماعون	۶	۶	۶	۶	۷	۲۵	۱۱۵

Marfat.com

نام سورت	آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
کوثر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۰	۳۷
کافرون	۶	۶	۶	۶	۶	۲۶	۹۹
نصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۹	۸۱
لهب	۵	۵	۵	۵	۵	۲۴	۸۱
اخلاص	۴	۵	۵	۴	۴	۱۷	۴۹
فلق	۵	۵	۵	۵	۵	۲۳	۷۳
ناس	۶	۶	۷	۶	۶	۲۰	۸۱

قرآن مجید کے حروف وکلمات وآیات کی شمار میں اختلاف اس لئے ہے کہ بعض نے حرف مشدد کو ایک شمار کیا ہے اور بعض نے دو۔ اسی طرح جب شمار حروف میں اختلاف ہے تو کلمات میں بھی اختلاف ہوا۔ آیات میں بعض نے ۵ؕ کو علیحدہ شمار نہیں کیا ہے۔ بعض نے شمار کیا ہے۔

حروف مقطّعات

حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یہ اسمائے الٰہیہ ہیں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان حروف میں سے ہر حرف اسمائے الٰہی پر اشارہ ہے مثلاً الف اشارہ ہے احد، اول اور آخر کی طرف۔ میم اشارہ ہے مالک، مالک، مجید اور منّان وغیرہ کی طرف[1]

حروف تہجّی جب حسب مذاق اہل لسان ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں تو اُن سے معانی لغویہ کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن نفس حروف جو کلمہ وکلام کے عناصر ہیں اُن کے افادۂ معنی سے محروم ہیں ہاں اختصار پسند طبائع علاوہ ترکیب لفظی کے کبھی ان حروف سے اشارات کا کام لیتی ہیں اور کبھی ان سے اعداد کا استنباط کیا جاتا ہے ان حروف کے اسماء دیگر اسماء کی طرح مستقل معنی رکھتے ہیں یعنی نفس حروف تہجی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لئے خلاصہ یہاں یہ ہوا کہ لفظ الف بامعنی اور اس کا مسمی ا بے معنی ہے۔

---

[1] تفسیر عزیزی۔

Marfat.com

فصحائے عرب کا معمول تھا کہ وہ اپنی تقریروں کی جدائی مختلف الفاظ سے ظاہر کرتے تھے۔ خدا نے بھی اپنے مہذب کلام کا آغاز بعض سورتوں میں حروفِ تہجی کے تلفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے معنی حروف کے لانے میں مخالفین کی طرف سے اعتراضات نہیں ہوئے۔

بعض علماء نے جو ان حروف کی تفسیر کی ہے مثلاً اَلٓمّٓ الف کا عدد (۱) لام کے (۳۰) میم کے (۴۰) تو اکبر کا ترجمہ ہوا۔ قسم ہے (۷۱) پیغمبروں کے چالیس (۱+۳۰=۳۱) صحیفوں کی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ حضرت ابن عباس کے مرقومہ بالا قول کا بھی قریب قریب ایسا ہی مفہوم ہے یعنی حٰمٓ (ح) (حمید) (م) (مالك) یعنی اللہ حمد کیا گیا اور مالک ہے۔ اس طرح خیال ہوتا ہے کہ حروفِ مقطعات قرآن کی (کتاب المجموع، مختصر نویسی) شارٹ ہینڈ ہے۔

بعض مسائل

(۱) قرآن کو باوضو ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اگر پانی میسر نہ ہو یا کوئی اور عذر ہو تو تیمم کرلے۔

(۲) تلاوت کے لئے شرط ہے کہ لباس و بدن پاک ہوں اور باوضو ہو۔

(۳) قبلہ رُخ مؤدب بیٹھ کر تلاوت کرے۔

(۴) قرآن کو آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے۔

(۵) بعض ائمہ نے کہا ہے کہ قبل قرأت اعوذ پڑھنا مستحب ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے کیونکہ ارشاد ہے فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

(۶) اول اعوذ پڑھے پھر بسم اللہ پھر تلاوت شروع کرے۔

(۷) قرآن آج تک جس طرح لکھا جاتا ہے اُس خط اور قرآن کے رسم الخط کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

(۸) قرآن کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے ان الترتیب من واجبات القرأۃ ولو خارج الصلوٰۃ (قرآن کا ترتیب سے پڑھنا واجب ہے اگرچہ نماز سے باہر ہو[1] موجودہ ترتیب کے خلاف پڑھنا مکروہ ہے[2]

رسول کریم نے حضرت بلال کو دیکھا کہ اُنہوں نے کچھ آیتیں ایک سورت کی پڑھیں

---

[1] طحطاوی۔ [2] بنایہ

Marfat.com

اور کچھ دوسری سورت کی تو حضور نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ ہر سورت کو اسکی ترتیب پر پڑھو[۱] اس زمانہ میں یہ دستور ہے کہ بعد ختم قرآن کچھ آیتیں کسی ایک سورت کی پڑھتے ہیں یہ نہیں چاہیئے۔ حلیمی نے اس کو ترکِ آداب میں شمار کیا ہے[۲]

(۹) قرآن زبانی پڑھنا بغیر وضو جائز ہے۔

(۱۰) قرآن سواری پر اور پیادہ چلنے میں پڑھنا جائز ہے مگر مقام گذر نجس نہ ہو۔

(۱۱) سورۂ فاتحہ اور کسی ایک سورت کا حفظ یاد کرنا فرض ہے[۳]

(۱۲) قبروں کے سرہانے قرآن پڑھنا مکروہ ہے[۴]

(۱۳) جو فقیر بازاروں اور راستوں میں قرآن پڑھ کر بھیک مانگتا ہو اس کو بھیک دینا مکروہ ہے[۵]۔

(۱۴) چند اشخاص کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جس طرح آج کل فاتحہ وغیرہ میں دستور ہے مکروہ ہے[۶]۔

(۱۵) قرآن مجید کی تلاوت آہستہ ایسی آواز سے کرنا چاہیئے کہ ریا کا خیال پیدا نہ ہو کسی نماز پڑھنے والے کو نماز میں متشابہ نہ لگے۔ کسی سونیوالے کی نیند خراب نہ ہو[۷]

(۱۶) جو شخص کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف ادا کرتا ہو جیسے ق کی جگہ ک تو اگر وہ ق کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اُس کی نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۱۷) پُورے قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور سُنّت ہے۔

(۱۸) رسولِ کریم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو قرآن ختم کرے اور شروع بھی کرے اسی لئے تلاوت کرنے والوں کا قدیم سے یہ طریقہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھتے ہیں[۸]۔ ہم نے اس کے متعلق ب حدیث بھی نقل کی ہے

(۱۹) قرآن کو بوسہ دینا مستحب ہے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل بوسہ دیتے تھے[۹]

(۲۰) قرآن کو خوشبو لگانا مستحب ہے۔

(۲۱) قرآن کو بلند جگہ رکھنا مستحب ہے۔

(۲۲) قرآن کو چاندی وغیرہ سے مزین کرنا جائز ہے۔

(۲۳) بوسیدہ قرآن کو جلا دینا جائز ہے[۱۰] جلا کر اس کی راکھ رواں پانی میں بہا دینا بہتر ہے۔

---

۱ ہدایۃ الترتیل۔ ۲ اتقان فی علوم القرآن۔ ۳ فضل القراءۃ۔ ۴ خزینۃ الروایات۔ ۵ نصاب الاحتساب ۶ خزینۃ الروایات و تاتارخانیہ و محیط و شرح سرخسی۔ ۷ منتخبۃ الفکر فی الجہر بالذکر۔ ۸ ہدایۃ الترتیل۔ ۹ اتقان

Marfat.com

(۲۴) کتابت قرآن کی اُجرت لینا مکروہ ہے۔
(۲۵) قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو پاک برتن پر لکھ کر دھو کر پینا جائز ہے۔
(۲۶) بحالت جنابت قرآن کو پڑھنا جائز نہیں۔

اعمالِ قرآنی

ہم صندل ور دسر ہم سُرمۂ بینائی

قرآن مجید کی آیات و سور دفعِ بلا اور قضائے حاجات کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں مختلف آیات اور مختلف سور کی علیحدہ علیحدہ خاصیتیں ہیں۔ یہ علم بھی بڑا وسیع ہے اس پر بھی صد ہا کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے علماء اور مشائخ نے بھی اس پر تصانیف کی ہیں۔

اگر اعتقاد صحیح اور قواعد مقررہ کے ساتھ عمل کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے عام شرائط یہ ہیں:۔

(۱) عروجِ ماہ سے شروع کرے (۲) ایک وقت اور ایک جگہ پاک صاف معین کر کے پڑھے (۳) جو تعداد عاملوں نے لکھی ہے اُس تعداد کے موافق پڑھے۔ (۴) لباس و بدن پاک صاف رکھے (۵) اول و آخر تعداد معین سے درود شریف پڑھے (۶) ختم عمل پر خشوع و خضوع سے دعا کرے (۷) صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بعض سور و آیات کے خواص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہیں باقی علماء و ائمہ و مشائخ نے اپنے تجربہ سے لکھے ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجال۔ (جو کوئی سورۂ کہف کی اول کی دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال سے محفوظ رہے گا)[۱]

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرہ من قرأ ھما فی لیلتہ کفتاہ۔ سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتیں جو رات کو پڑھے گا وہ اُس کے لئے کافی ہیں[۲]۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً (جو رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اُس کو کبھی فاقہ

---

[۱] مسلم۔ [۲] بخاری۔

Marfat.com

نہ ہوگا[1]

بعض بعض سورتوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

سورۂ فاتحہ۔ دفع مرض کے لئے سات بار اور قضائے حاجت کے لئے صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ام بار روزانہ چالیس دن تک پڑھے۔

سورۂ مزمل۔ حصول غنائے ظاہری و باطنی کے لئے چالیس مرتبہ روزانہ پڑھے

پنجسورہ۔ بزرگوں نے تجربہ کے بعد پانچ سورتوں کے خواص خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں جو تمام حاجات و ضروریات پر حاوی ہیں ؎

ہرکہ خواند پنج سورہ وقت پنج — او بیابد دولت بے ہیچ رنج
صبح یٰسین ظہر فتح و عصر عم — واقعہ مغرب، عشا را ملک ہم

معوذتین۔ سألت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال ابی سألت النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقال قال لی جبرئیل فقال فنحن نقول کما قال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یعنی ابی بن کعب سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول کریم سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا ابی نے کہا کہ ایسا ہی ہم کہتے ہیں جیسا کہ رسول کریم نے کہا) یہ روایت معوذتین کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معوذتین کے متعلق ابی بن کعب اور ابن مسعود ہم خیال تھے۔ ابی اور ابن مسعود دونوں کی روایتیں اسمائے سور کے بیان میں نقل کی گئی ہیں۔ اب اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ اس روایت میں سائل نے خواص سور کا سوال کیا ہے کہ ابن مسعود ان سورتوں کے یہ خواص بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایسا ہی رسول کریم نے کہا ہے وہ خواص ان کے کیا ہیں کہ یہ دفع سحر کے لئے مجرب ہیں۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب التفسیر میں بھی یہی ہے۔

اعمال قرآنی کے متعلق بہت کثرت سے ضخیم کتابیں تصنیف ہوئی ہیں شائقین ان کو مطالعہ کریں۔ یہاں سب کے خواص بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ حصن حصین وغیرہ کتابوں میں آیات و سور کے خواص اور ان کے ساتھ بعض خاص خاص دعائیں بھی جو حضور نے ارشاد فرمائی ہیں جمع کی گئی ہیں۔ بعض دعائیں ایسی ضروری اور مجرب ہیں کہ ان کو حضور نے صحابہ کو اسی اہتمام سے یاد کرایا تھا جس اہتمام سے قرآن یاد کرایا تھا۔ صحابہ بھی ان کا ایسا ہی اہتمام

---

[1] مشکوٰۃ۔

Marfat.com

کرتے تھے۔ جیسے قنوت جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے۔ اور امام شافعی کے مقلدین صبح کے فرضوں میں پڑھتے ہیں۔ قنوت کو حضرت ابی بن کعب بھی ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ شوافع نے سمجھا ہے

احکام قرآن

تاریخ شاہد ہے، کتب مذاہب عالم گواہ ہیں کہ نزول قرآن سے قبل ربع مسکون پر نہ علوم و فنون کا پتہ تھا۔ نہ عدل و انصاف و مساوات کا نشان تو تھا، قمار بازی، شراب خواری، زنا، لواطت، بت پرستی، دختر کشی، خودکشی اور دوسری بداخلاقیاں محاسن بن کر رائج تھیں۔ ان کے ابطال و انسداد کے لئے جو کچھ قرآن اور صاحب قرآن کے احکامات ہیں اُن کی تفصیل و تشریح یا صرف اُن کے بیان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے ہم یہاں صرف بعض آیات اور اُن کا حاصل لکھتے ہیں۔

(۱) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا۔ تمہارا خدا ایک ہے پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا امیدوار رہے تو وہ نیک کام کرے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) لَا تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ۔ بتوں کو مت پوجو۔

(۳) لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں فساد مت کرو۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ۔ اللہ تعالےٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا حکم فرماتا ہے اور فحش اور بری باتوں اور بغاوت کو منع کرتا ہے۔

(۵) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور غریب کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

(۶) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ قرابت والے کو اس کا حق دے۔

(۷) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ۔ حرام کیا گیا ہے تم پر مردار جانور اور خون اور سؤر کا گوشت،

(۸) وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ پانسوں سے فال نہ نکالو۔ یہ گناہ ہے

Marfat.com

(۹) لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوٓا ۔ سود مت کھاؤ ۔

(۱۰) لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ ۔ جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے ان سے تم نکاح مت کرو ۔

(۱۱) وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ مسلمان غصّہ کھانے والے معاف کر دینے والے ہوتے ہیں ۔

(۱۲) هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۔ مسلمان بیہودہ باتوں سے بچتے ہیں ۔

(۱۳) لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ۔ کسی کے ساتھ دشمنی کی بنا پر نا انصافی مت کرو ۔ بلکہ انصاف کرو ۔

(۱۴) فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَآءِ ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ ان پر تم نے خدا کے نام کی ضمانت پر قبضہ کیا ہے ۔

(۱۵) وَاَنْ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۔ لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو ۔

(۱۶) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۔ خیرات کا مال غریبوں، فقیروں عاملین زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، غلاموں کے آزاد کرانے، قرضداروں کا قرضہ ادا کرنے نیک کاموں اور مسافروں کے لئے ہے ۔

(۱۷) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۔ اللہ کے نیک بندے جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں ۔ بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں ۔

(۱۸) لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ، قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔ محتاجی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو ۔ وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جنہوں نے جہالت سے اولاد کو قتل کر دیا ۔

(۱۹) وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۔ معافی دے دیا کرو اور درگذر کیا کرو ۔ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے ۔

(۲۰) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں ۔

(۲۱) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۔ خدا نے

Marfat.com

ایمان والوں اور علم والوں کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔

(۲۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ شراب، جوا، بت، پانسے، فال نکالنا۔ یہ سب برے کام ہیں ان سے بچو۔

(۲۳) لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّسَآءَ سَبِیْلًا۔ زنا کے پاس مت جاؤ یہ بے حیائی کا کام اور بہت برا راستہ ہے۔

(۲۴) ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِھِمْ خَیْرًا۔ مسلمان مرد عورتوں کا گمان ایک دوسرے کی طرف نیک ہوتا ہے۔

(۲۵) وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ۔ کاموں میں مشورہ کیا کرو۔

(۲۶) لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ والدین اور قرابتداروں کے ترکہ میں مردوں عورتوں دونوں کا حصہ ہے۔

(۲۷) وَلَا تَکْتُمُوا الشَّھَادَۃَ وَمَنْ یَّکْتُمْھَا فَاِنَّہٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ۔ سچی گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی چھپائے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(۲۸) اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی۔ تم کو ان لوگوں کا حال معلوم نہیں جن کو کانا پوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

(۲۹) کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی۔ تم پر مقتول کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے

(۳۰) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ کسی کو ناحق قتل مت کرو۔

(۳۱) اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ جو لوگ پاک دامن عورتوں کو اتہام لگاتے ہیں وہ دونوں جہان میں ملعون ہیں۔

(۳۲) فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔ رشتہ داروں، غریبوں اور مسافروں کو ان کا حق دے دیا کرو۔

(۳۳) وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ اور دیا مال رشتہ داروں یتیموں غریبوں کو مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں۔

Marfat.com

(۳۴) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔ بیوہ عورتوں، غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کر دو۔

(۳۵) وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔ عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ ان کو تنگ کرنے کے لئے۔

(۳۶) لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا کسی گھر میں بغیر اجازت حاصل کئے داخل نہ ہو اور جب کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

(۳۷) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مسلمانوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔

(۳۸) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اللہ تعالےٰ خیانت کرنے والوں ناشکروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

(۳۹) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔

(۴۰) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ جو اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے وعدے کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۴۱) قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اللہ تعالیٰ بےحیائی اور بری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(۴۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کرو۔

(۴۳) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ۔ اور اگر تم تکلیف دو تو اسی قدر جتنی کہ تم کو تکلیف پہنچائی گئی ہے۔

(۴۴) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اللہ کے نیک بندے زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں۔

(۴۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ اترانے والے اور شیخی مارنے والے خدا کو ناپسندیدہ ہیں۔

(۴۶) اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ بخیل اور بخل کی ترغیب دینے والوں کے لئے عذاب ہے۔

(۴۷) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔

Marfat.com

(۴۸) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ اللہ توبہ کرنیوالوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۴۹) قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى۔ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ خیرات کرنے کے بعد تکلیف دی جائے

(۵۰) وَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یتیم کی تحقیر نہ کر۔ سائل کو مت جھڑک۔

(۵۱) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ احسان جتا کر صدقہ کا اجر ضائع نہ کرو۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔

(۵۲) اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔

(۵۳) حَتّٰى اِذَا اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً۔ جب جنگ کر چکو تو دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کر لو۔ پھر ان کو یا تو احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔

(۵۴) هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ خدا نے تم سب کو تن واحد سے پیدا کیا ہے۔

(۵۵) وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ۔ اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہم کو آزادی کی دستاویز لکھ دو تو اگر تم ان میں بھلائی کے آثار پاتے ہو تو لکھ دو اور آزاد کرتے وقت ان کو اس مال میں سے کچھ دے دو جو خدا نے تم کو دیا ہے۔

(۵۶) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں اختلاف مت کرو۔

(۵۷) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو چلتا ہے زمین میں تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور

Marfat.com

اور کھیتوں اور نسلوں کو برباد کرے اور خدا نہیں پسند کرتا فساد کو۔

(۵۸) قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ۔ اچھے اور بُرے برابر نہیں ہو سکتے۔

(۵۹) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۔ مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو اگرچہ تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

(۶۰) اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ۔ وہ بھی بربادی میں ہے جو مال کو گن گن کر جمع کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔

(۶۱) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔

(۶۲) اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا۔ وعدہ کو پورا کیا کرو۔ وعدہ کا سوال ہوگا۔

تحریف قرآن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ہر طرح محفوظ کرا دیا تھا۔ آپ کے عہد میں قرآن بہت سے سفینوں اور لاکھ سے زیادہ سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے بھی اُس کے حفظ کرنے اور لکھنے میں کمال احتیاط سے کام لیا۔ یہ حدیث نقل کی جا چکی ہے کہ ابن زبیر نے حضرت عثمان سے قرآن لکھتے وقت ایک آیت کے متعلق کہا کہ یہ منسوخ ہے اس کو نہ لکھیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا۔ غرض قرآن کی ایسی بے نظیر حفاظت ہوئی ہے کہ کسی قسم کے خیال کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے اسی وجہ سے محققین مذاہب غیر کو بھی ماننا پڑا اور باوجود مخالفت کے لکھنا پڑا کہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اس قسم کی رائیں نقل کی جائیں گی۔

۱۹۱۴ء میں ایک یوروپین ڈاکٹر منگانا نام نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام (لیوز فرام انشینٹ قرآنز) ہے یعنی تین قدیم قرآنوں کے اوراق ہیں ان اوراق میں مختلف سورتوں کی آیات لکھی ہیں گویا آیات وسور کی ترتیب موجودہ قرآن کے خلاف ہے ڈاکٹر ڈاکٹر موصوف کا منشا اس سے تحریف قرآن ثابت کرنا ہے۔ ڈاکٹر موصوف تو اپنے قیاس سے اُن کو ۸۰۰ء کے ابتداء کی تحریر قرار دیتے ہیں اور ڈاکٹر لیڈی اگنس سمتھ

Marfat.com

ڈیس ان کو جمع عثمانی سے قبل کی تحریر قرار دیتی ہیں لیکن لیڈی صاحبہ کا خیال اس لئے غلط ہے کہ ان اوراق میں نقطے ہیں اور نقطوں کا رواج آٹھویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ سے بعہد خلیفہ ولید بن عبدالملک حضرت عثمان کی وفات سے کم و بیش پچاپن سال بعد ہوا۔

ڈاکٹر منگانا اس کو آٹھویں صدی کے اوائل کا تصور کرتے ہیں۔ یعنی حضرت عثمان سے پچپن سال بعد۔ اگر اس زمانہ کا کوئی نسخہ ایسا مل جائے جو مصحف عثمانی کے خلاف ہو تو اس سے تحریف قرآن ثابت نہیں ہو سکتی۔ تحریف تو جب ثابت ہو کہ وہ تحریر یا تو حضرت عثمان سے پہلے کی ہو یا کم از کم حضرت علی کے آخر عہد تک کی ہو اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کی کوئی تحریر پیش کرنا حماقت ہے وہ کسی شریر کی شرارت ہی سمجھی جائیگی اور اس پر بحث کرنے سے کچھ فائدہ نہیں چونکہ اس پر نقطے ہیں اس لئے یہ اگر قدیم تحریر ہے اور کسی کی صناعی نہیں ہے تو ضرور ۷۰۰ء کی ہوگی یا اس کے بعد کی اور کسی ناواقف شریر کی شرارت ہے کیونکہ اس میں ایک چیز اور ایسی ہے جو اس کو نہ قرآن کا ورق ثابت کر سکتی ہے نہ کسی باعلم کاتب کی تحریر۔ وہ یہ کہ اس کا رسم الخط قرآن کے رسم الخط کے خلاف ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ قرآن کا رسم الخط وہی ہے جو حضور کے زمانہ میں تھا اور آج تک اس میں تغیر نہیں ہوا۔ یہ رسم الخط کے خلاف تحریر یا تو کسی کم علم ناواقف غیر مسلم کی ہے یا کسی کی جعلسازی ہے۔ قرآن میں یوم الفصل لکھا ہے اس میں اس کو لیوم الفصل لکھا ہے۔ قرآن میں القیم فلا ہے اس میں القیم فلا ہے اس قسم کے اختلاف ایک دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ اوراق خود ڈاکٹر منگانا کے خیال کے موافق ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مختلف اشخاص کے لکھے ہوئے ہیں اس لئے بھی یہ قابل اعتبار نہیں اور ان اوراق کی یہ کیفیت ہے کہ ان اوراق پر یکے بعد دیگرے تین قدیم تحریریں ایک دوسرے کے اوپر لکھی ہوئی تھیں اور سب سے نیچے کچھ آیات قرآنی جب اس کے بعد دوسری عبارتیں انہی اوراق پر لکھی گئیں۔ تو پہلی عبارت کو نرم پتھر سے رگڑ کر محو کر دیا گیا۔ پھر مرور زمانہ سے قدیم تحریریں کچھ کچھ نظر آنے لگیں اور اس میں عبارت کے درمیان اکثر الفاظ محو بھی ہو گئے۔ ایسی مشکوک و محکوک تحریر کو قرآن کہہ کر پیش کرنا ڈاکٹر منگانا کی ہٹ دھرمی اور

Marfat.com

تعصب کا کھلا ہوا ثبوت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں کسی نے جعل کیا ہو۔ اس پر نہ کوئی سن تحریر ہے نہ کاتب کا نام ہے نہ قرآن لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی ہٹ دھرم کے اصرار سے اس پر کچھ توجہ کی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کسی تفسیر کے اوراق ہوں، ممکن ہے وظائف کی کسی کتاب کے اوراق ہوں۔ وظائف کی کتابوں میں آیات و سور کی ترتیب نہیں ہوتی۔ آج بھی صدہا کتابیں وظائف کی جیسے دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم، پنجسورہ، ہفت سورہ، دہ سورہ وغیرہ رائج ہیں۔ اگر کوئی مجھ کو ان اوراق کے قدیم ماننے پر مجبور کرے تو میں وثوق کے ساتھ کہوں گا کہ یہ کسی کم علم صاحب ورد کی کتاب اوراد کے اوراق ہیں۔ ڈاکٹر منگانا کی اس حرکت پر مولانا شبلی نعمانی نے بھی اپنے ایک مضمون میں مختصر بحث کی ہے لیکن مسٹر محمد علی قادیانی نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے میں کہتا ہوں کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اول تو اس کا بحد مشکوک و محکوک ہونا اس کو پایۂ اعتبار سے ساقط کرتا ہے دوسرے اس پر نقطے ہیں جو اس کو قرآن کی تیسری جمع و ترتیب (عہد عثمانی) سے کم و بیش ایک صدی بعد کے ثابت کرتے ہیں۔ ان بحث کرنے والے حضرات نے اس طرف مطلق خیال نہیں کیا کہ اگر خلافت راشدہ کے بعد کسی نے کوئی تحریر مرتب بھی کی ہو تو وہ قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

سر ولیم میور لکھتے ہیں: ۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی (قرآن کی) طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔[۱]

ڈاکٹر وان ہیمر لکھتے ہیں: ۔ ہم ایسے ہی یقین کے ساتھ قرآن کو بعینہٖ محمد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔[۲]

جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہنچا ہے اس کی نظیر دنیا میں نہیں۔[۳]

کوئی جزو، کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں یونہی داخل کر دیا گیا ہو۔[۴]

اس کو ایک کم علم بھی جانتا ہے کہ عہد عثمانی کے بعد کی اگر کوئی تحریر قرآن کے خلاف ہو تو اس کا قرآن پر کوئی اثر نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کل کوئی آیات و سور کو الٹ پلٹ کر کے اور کچھ فقرات ملا کر کوئی تحریر مرتب کر دے جس کتاب کی تلاوت ابتدا سے آج تک تمام اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر جاری ہے جس کے حافظ ہر ملک میں کثرت سے ہیں جس کے

۱؎ دیباچہ لائف آف محمد ص۲۱، ۲؎ جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی ص۲، ۳؎ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ۴؎ لائف آف محمد۔

Marfat.com

مرقومہ و مطبوعہ نسخے کثرت سے ہر ملک میں ہیں اس میں کون کمی بیشی کر سکتا ہے اور کس طرح اس میں کوئی کمی و بیشی دخل پا سکتی ہے۔

مکہ میں نزول قرآن کی مصلحت

چونکہ تمام دنیا کی حالت خراب تھی اس لئے ہدایت کا مرکز شہر مکہ کو بنایا گیا اس میں بہت سی مصالح ہیں ان میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن تمام دنیا کے لئے قیامت تک کے لئے نازل ہوا ہے۔ زمانہ نزول میں ذرائع خبر رسانی، اسباب نقل و حمل وغیرہ سہولت بخش نہ تھے۔ ایک شہر کی دوسرے شہر تک خبر کا پہنچنا نہایت دشوار تھا۔ اہل عرب چونکہ تاریخ کی یاد سے پہلے تمام دنیا کا سفر کرتے تھے، چین، ہندوستان، شام اور بعض حصص یورپ سے اُن کے تجارتی تعلقات تھے۔ اُن کے قافلے ہمیشہ ممالک غیر میں آتے جاتے رہتے تھے اس لئے تبلیغ و اشاعت کے لئے ان سے زیادہ کوئی قوم موزون نہ تھی اور یہی ہوا کہ دنیا میں قرآن کی اشاعت زیادہ تر سوداگروں، سیاح اور درویشوں کے ذریعے سے ہوئی۔ اس مضمون پر ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھی ہے اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔

(۲) اُس زمانہ میں باعتبار ترقی ظاہری تین ملک سربرآوردہ تھے، ایک سلطنت روم، دوسرے ایران اور تیسرے حبشہ، عرب سے ان تینوں سلطنتوں کا تعلق تھا عرب کے شمالی حصہ پر روم کا۔ مشرقی حصے پر ایران کا، جنوبی حصے پر حبشہ کا اثر تھا۔ قاعدہ ہے کہ زیر اثر ممالک میں مدبرین، علماء، عقلاء، اُمراء اکثر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اس لئے عرب میں ان تینوں متمدن ممالک کے با اثر اشخاص کی آمد و رفت تھی لہذا ان تینوں متمدن ممالک میں تبلیغ کرنے کے لئے یہی خطہ موزون تھا۔

(۳) ایران میں آتش پرستی تھی روم میں مسیحیت تھی، حبشہ میں بھی مسیحیت تھی، یورپ و افریقہ کے بعض حصص میں یہود و نصاریٰ تھے، باقی وحشی اقوام، چین وغیرہ ممالک میں بت پرست تھے، غرض کسی ملک میں ایک کسی میں دو مذہب تھے، عرب میں تمام مذاہب جمع تھے، یہود، نصاریٰ، بت پرست، آتش پرست اور دہریے وغیرہ، غرضیکہ عرب تمام مذاہب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس لئے سب پر تبلیغ و اتمام حجت کے لئے یہی مقام موزون تھا۔

Marfat.com

(۴) انسان کی خلقت کی ابتداء ناف سے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی اصلاح کی ابتداء بھی نافِ زمین سے موزون تھی۔ مکہ نافِ زمین ہے ناف جسم انسانی کے نصف سے کچھ زیادہ پر ہوتی ہے اسی طرح دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد اور شمال میں (۸۰) درجہ تک ہے۔ دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) ہوا۔ اس کا نصف (۶۰) ہوا۔ اگر (۶۰) کو (۸۰) میں سے تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں۔ اگر (۶۰) سے (۴۰) کو تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں مکہ (۲۱ ½) درجہ پر آباد ہے اس لئے نافِ زمین ہے۔

(۵) ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہائے عرض البلد شمالی پر واقع ہے۔ انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح آباد ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول، مغرب میں حبش و ہامائٹ (نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے)، اس وجہ سے بھی یہی مقام موزون تھا۔

(۶) عرب، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں واقع ہے۔ وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔

(۷) دنیا کی آبادی کا آغاز مکہ سے ہوا۔ حضرت آدمؑ نے وہیں سکونت اختیار کی۔ وہیں اُن کی قبر ہے۔ وہاں پہلا معبد بنا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ

(۸) عرب کی زبان وسیع و فصیح اور تمام زبانوں سے زیادہ باقاعدہ اور اُمّ الالسنہ ہے۔

ان امور پر نظر کی جائے تو اصلاحِ عالم کے آغاز کے لئے اس سے بہتر کوئی مقام نظر نہیں آئیگا اور اگر کسی دوسری جگہ کتاب نازل کی جاتی تو معترض کا اعتراض جب بھی قائم رہتا۔ بہرحال نزولِ کتاب کے لئے روئے زمین پر کسی مقام کا ہونا ضروری تھا۔

نسخ

قرآن مجید میں تین قسم کا نسخ واقع ہوا ہے۔

(۱) وہ آیت جس کا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ تلاوت بھی منسوخ ہو گئی جیسے سورۂ بیّنہ کی یہ آیت تھی لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ مَالٍ الخ۔

(۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالاً من اللہ، واللہ عزیز حکیم۔

Marfat.com

(۳) وہ آیت جس کی تلاوت باقی ہے مگر حکم منسوخ ہو گیا ہے۔ جیسے اِنْ یَّکُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آجائینگے۔ یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (اب اللہ نے تخفیف کر دی دیکھا کہ تم میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے اب اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے۔)

نمبر ا و ۲ قسم کی آیات حسب حکم حضور قرآن میں نہیں لکھی گئیں حدیثوں میں محفوظ ہیں۔

نمبر ۳۔ یہ آیت قرآن میں موجود ہے۔ نمبر ا کے تو کسی طرح باقی رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نمبر ۲ کا حکم اس لئے باقی ہے کہ وہ دیگر آیات و احادیث سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ نمبر ۳ کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے دیگر احکام کے استنباط میں مدد ملتی ہے۔ نسخ وغیرہ جو کچھ قرآن میں ہوا ہے وہ سب حضور کے امر سے اور حضور کے سامنے ہوا ہے آپ کے بعد کوئی تغیر و ترمیم نہیں ہوئی۔ اس لئے کوئی شک و اعتراض کی گنجائش نہیں آپ کے بعد صحابہؓ نے قرآن کو کمال احتیاط سے لکھا ہے ایک حرف بھی ادھر سے ادھر ہونے نہیں دیا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ الخ قال قد نسختها الاٰیة الاُخریٰ الخ فلم تکتبها او تدعها قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منه من مکانه (یعنی ابن زبیر نے عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ عثمان نے کہا میں کچھ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا[۱]

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ و منسوخ دونوں ہیں

بقرہ۔ آل عمران۔ نساء۔ مائدہ۔ انفال۔ توبہ۔ انبیاء۔ ابراہیم۔ مریم نور۔ حج۔ فرقان۔ شوریٰ۔ طور۔ ذاریات۔ احزاب۔ سبا۔ مؤمن۔ مجادلہ شعراء۔ عصر۔ تکویر۔ مزمل۔ واقعہ۔ مدثر۔

مندرجہ ذیل سورتوں میں منسوخ ہے ناسخ نہیں

رعد۔ انعام۔ ہود۔ یونس۔ حجر۔ اعراف۔ نحل۔ کہف۔ طٰہٰ۔ عنکبوت مومنون۔ اسریٰ۔ نمل۔ قصص۔ ن۔ روم۔ سجدہ۔ ص۔ لقمان۔ فاطر صافات۔ دخان۔ حمٓ سجدہ۔ زمر۔ ق۔ جاثیہ۔ زخرف۔ احقاف۔ محمد۔ النجم۔ ممتحنہ۔ قمر۔ معارج۔ دھر۔ طارق۔ قیامہ۔ تین۔ غاشیہ۔ عبس۔ کافرون

---

[۱] بخاری ج ۲ ص ۶۵

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ ہے منسوخ نہیں

فتح۔ طلاق۔ اعلیٰ۔ حشر۔ تغابن۔ منافقون۔

باقی سورتوں میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ۔ میں نے ان سورتوں کے نام لکھ دیئے ہیں جن میں ناسخ و منسوخ کے متعلق بحث پیش آتی ہے۔ بعض علماء نسخ کے قایل ہی نہیں ہیں جو لوگ نسخ کے قایل ہیں وہ آیت مَا نَنسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن ابومسلم کہتے ہیں کہ آیت سے مراد آیت قدرت ہے۔ یہی سیاق و سباق کلام سے ثابت ہے، آیت قرآن مراد نہیں۔ امام رازی نے بھی اس آیت سے نسخ آیات قرآنی پر استدلال کرنے میں کلام کیا ہے

شاہ ولی اللہ دہلوی رح صرف پانچ جگہ نسخ کے قایل ہو گئے ہیں[1]

دو چیزیں ہیں ایک نسخ۔ ایک بدا۔

بدا یعنی کوئی چیز پہلے سے معلوم نہ ہو بعد کو معلوم ہو جائے۔ یہ بات خداوند ذوالجلال کی شان کے خلاف ہے، مسلمان اس کے قایل نہیں نہ یہ قرآن میں ہے۔

نسخ۔ یہ کہ پہلے سے علم تھا۔ مگر زمانہ اور مصلحت اس کے مساعد نہ تھے اس لئے اول حکم اس وقت کی مصلحت کے موافق دیا گیا۔ یہ نسخ قرآن میں ہے۔ یہ طبیب حاذق کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے۔

یہی نسخ کتب سابقہ کے متعلق ہے یعنی قرآن مجید نے توریت اور زبور و انجیل کے احکام عملیہ فروعیہ کو منسوخ کیا ہے، باقی اصول وحدانیت، رسالہ حشر و نشر اور اصولی احکام عملیہ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ میں کوئی نسخ نہیں ہوا۔ یہ ویسے ہی ہیں جیسے انبیائے سابقین کے عہد میں تھے۔

چنانچہ حضرت آدم نے چالیس حج کئے ہیں[2]۔ و صالح پیغمبر وادی عسفان (مکہ سے دو منزل) میں تلبیہ کہتے تھے۔ اور موسیٰ وادی ازرق (مکہ سے ایک میل) میں[3]

گویا اسلام کا رکن حج ابتدا ہی سے تھا اور ہر پیغمبر کے زمانہ میں رہا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیائے سابقین اپنی امتوں کو صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی تاکید کرتے رہے، غرض یہ شریعت قدیم شریعت ہے۔ صرف احکام عملیہ فروعیہ میں نسخ ہوا ہے باقی اصول وہی ہیں شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (یعنی تمہارے واسطے وہی شریعت قایم کی ہے جس کا نوح اور ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا۔)

۱؎ الفوز الکبیر۔ ۲؎ شعب الایمان۔ ۳؎ ابن جریر۔

Marfat.com

خود حضور علیہ السلام کے عہد میں بعض مسائل میں تغیرات ہوئے ہیں۔ پہلے نماز میں کلام کرنا جائز تھا پھر ممنوع ہو گیا۔ شروع اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت لازمی تھی جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ہے كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہو گیا۔

ابتدائے اسلام میں عورت کو حسب رواج عرب ایک سال عدت کرنی ہوتی تھی آیت أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

ابتدائے اسلام میں دہ چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا۔ آیت وَإِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

اس تغیر صورۃ و قوالب کو اصطلاح شرع میں نسخ کہا گیا ہے اور اس کا وقوع ہوا ہے میں نے پہلے جو نسخ کی تعریف بیان کی ہے اس کے متعلق اس قدر اور عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکم شرعی اس حکم الٰہی کو کہتے ہیں جو افعال مکلفین سے متعلق ہو اور نسخ انتہائے حکم شرعی کا بیان کر دیتا ہے، لہٰذا نسخ حکم کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اس حکم الٰہی کا انتہائی بیان ہے جو افعال مکلفین سے متعلق ہے اور یہ بیان انتہا اس غرض سے ہے کہ مکلفین منتہائے حکم کی تعمیل کر کے وہ مقاصد اقصیٰ و مدارج اعلیٰ حاصل کریں جو بموجب علم و حکم ازلی اللہ سبحانہ کے بصورت نسخ ظاہر ہوئے ہیں نہ یہ کہ نسخ کے معنی یہ ہیں کہ پہلا حکم غلط تھا اور پھر بوجہ غلطی اس کو بدل دیا تاکہ مکلفین اس غلطی سے نجات حاصل کریں پس نسخ احکام نہ بوجہ غلطی و سقم ہے۔ بلکہ بمقتضائے ظہور ان کمالات کے ہے جن کے حصول کے لئے خود یہ زمانہ نسخ باقتضائے استعداد اور فطرت انسانی متقاضی ہے اور جس کے وقوع پر کوئی گنجائش چون و چرا کی نہیں ہو سکتی۔ ناسخ و منسوخ دونوں حکم الٰہی ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بتقاضائے فطرت انسانی مکلفین سے متعلق ہو کر ان کے لئے موجب کمال اور باعث سہولت ہوتے ہیں۔

تکرار مطالب و قصص

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کے قلوب سیاہ اور سخت ہو گئے تھے شر و معاصی انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ اس زنگ کا چھڑانا آسان نہ تھا جب تک بار بار تاکید و تنبیہ و یاد دہانی نہ کی جاتی پورا اثر ہونا مشکل تھا۔

سامع کو افادہ کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ سامع کو ایک چیز کا علم دیا جائے تاکہ وہ

Marfat.com

واقف ہوجائے دوسرے یہ کہ سامع کے ذہن میں وہ علم راسخ ہوجائے اور اس کا رنگ اس کے تمام قویٰ پر غالب آجائے اور یہ امر بغیر بار بار تعلیم کے پیدا نہیں ہوسکتا۔ قرآن مجید میں بعض جگہ بطور ترجیع بند ایک خاص جملے کا اس لئے بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ حسن کلام و لذت کلام میں اضافہ ہوجائے۔ شعراء و فصحا اس خوبی سے واقف ہیں۔

قرآن کا طرز استدلال مطالب پر ایسا سہل لمأخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کے بموجب اس دلیل سے مستفید ہوسکتا ہے۔ بیانِ احکام میں ایسا سہل اور موثر طریقہ اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تعمیل احکام کے لئے آمادہ ہوجائیں۔ کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ آمر کی شان مشقت عمل پر آمادہ کردے۔ کہیں حشر و نشر سے ملا کر تاکہ اعمال کا نتیجہ تعمیل پہ آمادہ کرے۔ کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ باعثِ عبرت بھی ہو اور نافرمانی سے باز رہیں۔ گذشتہ زمانہ سے عبرت و نصیحت حاصل نہ کرنا، گذشتہ زمانہ کو بیکار اور نسیت محض سمجھ کر واقعات گذشتہ اور نیک و بد کاموں کے نتائج سے کانوں کو بند کرلینا اور عبرت حاصل نہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ موجودہ اشیاء سے آنکھ بند کرلینا اور کوئی سبق حاصل نہ کرنا۔ عقلاء کے نزدیک علم تاریخ ایک بڑا مفید علم ہے۔ اور امم سابقہ اور انبیائے سالفین کے سچے واقعات کو یہود و نصاریٰ نے مسخ کردیا تھا جس کی وجہ سے لوگ سخت گمراہی میں مبتلا تھے اس لئے قرآن میں ضروری تھا کہ ان کو صحت کے ساتھ بیان کردیا جائے تاکہ مضرت رفع ہو اور فائدہ پہنچے۔ وَیَقُصُّ عَلٰی بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۔

جب کسی واقعہ سے متعدد فائدے مقصود ہوں تو اس واقعہ کو ہر مقصد کے محل پر بیان کیا جاتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اس سے کہیں تو فرعون کے مظالم سے بنی اسرائیل کو نجات دلانے اور بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کا ذکر مقصود ہے۔ کہیں فرعون کی سرکشی اور نبی سے مقابلہ کرکے سزا پانے کا ذکر بخیال عبرت ہے۔ کہیں اہل حق پرستوں کی مظلومی و صبر کا نتیجہ بیان کرکے مومنین کو ترغیب و تسلی دینی مقصود ہے۔

Marfat.com

نزولِ تدریجی

تدریجی نزول پر کفار نے اعتراض کیا تھا۔ کہ قرآن اک دم سے کیوں نازل نہ ہؤا و قرآن مجید نے اس اعتراض کا خود ہی جواب دیا ہے لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۔ تاکہ ہم اس سے تیرے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور ہم نے اس کو باقاعدہ سُنایا ہے)

جس زمانہ میں قرآن نازل ہؤا ہے اس صدی کی تاریخ عالم بالخصوص تاریخ عرب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے عدل و تہذیب، تمدن، علم اور اخلاق حسنہ کا جنازہ نکل چکا تھا اور فساد و شر، بداخلاقی، ظلم و جور، جہالت انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ روئے زمین پر کوئی خدائے واحد کا نام لیوا نہ تھا، تمام دنیا میں بت پرستی، آتش پرستی، تثلیث، توہم پرستی رائج تھی۔ اس لئے اہلِ عالم کی ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی ہر قسم کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ اگر اکدم اصلاحات کا طومار اُن کے حوالہ کر دیا جاتا۔ اور دفعتاً اُن کو تمام مالوفات کے ترک پر مجبور کیا جاتا تو گھبرا جاتے اور کبھی نہ مانتے اس لئے ضرورت تھی کہ اصلاحات کو رفتہ رفتہ نافذ کیا جائے۔

پھر یہ بھی مصلحت تھی کہ دورانِ اصلاح میں سوالات، اعتراضات پیدا ہوں گے۔ بعض پیش آمدہ امور کا انکار کرنا ہوگا۔ بعض کی تحسین کرنی ہوگی۔ اس کی تکمیل تدریجی نزول ہی سے ہوسکتی تھی جیسا کہ تاریخ عالم سے ثابت ہے کہ دنیا جہالت اور شر و فساد کا مخزن تھی اور فواحش و مفاسد لوگوں کی گھٹی میں پڑے تھے۔ تکبر و نخوت سے وہ کسی کے خلاف مزاج و معمولات سننے کے عادی نہ تھے، اب جو اُن کے خلاف کہے اُس کے لئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اُس کو ستائیں، ایذا پہنچائیں۔ ایسی حالت میں اگر اصلاحات کا مجموعہ اک دم رسول کو دے دیا جاتا اور آگے کو سلسلۂ کلام مسدود کر دیا جاتا تو لوگ جب رسول کو ستاتے، دکھ پہنچاتے تو رسول کی تسلی و تشفی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً رسول کی ہمت افزائی کی جاتی رہے اس کے لئے بھی بہتر ذریعہ سلسلۂ کلام تھا۔ قرآن کی آیات پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار رسول کو تسلی دی جاتی ہے اور ہمت افزائی کی جاتی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ دو باتیں اور بھی خاص ہیں ایک یہ کہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (ہم نے یہ کلام تم پر اس لئے نازل کیا ہے۔ کہ تم لوگوں کو خوب واضح کر کے سمجھا دو)

Marfat.com

اگر مکمل کتاب نازل ہوتی تو اُس کے سمجھانے اُس کورس کو پُورا کرانے کے لئے رسول کو ایک مدرسہ کھولنا پڑتا اور تاریخ بتلاتی ہے کہ لوگوں کو ایک آیت بھی سُننی گوارا نہ تھی۔ اس صورت میں اس کورس کو پُورا کرنے کے لئے کون آتا۔ اور سب کی توضیح و تشریح اک دم سے کیونکر سمجھائی جاتی، قرآن دنیا کا مکمل اور دائمی قانون ہے جو تمام دنیوی اور دینی اصلاحات و علوم کا منبع ہے۔ اُس کے الفاظ و کلمات میں بڑے بڑے نکتے ہیں، اُن پر کافی غور کا موقع بغیر تدریجی نزول کے ممکن نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ قرآن پڑھنے کے قواعد ہیں، ہر حرف کے ادا کرنے کا خاص طریقہ ہے وحی اس طرح نازل ہوتی تھی کہ رسول کریم ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو جاتے تھے اور پھر آپ صحابہ کو یاد کرا دیتے تھے۔ مخارج سے حروف کا ادا کرنا بغیر مشق کے ممکن نہیں۔ مشق کرانا ایک مشقت کا کام ہے۔ قرّاء اس طرح شاگردوں کو سکھاتے ہیں گویا وہ خود اُن کے حلق میں اُتار رہے ہیں جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو بھراتا ہے یہ محنت و مشقت اور مشق تدریجی نزول ہی سے آسان ہو سکتی تھی۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا سے اسی طرف اشارہ ہے

عہدِ جاہلیت

عہدِ جاہلیت کا لفظ عرب کے متعلق سُن کر بعض کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اہلِ عرب نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ تھے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ زمانہ کفر و شرک کے متعلق یہ اسلامی اصطلاح ہے، مسلمانوں نے زمانہ قبل از اسلام کو عہدِ جاہلیت کے نام سے موسوم کیا ہے اُس زمانہ میں جیسا بھی علم و فن کا رواج تھا اُس سے اہلِ عرب بے بہرہ نہ تھے۔ وہ تو ایسے فصیح و زبان آور تھے کہ اپنے سوا تمام جہان کو اعجم (گونگا) کہتے تھے۔ سبع معلّقات کے نادر و لاجواب قصائد جن سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں اسی عہد کی تصنیف ہیں اسی زمانہ میں لکھ کر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کئے گئے اور اُن کی عبادت کی جاتی رہی عرب میں صدہا ادیب و شاعر تھے۔ مسیحی فاضل توفل نے لکھا ہے ان العرب اقامت تسجد لهذه المعلقات نحو مائة وخمسين سنة الى ان ظهر الاسلام وابطل القرآن لسطوة فصاحته اعتبار العرب بهذه المعلقات (اہلِ عرب معلّقات سبعہ کو ڈیڑھ سو برس تک سجدہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا اور قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اُن کو رتبہ سے گرا دیا)[1]

---

[1] مناجنة الطرب

Marfat.com

بہت سے لوگوں کے متعلق کتبِ تاریخ میں موجود ہے کہ وہ عہدِ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ سعد بن عبادہ کے متعلق ہے کان فی الجاهلية يكتب بالعربية۔ بہت سے کتبات و آثارات ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشت و خواند میں عرب اقوامِ عالم سے پیچھے نہ تھے بلکہ وہی سب کے اُستاد ہیں۔ ہماری کتاب زبان و قلم ملاحظہ ہو۔ عرب ساری دنیا سے تجارت کرتے تھے۔ تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ ان میں حکومتیں قائم تھیں۔ ہمسایہ حکومتوں سے ان کے تعلقات تھے۔ کیا کوئی عقلمند باور کر سکتا ہے کہ ایسی قوم نوشت و خواند سے بالکل نابلد ہو گی۔

عہدِ جاہلیت سے یہ مطلب ہے کہ ان میں کفر و شرک اور مراسم و رواجہائے نازیبا اور ظالمانہ جاری تھے جن کو عقلِ سلیم قبول نہیں کرتی۔ اور اہلِ علم اُن سے نفرت رکھتے ہیں اس لئے زمانہ قبل از اسلام کو اصطلاحِ شریعت میں عہدِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔

اُمّی

بعض قرآن مجید کی آیت هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (خدا نے ان پڑھوں میں سے رسول بھیجا انہی میں سے) لوگ یہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہلِ عرب تمام ان پڑھ تھے ان میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا۔ مضمون عہدِ جاہلیت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مثل دیگر ممالک کے اُس زمانہ میں عرب میں بھی علم کا چرچا کم تھا۔ چونکہ خواندہ اشخاص خال خال تھے اس لئے باعتبارِ اکثریت سب کو اُمّی کہا گیا۔ ورنہ کون عقلمند قبول کر سکتا ہے کہ کسی ملک میں کسی زمانہ میں اور مرکزی شہروں میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہو خاص کر عرب جیسے ملک اور مکہ جیسے شہر میں جو زیارت گاہِ عام تھا جو تاجروں کا مسکن تھا۔

عرب میں حکومتیں قائم تھیں، روم، حبشہ، ایران کی حکومتوں سے اُن کے تعلقات تھے، عرب تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ تو کیا ایسی قوم ایسے ملک ایسے شہر میں پڑھے لکھے لوگ نہ ہونگے عرب کے عہدِ جاہلیت کے شعراء مشہور ہیں، اُن کے قصائدِ معلقہ موجود ہیں جن کو سُن سُن کر آج تک فصحائے عالم سر دُھن رہے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مکہ میں پڑھے لکھے لوگ بھی تھے اور مشہور مذاہب کے بڑے بڑے علماء بھی تھے جیسے ورقہ بن نوفل جو کتبِ سابقہ کے جید اور مشہور علماء میں تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ بہ نسبت روم، ایران

لہ طبقات قسم ثانی جلد دوم صلا۶۱۳۔

Marfat.com

حبشہ ممالک کے عرب میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی۔ اُن کو اکثریت ہی کی وجہ سے اُمّی کہا گیا ہے۔

عرب آج بھی بمقابلہ یورپ، ایران، ہندوستان، مصر، جاپان کے اُمّی ہے۔

عہدِ رسالت میں کتابت

میں نے اپنی کتاب زبان و قلم میں ثابت کیا ہے کہ فنِ کتابت کے موجد عرب تھے۔ اور وہی ساری دنیا کے اُستاد تھے جیسا اُس زمانہ میں تمام اقطاعِ عالم میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی تھی ایسے ہی مکہ میں بھی اُن کی اقلیت تھی۔ مکّہ اور مدینہ کے لوگ تاجر تھے۔ جو دور دراز ممالک تک سفر کرتے اور سامانِ تجارت لاتے لے جاتے تھے، داد و ستد کرتے، مکّہ ایک مقدّس مقام تھا۔ جہاں دُور دُور شہروں سے زائر آتے۔ اس کے علاوہ اہلِ عرب کے حکومتِ حبشہ، حکومتِ ایران، حکومتِ قسطنطنیہ سے تعلقات تھے۔ عرب میں بھی ریاستیں قائم تھیں، ایسی قوم، ایسا ملک کس طرح بالکل نوشت و خواند سے نابلد ہو سکتا ہے۔ خطِ قرامور قریش مکہ کی ایجاد تھا۔ جو بعد کو خطِ عراقی مشہور ہوا۔ اور اس سے خطِ نستعلیق نکالا گیا[1]

تقریباً ۵۰۰ء میں قصائد سبعہ معلقہ کو کلمہ کر اہلِ مکہ نے کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا۔[2] اسی مصنف نے کئی جگہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ عرب میں اسلام سے قبل نوشت و خواند کا رواج تھا۔

ایک دستاویز قرضہ عبد المطلب جدِ رسولِ کریم (۵۷۹ء) کی لکھی ہوئی برآمد ہوئی ہے۔ کتبِ تاریخ سے ثابت ہے کہ مکہ میں صرف ایک خاندان یعنی قریش میں سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے[3] قریش کے بعض غلام بھی لکھنا جانتے تھے جیسے عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر۔ قریش میں ابو سفیان بن حرب فنِ کتابت کے اُستاد تھے حضرت عمر اور حضرت علی اُن کے شاگرد تھے، سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ خواندہ تھے یعنی ابو بکر صدیق، اُن کے بعد جو مسلمان ہوئے یعنی عثمان بن عفان اور عبد الرحمٰن بن عوف و سعد بن وقاص و خالد بن سعید یہ سب لکھے پڑھے تھے۔ حضرت عمر چالیسویں مسلمان تھے یہ بھی پڑھے لکھے تھے۔ ان سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے۔ ان میں دو چار کے سوا سب خواندہ تھے، خباب ابن الارت، شرجیل بن حسنہ مشہور کاتب تھے۔

طبقات ابن سعد قسمِ ثانی جلد سوم میں اُن اصحاب کی ایک مختصر فہرست ہے جو اسلام سے قبل

---

[1] علم الحروف حصّہ اول ص[illegible] [2] صناعۃ الطرب مصنفہ مسیحی فاضل نوفل [3] طبقات ابن سعد [4] بخاری

Marfat.com

لکھنا پڑھنا جانتے تھے جیسے اوس بن خولی۔ اُسید بن حضیر، سعد بن عبادہ، رافع بن مالک وغیرہ وغیرہ۔

رافع بن مالک اور ایک صحابی عبداللہ بن سعید مشہور خوشنویس اور اہلِ کمال تھے جس قدر اسلام ترقی کرتا گیا خواندہ اور ناخواندہ سبھی مسلمان ہوتے گئے۔ لاکھوں اصحاب تھے اب کون بتا سکتا ہے کہ ان میں کتنے ہزار خواندہ تھے۔ چالیس اصحاب ایسے تھے جن سے رسول کریم کتابت کی خدمت لیتے تھے صحابیات میں ام المومنین حضرت حفصہ و شفا بنت عبداللہ لکھنا جانتی تھیں اور لڑکیوں کو سکھاتی تھیں[1] جب کفار کے مظالم سے تنگ آ کر رسول کریم نے ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے آپ کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کیا۔ سراقہ نام ایک شخص انعام کے لالچ میں تلاش میں چلا اور آپ تک پہنچ گیا مگر حافظِ حقیقی نے اُس کو آپ پر قادر نہ ہونے دیا اور مجبور کر دیا تو اُس نے عرض کی کہ میں واپس چلا جاؤں گا آپ مجھ کو ایک تحریر لکھ دیجئے کہ اگر آپ غالب ہوئے تو مجھ کو امان ہے، آپ نے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھا دیا[2]

مسلمانوں کے لکھے پڑھے ہونے پر قرآن کی اندرونی شہادت بھی ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ فَاکْتُبُوْہُ (اے مسلمانو! لین دین کے معاملہ اور وعدے کو لکھ لیا کرو) وہی لکھے گا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہو گا۔

حدیث کی شہادت من سرہ ان یحبہ اللہ ورسولہ فلیقرأ فی المصحف (جسے خدا اور رسول کی محبت خوش کرے وہ قرآن دیکھ کر تلاوت کرے[3]

رسول کریم نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو جو مشہور خوشنویس تھے، لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر مامور فرمایا[4] عبادہ بن صامت اصحابِ صفہ کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دیتے تھے[5]

رسول کریم صحابہ کو خوشنویسی کی طرف توجہ دلاتے تھے، آپ کا ارشاد ہے علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق۔ یعنی اچھا لکھنے کو لازم پکڑو یہ رزق کی کنجی ہے)

حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ہدایت فرمائی یا عبداللہ وسّع بین السطور واجمع بین الحروف وراع المناسبۃ فی صورھا واعط کل حرفٍ حقّھا اے عبداللہ سطروں کے درمیان فاصلہ چھوڑو، حرفوں کو ملا کر لکھ۔ شکلوں کی مناسبت کا خیال رکھ۔ ہر

---

[1] ابوداؤد [2] بخاری [3] کنز العمال جلد اول [4] استیعاب جلد اول ص ۲۹۳ [5] ابوداؤد جلد دوم ص ۱۲۳

Marfat.com

حرف کو اُس کا خوش عطا کیا، سرولیم میور نے لکھا ہے:۔ اس میں شک نہیں کہ محمد کے دعوئ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فنِ تحریر مروج تھا۔[1]

سامانِ کتابت

عرب کی قدیم تحریرات پتھروں، روغنی کپڑوں وغیرہ پر برآمد ہوئی ہیں مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے کہ اہلِ عرب ایک کپڑے کو روغن دے کر لکھنے کے لئے بناتے تھے اس کو مہرق کہتے تھے۔[2]

قرطاس کا رواج بھی عرب میں اسلام سے پہلے تھا۔ قرآن میں کئی جگہ قرطاس کا ذکر ہے وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ الآیۃ

سفید پتھر کی پتلی پتلی چکنی چوکور تختیاں بناتے تھے ان کو لخاف کہتے تھے۔ کھجور کے درخت کی شاخوں کی جڑ کے پاس مثل چمڑے کے ایک کھال ہوتی ہے اس کو گوند وغیرہ سے چکنا کر کے ورق بناتے تھے اس کو عسیب کہتے تھے۔ لکڑی کی تختی لکھنے کے لئے بناتے تھے۔ اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں کو ہموار و صاف کر کے تختی بناتے تھے۔ ہرن کی کھال کے ورق بناتے تھے۔ انہی چیزوں پر قرآن لکھا گیا یہ نہیں کہ انچ دو انچ کے پرزوں پر۔

سامان کتابت کے بہت سے نام تھے صحف، کتف، اسفار۔ زبر، الواح۔ رق قلم، مداد (روشنائی) نون (دوات) سفرہ (پڑھنے والے لوگ) کاتبین (لکھنے والے لوگ) جب یہ سامان موجود و مستعمل تھا جبھی تو یہ اصطلاحیں تھیں۔

رق (چمڑے کا ورق) کتف (اونٹ یا بکرے کے شانے کی چوڑی ہموار و صاف شدہ ہڈی) لخفہ (پتھر کی پتلی تختیاں) قتب (پالان کی لکڑی) کاغذ کی جگہ یہ چیزیں مستعمل ہوئیں۔

قسم ہائے قرآن مجید

قرآن زبان عرب میں ہے فصحائے عرب کے طرز کی موافق کلام ہے۔ فصحائے عرب قسم کے ساتھ کلام کو مؤکد کرتے تھے یہ زبان کا محاورہ اور طرز ہے۔ انجیر، زیتون، گھوڑے وغیرہ کی قسمیں جو قرآن میں ہیں وہاں حسب قاعدہ فصحائے عرب لفظ رب محذوف ہے۔

---

[1] دیباچہ لائف آف محمد [2] ضاحبۃ العرب۔

یعنی ان مفید اشیاء کے رب کی قسم۔ اردو میں بھی رواج ہے کہتے ہیں۔ اپنے سر کی قسم، لہو کی قسم، تیرے سر کی قسم۔

اشیائے مذکورہ کو اہلِ عرب واجب الاحترام سمجھتے تھے، اس لئے قسم کے ساتھ بیان کیا گیا کہ جب تم ان کو واجب الاحترام سمجھتے ہو تو اُن کے رب پر ایمان لاؤ وہ خالق جس نے تم کو ایسی کثیر النفع اشیاء عطا کیں۔ لائق عبادت ہے۔ جہاں پر جس چیز کی قسم ہے وہاں اُس چیز کو اس مضمون سے مناسبت ہے قسمہائے قرآن مجید کے متعلق بہت سی ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔

کتاب اللہ اور کلام اللہ

کتاب اللہ۔ وہ کتاب جس کے معنی و مطلب خدا کی طرف سے ہوں اور الفاظ و عبارت فرشتہ کے ہوں یا نبی کے۔ کلام اللہ وہ کتاب جس کے حروف و الفاظ و عبارت و معنی و مطالب سب خدا کی طرف سے ہوں، فرشتہ یا نبی کو اس میں دخل نہ ہو۔

توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحفِ انبیاء کتاب اللہ ہیں، کلام اللہ نہیں۔ ان میں الفاظ و عبارت انبیاء علیہم السلام کی تھی۔ الواحِ موسٰی میں الفاظ و عبارت فرشتے کی تھی۔ اسی وجہ سے توریت وغیرہ صحائف کی حفاظت اُمّت کے ذمّہ تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

یعنی ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبرگیری پر مقرر تھے[1]

تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے وحی عربی میں ہوتی تھی۔ انبیاء اُس مطلب کو قوم کی زبان میں ادا کرتے تھے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر وہ بولی بولتا تھا اپنی قوم کی کہ اُس کے آگے کھولے[2]

قال سفیان الثوری لم ینزل وحی الا بالعربیہ ثم ترجمہ کل نبی لقومہ

---

[1] مائدہ پارہ ششم۔ [2] سورۂ ابراہیم پارہ سیزدہم۔

Marfat.com

وکان یترجم ذلک جبریل علیہ السّلام (وحی عربی میں نازل ہوتی تھی نبی یا جبریل اس کا ترجمہ قوم کی زبان میں کر دیتے تھے)ؔ[1]

قرآن مجید کلام اللہ ہے اس کے حروف الفاظ، عبارت وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، ملک یا نبی کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

کتب مقدسہ چونکہ بندوں کا کلام تھا۔ اس لئے بندوں کا کلام اس میں مل سکا۔ ان کی حفاظت بھی بندوں ہی کے ذمّہ کی گئی تھی۔ انہوں نے حفاظت میں کوتاہی کی اور خود اپنی دنیاوی ضرورتوں سے اُن کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ اور یہ تمام کتاب اور اُن کے احکام ایک مُدّت معین کے لئے تھے اور قرآن ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے قرآن ایسی زبان میں زبان میں نازل کیا گیا اور فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر رکھا گیا کہ کوئی انسان اس میں تحریف کرنے پر قادر ہی نہ ہو سکے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ رکھی۔

وحی کے طریقے

حسب ذیل طریقے نزول وحی کے احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) فرشتہ وحی لے کر آئے اور ایک آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو۔

(۲) فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔

(۳) فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر کلام کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ بیداری میں رسول کریم سے کلام فرمائے جیسا کہ معراج میں ہوا۔

(۵) اللہ تعالےٰ خواب میں کلام فرمائے۔

(۶) فرشتہ خواب میں کلام کرے۔

۵ و ۶ قسم کی وحی قرآن میں نہیں۔

اشاعت قرآن

سابقہ بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے عہد میں تمام عرب اور بعض اور اقطاعِ عالم میں پہنچ چکا تھا اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں تو گویا دنیا کے ہر حصّے

---

[1] روح المعانی جلد سیزدہم ص۱۶۷۔

Marfat.com

میں پہنچ چکا تھا۔ خلافتِ راشدہ کے بعد حکومت پرنا اور اکثر عیش پسندوں کی سلطنت
رہی اشاعتِ قرآن و اسلام میں کسی حکمران نے نمایاں حصہ نہیں لیا۔
ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ فی الواقعہ دینِ اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شائع کیا گیا
محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شائع کیا گیا۔ خلفائے اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں
ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی[۱]۔
خلافتِ راشدہ کے بعد اشاعتِ قرآن علماء و صوفیاء و تاجروں نے کی۔ ڈاکٹر آرنلڈ
نے اس تحقیقات کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس کا نام "پریچنگ آف اسلام" ہے۔ ڈاکٹر
صاحب نے مستند تاریخی حوالوں سے ہر ملک کے متعلق نام بنام ثابت کیا ہے کہ قرآن کی اشاعت
علماء اور درویشوں اور سوداگروں نے کی اور بھی محققین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مسٹر ڈیون
پورٹ نے لکھا ہے کہ :- ایک سبب ترقیٔ اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت
کے ذریعہ سے اشتہار دیا۔ اس واسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ
کتاب اُن بادشاہوں تک پہنچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے[۲]۔ ڈاکٹر آرنلڈ
صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں "مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت
ہوئے ہیں[۳]۔"

اعتراضات کی حقیقت

قرآن مجید اور رسول کریم اور اسلام پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراضات کئے
ہیں۔ ان اعتراضات کی بنیاد یہودیوں نے قائم کی مگر وہ کچھ زیادہ فروغ نہ دے سکے پھر
متعصب عیسائیوں نے اُن کو سنبھالا اور خوب اُچھالا۔ یہ اعتراضات اکثر اتہامات اور
مغالطے تھے، ایک مدت تک اہلِ یورپ اس دلدل میں پھنسے رہے۔ جب انہوں نے اسلامی
علوم حاصل کر کے تحقیقات کی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور بے اختیار بول اٹھے۔ کہ
ہمارے علماء نے ہم کو مغالطہ دیا۔ ہندوستان میں اُن مردودہ اعتراضات کو آریوں نے
نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔ حق گو اور حق پسند انسانوں سے کوئی زمانہ، کوئی ملک، کوئی قوم
خالی نہیں۔ آخر انہی کے ہم مذہبوں نے اُن کی قلعی کھولی۔
اول یہودیوں نے مشہور کیا کہ مسلمان تثلیث کے قائل ہیں اور اُن کے تین دیوتا ہیں

[۱] نگارستان کشمیر ص ۳۶۳ بحوالہ تمدنِ عرب [۲] نگارستانِ کشمیر ص ۳۶۳ بحوالہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن۔ [۳]
حوالہ مذکور بحوالہ پریچنگ آف اسلام۔

Marfat.com

عیسائیوں نے یہ اُڑا دیا کہ محمد اپنے طلائی بت کی پرستش کرتا تھا۔[۱]

ایسے ہی اور اعتراضات بنے، کہیں آیتوں کے غلط ترجمے، کہیں حدیثوں کا غلط مفہوم، کہیں ظلم وستم اور جبر کی فرضی داستانیں گھڑ کر پھیلائیں۔ آخر انہی میں سے پھر محققین کی ایک جماعت نے ان کا سارا تار و پود شکست کر دیا اور صاف لفظوں میں لکھا کہ:۔

"جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعیِ اسلام پر لگائے ہیں آج اُن کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں"۔[۲]

پنڈت دیانند کے متعلق گاندھی جی نے لکھا ہے کہ: اُنہوں نے جین دہرم۔ اسلام، مسیحیت اور خود ہندو دہرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔[۳]

پنڈت ستیہ کیشو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی رسالہ بھارت متر میں لکھتے ہیں:۔

"بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرتے میں سوامی جی نے ناانصافی کی ہے اور صحیح ترجمے اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے"۔[۴]

ہندو فاضل بی۔ ایس رندہاوا ہوشیارپوری لکھتے ہیں کہ بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے اس کا بڑا سبب یہ ہوا کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کے لئے اپنے اندر کوئی ہمت وجرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔[۵]

لالہ رام چند رچندہ نے اسلام اور آنحضرت کے متعلق منصفانہ رائے ظاہر کی۔ اس پر اخبار گروگھنٹال نے لالہ صاحب کو بُرا بھلا کہا وہ لکھتا ہے کہ:۔ لالہ رام چند رچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ اُن کی تعلیم کو بھی پاک، عالمگیر، اور برگزیدہ قرار دے کر اس پر الہامی ہونے کی مُہر لگا دی ہے۔ اب کون ہے جو چندہ صاحب کے اس تسلیم کردہ برگزیدہ اور الہامی تہذیب وتعلیم کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہیں۔

---

[۱] ترجمہ کتاب ہسٹری آف دی کامنٹری عربی صفحہ ۹۹۔ [۲] ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ صفحہ ۶۰۔ [۳] غازیان ہند۔[۴] بحوالہ ینگ انڈیا [۵] رسالہ مذکورہ ۱۹۲۵ء۔ [۶] رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۰ھ۔

Marfat.com

جیسے یہ جانی بھوشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں [1]

یہ حالت و ذہنیت ہے اُن لوگوں کی جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اُن کے اعتراضات میں صداقت و راستی کا پتہ تک نہیں اور اُن کو حق بات سُننے کی تاب نہیں۔

حدیث

حدیث حکم خدا اور کلام رسول ہے، حدیث پر عمل کرنے کی خداوند ذوالجلال کی طرف سے تاکید ہے جبریل حدیث بھی نازل کرتے تھے (کان جبریل ینزل علی النبی بالسنۃ کما یُنزل علیہ بالقرآن) [2]

حدیث کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے عن الحسین قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ یعنی حدیث کو سند کے ساتھ لکھا کرو [3] الا دلکم علی الخلفاء منی ومن اصحابی ومن الانبیاء من قبلی ھم حملۃ القرآن والاحادیث منی وعنھم یعنی میرے اور میرے اصحاب اور سابقین کے خلفاء وہ ہیں جو خدا کی رضا کے لئے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں [3]

من کتب عنّی اربعین حدیثاً رجاءان یغفر اللّٰہ لہٗ غفرلہ رواہ ابن الجوزی یعنی جو شخص میری چالیس حدیثیں باُمید مغفرت لکھے گا خدا اس کو بخش دے گا [4]

ابتدائی زمانہ میں حضور نے حدیث لکھنے کی ممانعت کی تھی۔ عن ابی سعید ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لاتکتبوا عنّی غیرالقرآن ومن کتبہ فلیمحہ، یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو مٹا دے۔

رسول کریم نے بعض معاملات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبادل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی ہے، اس لئے ہمارے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضور کے آخری زمانہ کی حدیثیں حجت ہیں مذکورہ بالا حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے چونکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ نیا نیا معاملہ تھا۔ صحابہ اچھی طرح تعلیم نہ پا چکے تھے۔ آپ نے بنظر احتیاط

---

[1] گرو گھنٹال ۱۲ اگست ۱۹۲۳ء [2] سنن دارمی، [3] جامع صغیر [4] مسند احمد بن حنبل جلد رابع و منتخب کنز العمال برحاشیہ۔

Marfat.com

یہ فرمایا تھا تاکہ کہیں غلطی سے قرآن و حدیث کو نہ ملادیں۔ جب صحابہ میں ایک بڑا گروہ اس قابل ہوگیا کہ دوسروں کو تعلیم کرنے لگا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت دے دی اس لئے یہ حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق اچھا فیصلہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اجازتِ کتابت کی حدیث مرفوع ہے اس لئے اجازت والی حدیث کو ترجیح ہے۔

حدیث موقوف کے متعلق امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لائق حجت نہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی اور علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور قاضی شوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی لائق حجت قرار نہیں دیا۔ مگر احتیاط کا مسلک یہ ہے کہ جو موقوف حدیثیں آیات قرآنی یا احادیث مرفوعہ کے موافق ہیں وہ لائق حجت ہیں اور جو مخالف ہیں قابل حجت نہیں رسول کریم نے خود حدیثیں لکھائیں اور آپ کی لکھائی ہوئی حدیثیں آج تک موجود ہیں ان میں سے بعض کے فوٹو بھی شائع ہوئے ہیں اور صحابہ نے آپ کی حیات میں حدیثیں لکھیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ائمہ حدیث نے حدیث کی قسمیں مقرر کی ہیں۔ کتب احادیث کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔ راویانِ حدیث کے بھی چار درجے مقرر کئے ہیں۔ راویوں کے درجات باعتبار علم و فضل، زہد و اتقا فہم و صحت وغیرہ قائم کئے گئے۔ جو راوی علم و فضل میں سب سے کم، عقل و فہم میں کم، حفظ و اتقا میں کم ہیں اور کسی مرض میں مبتلا ہیں یا اُن کے صحیح حالات معلوم نہیں اُن کو درجہ چہارم میں رکھا گیا ہے۔

کتب احادیث میں درجہ اول کی کتابیں تین ہیں۔ موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں۔ ان کتابوں میں دو ثلث کے قریب درجہ اول و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں۔ ادنیٰ درجہ یعنی درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ان میں نہیں ہیں ان کے متعلق بھی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ صحیحین کو صحیحین باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے ورنہ حسن و ضعاف ان میں بھی ہیں صحیحین ہی صحاح ستہ میں اول درجہ کی کتابیں ہیں۔ صحیحین میں علت ظاہری سے حفاظت

کا کامل التزام ہے۔ علت معنوی کا کم التزام ہے۔ بخاری میں رسول کریمؐ کی عمر ۶۵ سال مذکور ہے جو صحیح نہیں۔ مگر بخاری کا التزام بجائے خود قائم ہے ان کی روایت ابن عباس سے ہے ابن عباس نے ضرور ۶۵ سال بیان کی۔ ابن عباس سے شمار یا حساب میں غلطی ہوئی ہو۔ یا ان کی معلومات اس باب میں صحیح نہ ہوں اس کا بار بخاری پر نہیں۔ روایت بالکل صحیح ہے۔

صحاح ستہ میں یہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد، سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ ان میں صحیحین اول درجہ کی ہیں لیکن ان میں حسن و ضعاف روایات ہیں اور درجہ سوم کی روایات بھی ہیں۔

صحاح ستہ میں جامع ترمذی نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے اس میں نصف کے قریب درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اول و دوم کے راویوں کی اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ ترمذی کے متعلق علمائے متقدمین نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے بعض ایسی حدیثوں کی تحسین کی ہے کہ جن کی نہ کرنی چاہیئے تھی۔

سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ یہ دونوں کتابیں طبقات کتب حدیث میں طبقۂ دوم کی کتابیں ہیں اور صحاح ستہ میں بہ ترتیب نمبر چہارم و پنجم کی۔ باقی ان کی کیفیت بھی مثل جامع ترمذی کے ہے۔

سنن ابن ماجہ۔ یہ صحاح ستہ میں درجہ ششم کی اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے اس میں ایک ثلث سے کم درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

کتب حدیث کا طبقۂ چہارم جو ادنیٰ درجہ کا طبقہ ہے۔ اس طبقہ کی کتابوں میں ضعیف مجہول و مجروح راویوں کی روایتیں زیادہ ہیں۔ اس طبقہ کی خاص خاص کتابیں یہ ہیں تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف حاکم۔ تصانیف فردوس دیلمی۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف سیوطی۔ تصانیف ابن عساکر۔ روضۃ الاحباب وغیرہا۔ اس طبقہ کے کتابوں کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کی جاسکتی جب تک وہ شرائط شیخین پر ثابت نہ ہو

Marfat.com

انہی کتابوں کی روایتوں کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی فرماتے ہیں:-

"احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرونِ سابقہ معلوم نبود ومتأخرین آن را روایت کردہ اند پس حال آنہا از دوشق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وآن را اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند ودر آں قادحے وعلتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را برترک آنہا وعلی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثباتِ عقیدہ یا عملے بآنہا تمسّک کردہ شود۔ ودریں قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند وبیشتر مساہلة ووضع احادیث واکثر مسائل نادرہ از ہمیں کتب می برآید ومایۂ تصانیفِ شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل ونوادر خود ہمیں کتابہا است"[۱]

حدیثوں کی جانچ کے لئے علم الروایۃ وعلم الدرایۃ ایجاد ہوئے ہیں وہ علوم جن سے حدیثوں کی جانچ ہوتی ہے ان میں عظیم الشان علم اسماء الرجال ہے۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں آج تک ایسی نہیں گذری جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے[۲]

اس لئے حدیث جب تک اصولِ روایت واصولِ درایت کے موافق صحیح ثابت نہ ہو قبول نہیں کی جائیگی۔ کم علم، کج فہم، متعصب اور ہٹ دھرم معترض ادنیٰ درجہ کی کتابوں اور ضعیف ومجہول راویوں کی پناہ ڈھونڈا کرتے ہیں۔

کتب احادیث کی تعداد اٹھارہویں صدی عیسوی تک (۱۴۶۵) بیان کی گئی ہے (احادیثِ اہلِ اسلام مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈسحوالہ اتحاف النبلاء وڈکشنری آف اسلام) اس کے بعد اور اضافہ ہوتا رہا۔ کسی کتاب کی روایت بغیر جانچ قبول نہیں کی جا سکتی۔

تحریرات عہد رسالت

بعض تاریخ سے ناواقف اور معاند کہہ دیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں کوئی تحریر نہیں ہوئی کیونکہ عرب جاہل اور فنِ کتابت سے ناواقف تھے۔ سامانِ کتابت بھی نہ تھا اور بعض وہ مسلمان جن کی معلومات محدود ہیں کہہ دیتے ہیں کہ عہدِ رسولِ کریم میں قرآن کے سوا حدیث نہیں لکھی گئی اس بیان میں اجمال کے ساتھ حضور کے عہدِ مبارک کی تین سو کے قریب تحریرات کا ذکر ہے

---

[۱] عجالۂ نافعہ۔ [۲] انگریزی مقدمہ اصابہ

Marfat.com

اور اُن کے متعلق کافی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

صاحبِ مفتاح الافکار نے رسولِ کریم کے (۳۶) خطوط نقل کئے ہیں۔ حضور کی تمام تحریرات کو صاحبزادہ عبدالرحیم خان مظفر جنگ ہوم ممبر ریاست ٹونک نے مع عبارت و ترجمہ و حوالہ اپنی کتاب بنام مراسلاتِ نبویہ میں جمع کیا ہے جن کی تعداد (۲۵۰) سے زیادہ ہے۔

اخی محترم مولانا الحاج ابی القاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب و اخی محترم مولانا الحاج عبدالبصیر آزاد علیتقی نے اپنی تصانیف میں بعض مراسلات کا ذکر کیا ہے۔

میرے شمار کے موافق کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ میں سب کا ذکر بوجہ طوالت نہیں کر سکتا بعض بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ بالخصوص وہ جن کا تعلق حدیث سے ہے۔ یوں تو حضور کی ہر تحریر حدیث ہے اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ مسائل کا استنباط ہوا ہے۔ مگر میں صرف اُن کا ذکر کروں گا جن کا کھلا ہوا تعلق حدیث سے ہے دو چار اس شرط سے مستثنےٰ بھی ہیں۔

(۱) معاہداتِ حدیبیہ وغیرہ[۱]۔

(۲) فرامین قبائل کے نام[۲]۔

(۳) خطوط امراء و سلاطین کے نام[۳]۔

(۴) فہرستِ اسمائے صحابہ[۴]۔

(۵) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک صحابی ابو شاہ یمنی نے عرض کیا کہ مجھ کو لکھا دیجئے حضور نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ (ابوشاہ کے لئے لکھ دو) یہ لکھ کر اُن کو دے دیا گیا[۵]۔

(۶) کتاب الصدقہ۔ حضور نے ابو بکر بن حزم صحابی حاکم بحرین کو احکام زکوٰۃ لکھائے اور اس کی نقل دیگر عمال کو بھی بھیجی گئی یہ دو صفحہ تھے[۶]۔ یہ تحریر خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز نے آلِ حزم سے ۹۹ھ میں لے لی تھی[۷]۔

(۷) عمرو بن حزم صحابی کو ایک ضخیم رسالہ لکھا دیا تھا۔ جس میں تلاوتِ قرآن، نماز، زکوٰۃ طلاق، عتاق، قصاص، دیت، فرائض، سُنن، مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ اس رسالہ کا ذکر نسائی، موطا امام مالکؒ و مستدرکِ حاکم و تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ وغیرہ تیئیس کتابوں میں ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے۔ ھو کتاب عظیم[۸]۔

(۸) عبداللہ بن عکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جس میں مُردہ جانوروں وغیرہ

---

[۱] و [۲] ابن ماجہ۔ طبقاتِ ابن سعد۔ [۳] بخاری و تذکرۃ الحفاظ۔ [۴] بخاری۔ [۵] بخاری کتاب العلم و ابوداؤد کتاب المناسک [۶] مسند احمد بن حنبل۔ دارقطنی [۷] دارقطنی [۸] ...

Marfat.com

کے متعلق احکام تھے[۱]

(۹) وائل بن حجر صحابی کو نماز، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھائے تھے[۲]

(۱۰) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جس میں شوہر کی دیت کا حکم تھا[۳]

(۱۱) معاذ بن جبل صحابی کو ایک تحریر بھیجی گئی جس میں سبز ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا[۴]

(۱۲) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے۔ اس کے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس تھی[۵]

(۱۳) حذیفۃ الیمان کو ایک فرمان لکھایا جس میں زکوٰۃ کے فرائض کا بیان تھا[۶]

(۱۴) علاء بن الحضرمی کو زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔

(۱۵) حضرت ابوبکر صدیق کو ۹ھ ہجری میں جب امیر الحج بنا کر بھیجا تو سنن حج لکھائے[۷]

(۱۶) عمیر بن قطی سلمی کو فرمان لکھایا۔ اس میں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام تھے

(۱۷) غالب بن عبداللہ لیثی کو فرمان لکھایا اس میں غنیمت کا حکم تھا۔

(۱۸) وفد شامہ کو ایک تحریر لکھائی اس میں فرائض و صدقات کا بیان تھا۔

(۱۹) ابی وسیمہ کو ایک تحریر لکھائی اس میں دفینہ کے احکام تھے۔

(۲۰) ابی راشد الازدی کو نماز کے احکام لکھائے۔

(۲۱) اسقف اہل نجران کو فرمان لکھایا اس میں دعوت اسلام اور جزیہ کا حکم تھا۔

(۲۲) اساقفہ نجران کو ایک دوسرا فرمان لکھایا اس میں صرف جزیہ کی تفصیل تھی۔

(۲۳) حکام حضر موت کو نماز، زکوٰۃ و خمس کے احکام لکھائے۔

(۲۴) اہل دومۃ الجندل کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

(۲۵) اہل طائف کو حرمت نبیذ کھجور کا حکم لکھایا۔

(۲۶) دومۃ الجندل و قطن قبائل کو احکام عشر لکھائے۔

(۲۷) قبائل جربا و اذرح کو جزیہ کی تفصیل لکھائی۔

(۲۸) بنی نہد کو زکوٰۃ کے جانوروں کے متعلق ہدایات لکھائیں۔

(۲۹) بنی حنیفہ کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

۱؎ معجم صغیر للطبرانی ۲؎ معجم صغیر ۳؎ ابو داؤد، دارقطنی ۴؎ دارقطنی ۵؎ مسند احمد ۶؎ طبقات ابن سعد جلد ۲ ۷؎ [illegible]

Marfat.com

(۳۰) ثقاریٰ بارق کو پھلوں اور چراگاہوں کے متعلق احکام لکھائے۔
(۳۱) تمیم داری کو قبول ہدیہ کا مسئلہ اور سنہری اشیاء کے استعمال کے احکام لکھائے۔
(۳۲) جنادہ ازدی کو مال غنیمت کا مسئلہ لکھایا۔
(۳۳) جیفر و عبد ملوک عمان کو عشر وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۳۴) حارث بن کلال و معافر و ہمدان کو خمس وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۳۵) حارثہ وحصن و بنی قطن کو عشر کے احکام لکھائے۔
(۳۶) خالد بن ضماد ازدی کو ارکان اسلام لکھائے۔
(۳۷) ذرعہ بن سیف کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔
(۳۸) ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی کو محصول وغیرہ کے احکام لکھائے۔
(۳۹) شرجیل، حارث و نعیم بنی عبد کلال کو مال غنیمت و عشر و زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔
(۴۰) عام مسلمانوں کے لئے ایک تحریر لکھائی جس میں پکنے سے قبل کھجور کی فروخت اور خمس سے قبل حصہ لینے کے احکام تھے۔
(۴۱) علا بن خالد کو بیع سے قبل شئے کے عیوب ظاہر کر دینے کے احکام لکھائے۔
(۴۲) حضرت عمر کو مسائل صدقہ لکھائے۔
(۴۳) حضرت ابوبکر صدیق کو مسائل صدقات لکھائے۔
(۴۴) عمائد کاب کو مع قطن مسائل زکوٰۃ لکھائے۔
(۴۵) عہدنامہ درمیان مہاجرین و انصار و یہود لکھایا اس میں دیت و فدیہ کا حکم تھا
(۴۶) مالک بن احمر کو خمس کے مسائل لکھائے۔
(۴۷) مجاعہ بن مرارہ اسلمی کو خمس وحصص ذوی القربیٰ کے احکام لکھائے۔
(۴۸) مصعب بن زبیر کو نماز جمعہ کا حکم لکھایا۔
(۴۹) مطرف بن کاہن باہلی کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔
(۵۰) معاذ بن جبل کو قبول ہدیہ کا مسئلہ لکھایا۔
(۵۱) منذر بن ساوی کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔
(۵۲) منذر بن ساوی کو مجوس کے متعلق احکام لکھائے۔
(۵۳) آل اکیدر کو ایک فرمان لکھایا اس زمانہ تک آپ کی مہر تیار نہیں ہوئی تھی۔

Marfat.com

اس پر آپ نے انگوٹھا لگا دیا دیکھئے یورپ کو اٹھارہویں صدی میں فنگر امپریشن کا علم ہوا ہے نبی امی کو چودہ سو برس پہلے معلوم تھا۔ اس کی تخریج ابن مندہ نے کی ہے[۱]

(۵۴) جفینۃ الجہنی (بعض نے ہندی لکھا ہے) کو فرمان لکھایا اس کا راوی ضعیف الحدیث ہے[۲]

(۵۵) سرباتک ہندی نے بیان کیا کہ رسول کریم نے حذیفہ اور اسامہ اور صہیب وغیرہ کو میرے پاس نامہ دے کر بھیجا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ اس کی تخریج موسیٰ نے میسر بن احمد اسفرائینی سے کی ہے یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری کے شاگرد کے طریقہ سے کہا ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے مکی بن احمد بردعی نے کہا اس نے میں نے سنا اسحٰق بن ابراہیم طوسی سے وہ کہتے تھے اور اُن کی عمر (۹۷) برس کی تھی کہ دیکھا میں نے سرباتک بادشاہ ہند کو کہ ذکر کیا یہ قصہ[۳]

(۵۶) مسعود بن وائل نے کہا کہ رسول کریم نے میری قوم کو دعوت نامے لکھائے، آپ نے معاویہ سے کہا لکھو انہوں نے کہا کس طرح لکھوں، آپ نے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[۴]

(۵۷) مسیلمہ کذاب کو فرمان لکھایا۔ اس کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

(۵۸) یہود خیبر کو ایک مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق خط لکھایا[۵]

(۵۹) جرش والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا[۶]

(۶۰) ہجر والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا۔

(۶۱) مسلم بن حارث تمیمی کو کچھ وصایا لکھائیں[۷]

(۶۲) یمن والوں کو لکھا یا کہ شہد کی پیداوار سے زکوٰۃ لی جائے[۸]

(۶۳) تمام قبائل کو دیت کے مسائل لکھا کر بھیجے[۹]

(۶۴) ارض خیبر کا تقسیم نامہ لکھایا کہ (۳۶) حصوں پر منقسم ہو۔ نصف حصص حضور نے اسلامی ضروریات کے لئے اپنے پاس رکھے باقی نصف صحابہ میں تقسیم کر دیئے[۱۰]

(۶۵) منذر بن ساوی کو خط لکھایا۔

(۶۶) مقوقس شاہ مصر کو خط لکھایا۔

(۶۷) تمیم الداری کو فرمان جاگیر لکھایا۔

---

[۱] اصابہ و اسد الغابہ [۲] اصابہ [۳] اصابہ [۴] اصابہ، اسد الغابہ [۵] صحاح ستہ [۶] مسلم [۷] ابوداؤد [۸] نصب الرایہ للزیلعی [۹] مسلم و ابی داؤد [۱۰] کتاب الخراج یحییٰ بن آدم محدث

Marfat.com

(۶۸) شاہ اسپین کو خط لکھایا۔

(۶۹) قطن بن حارث کو فرمان لکھایا۔

(۷۰) نجاشی حبشہ کے نام خط لکھایا۔

(۷۱) مقوقس شاہِ مصر کے نام خط لکھایا۔

(۷۲) ایک عہد نامہ جو عیسائیوں کے لئے لکھایا گیا۔

(۷۳) وفدِ تجیب جب حاضرِ خدمت ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کئے آپ نے ان کے جوابات لکھا دیئے۔

قرآن مجید کے علاوہ کہ حضور بروقتِ نزول فوراً تحریر کرا دیتے تھے۔ رسولِ کریم کی کم و بیش تین سو تحریرات ہیں سے (۷۳) کا ذکر میں نے کیا ہے ان میں سے سوائے نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۴۳ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ کے جن کی تعداد کل (۱۳) ہے باقی (۶۰) نمبر خالص حدیثیں ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام جو نامے لکھائے وہ عامر بن فہیرہ نے لکھے تھے اور امرائے عمان کے نام خطوط ابی بن کعب نے اور قطن بن حارث کے نام ثابت بن قیس نے۔ ۵۶ معاویہ بن ابی سفیان ۶۰ حضرت علی نے لکھے تھے۔ قرآن مجید کی کتابت بہت سے اصحاب کرتے تھے ان میں خاص زید بن ثابت و شرجیل بن حسنہ و عثمان بن عفان تھے۔

۶۷ کا ذکر امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں کیا ہے اور اس کی چشم دید کیفیت ابن فضل اللہ العمری نے کتاب مسالک الابصار جلد اول ص۱۷ میں لکھی ہے گویا یہ تحریر چوتھی صدی ہجری تک موجود تھی۔ ۶۸ کا ذکر گیارہویں صدی ہجری تک کے مصنفین نے کیا ہے[1]

نمبر ۵۷ و ۶۵ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ اب تک موجود ہیں۔

۵۷ کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

۶۵ کا فوٹو جرمن مجلس شرقیات کے رسالہ مرڈ یگ جلد ۱۷ ۱۸۶۳ء میں طبع ہوا۔ یہ اصل خط خواجہ کمال الدین قادیانی نے دمشق میں بچشم خود دیکھا[2]

۶۶ کا فوٹو سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق موسیو بور نے رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۸۵۵ء میں شائع کیا تھا۔ جو اس کو ایک سیاح موسیو بارتلمی سے ملا تھا۔ جس کو سیاح

---

[1] التراتیب الاداریہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ ہجری جلد اول ص۱۵۶ [2] اسلامک ریویو ۱۹۱۷ء

Marfat.com

مذکور نے مصر کے ایک عیسائی خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔ اب اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع اور فروخت ہو رہے ہیں۔

۷ حبشہ کے دارالسلطنت عدیس بابا کے شاہی خزانے میں محفوظ ہے۔ حبشہ اور اٹلی کی جنگ کے موقعہ پر اس کے متعلق یورپین اخبارات نے کثرت سے مضامین شائع کئے تھے۔ اور ہندوستان کے اخبارات میں اُن کے ترجمے شائع ہوئے تھے۔

۷ قاہرہ کے کنیسہ انبا مارقوس میں یہ خط محفوظ ہے۔

۷ قاہرہ کنیسہ انبا مارقوس میں محفوظ ہے۔ چند سال ہوئے یہ خدیو مصر کے سامنے پیش ہوا تھا۔ اور اُس کے متعلق تمام اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔

شہادتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین کو لکھائے تھے اُنکی تعداد اب تک دو سو تک تحقیق ہوئی ہے[۱]

اکثر مکاتیب یوم الجماجم میں بعہد حجاج بن یوسف (۸۲ھ کے بعد) جل گئے[۲] یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خط سلطان صلاح الدین کے خاندان میں محفوظ ہے اس کے متعلق بھی چند اخبارات میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم صحابی نے رسول کریم کے بیس مکاتیب جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا تھا[۳]

یہاں تک تو رسول کریم کی تحریرات اور آپ کی لکھائی ہوئی حدیثوں کا ذکر تھا اب ہم حدیث کے اُن مجموعوں کا بیان کرتے ہیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع کئے تھے

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ہزار حدیثیں جمع کر کے اُس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ یہ حضور کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ یہ صحیفہ دوسری صدی ہجری تک موجود تھا[۴]

(۲) حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں اُن کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے قرآن اور اُس کے صحیفہ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا[۵]

---

[۱] اعلام السائلین مؤلفہ ابن طولون و وکیومان بیلورلا ڈیلیا ماسی سلمان مطبوعہ پیرس ۱۹۲۵ء حصہ دوم ص۹ تا ۷، ۹ و منشآت السلاطین مؤلفہ احمد فرید ون مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ھ صفحہ۳ تا ص۳۵، [۲] کتاب الخراج و بلاذری، [۳] وکیومان جلد اول ص۱۰، [۴] تاریخ الحدیث ص۹۹، [۵] ابو داؤد کتاب الحدود

Marfat.com

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں [1]

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو اُنکے لڑکے کے پاس تھا [2]

(۵) حضرت ابوہریرہ کے پاس دفترِ حدیث لکھا ہوا تھا [3] اس میں (۵۳۷۴) سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں [4] یہ بصورت طومار تھا جیسے قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ کر لپیٹ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اُس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا [5]

(۷) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں [6]

(۸) حضرت سمرہ بن جندب صحابی نے ایک نسخۂ حدیث مرتب کیا تھا [7]

(۹) حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں [8]

(۱۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں [9]

اس تمام بیان سے عہدِ رسولِ کریم کی قریب چارسو تحریرات کا پتہ چلتا ہے بعد وفات رسولِ کریم حضرت عبداللہ بن عباس صحابی نے قرآن کی تفسیر لکھی جس کے متفرق نسخے آج تک مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب نے ہمارے پاس ایک اونٹ کی برابر ابن عباس کی کتابیں رکھیں [10]۔ ابن عباس کی کتابوں کی نقول اُن کی زندگی میں دور دور پہنچ گئی تھیں۔ امام طحاوی نے عبداللہ بن عباس کا بیان لکھا ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ طائف سے کچھ لوگ میرے پاس میری تصانیف کی نقلیں تصحیح کی غرض سے لائے [11]

حضرت اُبی بن کعب صحابی نے تفسیر لکھی اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ کام لیا ہے امام حاکم نے ۴۰۵ھ میں وفات پائی اس لئے یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی [12]

اور بھی حدیث کا ذخیرہ تھا جو قرن اول میں جمع ہوا تھا۔ تفصیل کے لئے تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر ملاحظہ ہو۔ ہمام ابن منبہ تابعی نے ایک صحیفہ جمع کیا تھا۔ جو اب تک برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

---

[1] بخاری تقیید العلم۔ تاریخ بغدادی [2] جامع الصغیر [3] فتح الباری [4] تدوین حدیث ص۱۵ [5] احمد بن حنبل [6] اسد الغابہ [7] تہذیب التہذیب [8] شرح بلوغ المرام [9] طبقات جلد ۵ ص۲۱۶ [11] شرح معانی الآثار ج ۲ ص۳۸۴، [12] تاریخ التفسیر ص۳۸۔

Marfat.com

الباب الرّابع فی الرّجال

قرونِ ثلاثہ

قرونِ ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ یعنی تمام زمانوں میں میرے زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اس کے بعد والے پھر اس کے بعد والے۔

سلفِ صالحین نے قرونِ ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرنِ اوّل۔ بعثتِ رسولِ کریم سے ۱۱۰ھ ہجری تک یہ زمانہ عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ کہلاتا ہے۔

قرن دوم۔ ۱۱۱ھ سے ۱۷۰ھ تک، یہ عہدِ تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم۔ ۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک، یہ عہدِ تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبد الحق محدّث دہلوی نے قرن ثالث کو ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے، ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ آگے بوجہ اختلاف ۲۲۱ھ سے ۲۶۰ھ تک کے زمانے کو ہم نے عہدِ اختلافی سے تعبیر کیا ہے۔

قرونِ ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کو حضور نے فرمایا ہے۔ ثم یفشو الکذب یعنی پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔ ہم نے اس کتاب میں علماء و مفسرین و محدثین و ائمہ و قراء و کاتبین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرنِ اوّل کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی ۱۷۰ھ تک جن کی وفات ہوئی۔ اسی طرح قرن دوم کے رجال ۲۲۰ھ۔ قرن سوم کے رجال ۲۶۰ھ۔ عہدِ اختلافی کے رجال ۳۱۰ھ تک ذکر کئے ہیں اس لئے رجال خیر القرون کا خاتمہ ۳۱۰ھ تک ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف کم مثالیں مل سکیں گی۔ صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب بہ اعتبارِ سنِ وفات رکھی ہے۔

Marfat.com

رجال قرن اوّل

حفظِ قرآن، قراءت، تفسیر، کتابت وغیرہ میں عہدِ رسول کریم سے آج تک لاکھوں آدمی گذرے ہیں۔ میں نے ہر عہد کے دو دو چار چار بزرگوں کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے ان میں قراء بھی ہیں مصنفین بھی ہیں۔ کاتبین بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر بزرگوں کا تذکرہ میں تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر میں اس سے زیادہ لکھ چکا ہوں اور والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں لکھا ہے۔ باقی تفصیل طلب حضرات کتب سیر و تاریخ کی طرف رجوع کریں یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔ خلفائے راشدین کے بعد صحابہ کا ذکر ہے۔ پھر صحابیات کا، ہر بزرگ کے تذکرہ میں باعتبار سن وفات ترتیب قائم کی گئی ہے۔

صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق و عتیق لقب۔ ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول کریم کے سلسلہ سے مل جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۷) سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ ہیں۔ ان سے ۱۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ رسول کریم کے بعد ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور (۶۳) برس کی عمر میں ۱۳ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم کے یارِ غار تھے اور اب بھی یارِ غار ہیں ؎

دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکر و عمر کی — چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد

اگر حضرت ابوبکر کی جان نثاریوں اور خدمات اسلامی پر نظر کی جائے تو صحابہ میں ان کا مثل و نظیر نظر نہیں آئے گا۔ احادیث میں ان کے بیحد فضائل مذکور ہیں۔ ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔ صفحات تاریخ ان کے شاندار کارناموں سے مزین ہیں غیروں نے بھی ان کو قابل توصیف قرار دیا ہے۔ مشہور محقق لارنس بی ایول نے لکھا ہے:۔ ابوبکر کی شخصیت کو دیکھ کر دھوکا ہوتا ہے کہ اس شخص کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ مسلمانوں

Marfat.com

نے اپنے نبی کا جانشین کرکے اس کو بلندی سے پستی میں کیوں گرا دیا۔[۱]

ایڈ رینڈ کیستن سل لکھتے ہیں :۔ آپ کی سخاوت کی انتہا نہ تھی۔ آپ نے اپنا تمام مال و اسباب محمدؐ اور اسلام کی مدد کے لئے خرچ کر ڈالا۔ اسلام بہت کچھ ابوبکر کا احسان مند ہے۔ شروع اسلام میں اس شخص کی زبردست شخصیت نے تمام مصیبتیں دور کر دیں اور تمام مشکلیں آسان کر دیں۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ تباہ و برباد ہو جاتا۔[۲]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام۔ ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔ عشرہ مبشرہ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں تھے رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین حضرت حفصہ کے باپ تھے اور حضور کے ہم زلف بھی تھے کہ ام المومنین اُم سلمہ کی بہن قریبہ ان کے عقد میں تھیں۔ حضرت مرتضیٰ کے داماد تھے ۱۳ ہجری میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۲۴ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں۔ مسلمانوں میں ترویج تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ جبری تعلیم رائج کی۔ ایک شخص ابوسفیان نام کو مقرر کیا کہ دورہ کرے اور مسلمانوں کا امتحان لے جس کو قرآن نہ آتا ہو سزا دے۔[۳] ان کی بہت سی سوانحعمریاں لکھی گئی ہیں۔ ایڈ رینڈ کیستن سل لکھتے ہیں "ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ جس وقت عمر خلیفہ بنائے گئے تھے وہ وقت ایسے ہی شخص کے لئے موزوں تھا۔ عمر کی سیاسی اور مذہبی قابلیت کی وجہ سے ہم اس کی جس قدر توقیر کریں کم ہے وہ صحیح طور پر ابوبکر کے جانشین تھے۔ اسلام ان دو جلیل القدر خلفاء کا ہمیشہ احسان مند رہے گا۔"[۴]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام۔ ابوعبداللہ و ابوعمر کنیت۔ ذوالنورین و غنی لقب۔ ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ واقعۂ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے (۳۴) سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ عشرۂ مبشرہ، اصحاب بدر و اُحد و بیعت الرضوان میں تھے۔ رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ ۲۴ھ میں

---

[۱] النجم جولائی ۱۹۲۵ء، [۲] خلفائے راشدین، [۳] اغانی و اصابہ، [۴] خلفائے راشدین۔

Marfat.com

حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۱۴۶) حدیثیں مروی ہیں۔

ایڈریڈ کلیسٹن سل لکھتے ہیں:۔ عثمان نے احکام قرآن سے کبھی ذرا سا بھی تجاوز نہیں کیا ہے گو کہ وہ حملہ آور کی مدافعت کے وقت انتہائی بہادر تھے۔ لیکن وہ کبھی مسلمانوں کے خون کو بے دریغ بہانے کو تیار نہیں ہوئے۔[1]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام۔ ابوتراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب، رسول کریم کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر اور بیعت الرضوان میں تھے۔ بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ دس برس کی عمر میں ایمان لائے۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں حضرت علی کی بہت سی سوانحعمریاں لکھی گئی ہیں۔ تاریخ الحدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے۔

ایڈریڈ کلیسٹن سل لکھتے ہیں:۔ علی اسلامی علم و فضل کا بحر ناپید اکنار تھا۔ وہ مسلمانوں کا سچا رہنما تھا وہ ایک نڈر بہادر سپاہی تھا۔ جو میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہ موڑتا تھا۔[2]

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

طفیل بن عبداللہ بن سخرۃ کے غلام تھے۔ جب یہ مسلمان ہوگئے تو اُن کے آقا اور دیگر کفار نے اُن کو سخت اذیت پہنچانی شروع کی۔ حضرت ابوبکر نے ان کو خرید لیا۔ ہجرت میں رسول کریم کے ساتھ تھے۔ بروز ہجرت کفار مکہ نے سراقہ کو رسول کریم کی گرفتاری پر مامور کیا تھا۔ سراقہ سُراغ لگا کر حضور تک پہنچ گیا۔ لیکن خداوند ذوالجلال نے اس کو حضور پر قادر نہ ہونے دیا۔ مجبور ہو کر اُس نے حضور سے درخواست کی کہ مجھ کو امان نامہ لکھ دیجئے تو حضور نے امان نامہ عامر ہی سے تحریر کرایا تھا۔

عامر بن طفیل رسول کریم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ چند قراء تعلیم قرآن کے لئے میری قوم میں بھیج دیجئے آپ نے قراء کو روانہ فرمایا ان میں عامر بھی تھے۔ کفار نے دغا کر کے بمقام بیر معونہ اُن کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۴ ہجری میں ہوا۔ یہ غزوات بدر و احد میں بھی شریک تھے۔ حضرت عمر ان کے بڑے مداح تھے۔

---

[1] و [2] خلفائے راشدین،

Marfat.com

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

بنی امیہ کے خاندان سے تھے۔ سعد بن وقاص کے بعد مسلمان ہوئے۔ ۱۵ ربیع الاول ۳ ہجری یوم پنجشنبہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ یہ پانچویں مسلمان تھے اور قرآن کے پہلے کاتب تھے۔ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول کریم نے ان کو صنعاء کا حاکم صدقہ مقرر کیا تھا۔ خلیفہ اول نے ایک لشکر کا سردار بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا۔ جنگ اجنادین میں ۲۸ جمادی الاول روز سہ شنبہ ۱۳ ہجری کو شہید ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

معاذ نام۔ ابو عبدالرحمن کنیت۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نبوت کے بارہویں سال ۱۸ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بنو سلمہ کے محلہ میں مسجد تعمیر ہوئی تو رسول کریم نے ان کو اس کا امام بنایا تھا۔ فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم پر مامور ہوئے تھے۔ ۹ ہجری میں یمن کے گورنر بنائے گئے۔ حضرت ابو بکر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں ۱۸ھ میں سپہ سالار بنائے گئے اسی سال وفات پائی۔

حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت حبشہ میں شامل تھے لیکن حبشہ کی پہلی ہجرت جو رجب ۵ ہجری نبوی میں ہوئی۔ اس میں گیارہ مرد تھے اس فہرست میں ان کا نام نہیں چند ماہ بعد جب سورۃ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور دوبارہ حبشہ کو مسلمانوں نے ہجرت کی (غالباً ابتدائے ۶ھ) ان میں یہ شامل ہوئے ہوں گے۔ اس لئے یہ غالباً ۵ھ نبوی میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسول کریم کے کاتب تھے۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک لشکر کے سپہ سالار تھے۔ میسان (نواح طبریہ) انہوں ہی نے فتح کیا تھا۔ ۱۸ ہجری میں انہوں نے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے طاعون سے ایک ہی دن وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

عویمر نام۔ ابو الدرداء کنیت۔ حکیم الامۃ لقب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان عادی بن کعب سے تھے۔ ۲ہجری میں مشرف باسلام ہوئے۔ بدر کے علاوہ غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر نے ان کو شام میں تعلیم پر مامور کیا تھا۔ حضرت عثمان نے دمشق کا قاضی مقرر کیا امیر معاویہ جب کبھی باہر جاتے ان کو اپنا قایم مقام بناتے۔ یہ قرائے صحابہ میں سے تھے ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے۔ خلوت و جلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے۔ صحابہ میں بڑے زیرک اور ذی علم تھے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود سے حدیث سیکھو[۱]۔ اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری اُمت کے لئے جو مسائل تجویز کرے میں اُس پر رضامند ہوں[۲]۔ اور فرمایا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو۔ ابن مسعود۔ سالم مولٰی ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل۔ اُبی بن کعب[۳]۔ حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز و روش میں قریب تر ابن مسعود تھے۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی بن ابی طالب، ابن مسعود۔ عمر فاروق زید بن ثابت، ابو الدرداء۔ اُبی بن کعب۔ اس کے بعد دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی بن ابی طالب و ابن مسعود[۴]

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں علی الاعلان کفار کو قرآن پڑھ کر سُنایا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اُن کو کوفہ میں معلم اور قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان کے عہد میں بھی اسی عہدے پر رہے۔ اور بیت المال کے خازن رہے جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاوئی اور مذہب فقہ کو مدوّن کیا ہے اس طرح دیگر صحابہ کے فتاوئی اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے[۵] ۳۲ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ ان سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں۔

---

[۱] ترمذی۔ [۲] کنز العمال۔ [۳] بخاری۔ [۴] و [۵] اعلام الموقعین۔

Marfat.com

حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ

اُبی نام ۔ ابو المنذر و ابو الطفیل کنیت، اقرء القوم لقب، حضرت عمران کو سید المسلمین کہا کرتے تھے ۔ بدر سے لے کر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے ۔ حضور نے اُن کو عامل صدقہ مقرر کیا تھا ۔ حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا ۔ حضرت عمر کے عہد میں مجلسِ شوریٰ کے رکن تھے ۔ حضرت عثمان نے بھی ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا ۔ ان سے (۱۶۴) حدیثیں مروی ہیں ۔

حضرت لبید رضی اللہ عنہ

لبید بن ربیعہ عرب کے مشہور شاعر اور نہایت شریف النفس انسان تھے ۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شاعری چھوڑ دی اور کتابت قرآن کا شغل اختیار کیا ۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے ایک سو چالیس برس کی عمر میں وفات پائی ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید بن ثابت نام ۔ ابوسعید و ابو خارجہ و ابو عبدالرحمٰن کنیت ۔ انصارِ مدینہ کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے ۔ ہجرت سے چھ سال قبل پیدا ہوئے ۔ گیارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے ۔ غزوۂ تبوک میں مالک بن النجار کا عَلَم رسول کریم نے ان کو دیا تھا ۔ یہ عَلَم عمارہ بن حزم کے پاس تھا ۔ عمارہ نے حضور سے دریافت کیا کہ مجھ سے لے کر اُن کو عَلَم کیوں دیا گیا تو حضور نے فرمایا کہ یہ قرآن تم سے زیادہ جانتے ہیں ۔ غزوۂ خندق اور اس کے بعد غزوات میں شریک رہے، کاتبِ وحی تھے انہوں نے قرآن جمع بھی کیا تھا ۔ حفظ بھی کیا تھا ۔ رسول کریم نے تین مرتبہ ان کو اپنا جانشین بنایا، ایک مرتبہ جب شام کی جانب تشریف لے جانے لگے دو مرتبہ دو حجوں میں ۔ حضرت عمر نے بھی ایک مرتبہ ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا ۔ حضرت عثمان بھی اپنے عہدِ خلافت میں جب حج کو جاتے ان کو اپنا جانشین بناتے حضرت ابوبکر و حضرت عثمان نے اپنے عہدِ خلافت میں ان کو جمع قرآن پر مامور کیا ۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جماعتِ شوریٰ کے رکن تھے ۔ حضرت عثمان کے عہد میں افسر بیت المال تھے

Marfat.com

۵۹ھ میں بعمر ۵۶ سال وفات پائی۔

صحابہ میں عبداللہ بن عمر، ابوسعید، ابوہریرہ، انس، سہل بن سعد، سہل بن حنیف۔ عبداللہ ابن زیاد خطمی تے، تابعین میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن ابوبکر بن صدیق، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان اور خود اُن کے دونوں بیٹوں خارجہ وسلیمان نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابہ میں سے تھے (قاریاً عالماً بالفرائض شاعراً کاتباً فصیح اللسان جمع القرآن) یعنی قاری تھے، علم فرائض کے بنبحر عالم تھے شاعر تھے، رسول کریم کے کاتب تھے، فصیح تھے انہوں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ ان کا لکھا ہوا قرآن ۳۰۳ھ میں ابن یونس نے مصر میں دیکھا تھا۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین امام۔ ابوعبداللہ کنیت۔ سید و شہید لقب، ۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی کے دوسرے صاحبزادے اور رسول کریم کے نواسے تھے، ۶۱ھ میں کربلا میں شہید ہوئے ان سے (۸) روایتیں براہِ راست رسول کریم سے ہیں۔ باقی روایات حضرت علی، حضرت عمر وغیرہ سے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا سب نے جواب دیا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیك و رحمة اللّٰه و برکاته اور لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں بتادوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے یہی ہیں جو جا رہے ہیں[۱]۔

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ ابن عمر نے لوگوں سے کہا کہ ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کر دیا مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں[۲]۔

۱؎ اسد الغابہ۔ ۲؎ ترمذی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچازاد بھائی تھے۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ اے خدا اس کو دین کا فہم عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے۔ خدا نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ ایسے ہی ہوئے۔ سلطان المفسرین، ترجمان القرآن اور حبرالامۃ ان کے لقب تھے۔ باوجود کم عمر ہونے کے حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور آیات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔ ابن عباس ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ، ایک دن سیرۃ مغازی، ایک دن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے یہ اس کے رکن اعظم تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے سپہ سالار تھے حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی (۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی (۶۸ ہجری)۔

شیخ ابو بکر محمد موسیٰ نے ان کے فتاویٰ کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے، ابن عباسؓ نے (۱۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے (۲۵) براہ راست حضور سے ہیں باقی صحابہ سے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں ۳ھ میں رسول کریم سے عقد ثانی ہوا۔ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے فتاویٰ کی تعداد ایک رسالہ کے قریب ہے۔ ان سے (۶۰) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ابو بکر صدیق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی (۱۸) سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں (۶۶) سال کی عمر میں ۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی

Marfat.com

ہیں۔ ان کو کل قرآن حفظ تھا۔ یہ عورتوں کی امام بنا کرتی تھیں۔ صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کا علم و فضل مسلّم تھا۔ تاریخ الحدیث میں ان کا تذکرہ میں نے مفصل لکھا ہے۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند نام۔ اُمِّ سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی اُمیّہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے یہ ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور حبشہ کو ہجرت کی۔ ۳ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ ۴ھ میں رسول کریم نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ خلفائے راشدین کے عہد میں فتوے دیتی تھیں۔ رسولِ کریم کے طرز پر قرآن پڑھتی تھیں (۸۴) برس کی عمر میں ۶۲ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۳۷۸) مروی ہیں۔

تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم

ابو الاسود

ظالم بن عمر بن سفیان نام۔ ابو الاسود کنیت۔ ان کا نسب کنانہ میں رسولِ کریم سے مل جاتا ہے۔ یہ وایل بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ان کا قبیلہ دولی اور دیلی مشہور تھا ہجرت سے سولہ برس قبل پیدا ہوئے۔ ابو عبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ حضور کے دیدارِ مبارک سے بجالتِ اسلام مشرف نہیں ہوئے مخضرمین اور کبارِ تابعین میں سے ہیں۔

حضرت عمر کے عہد میں مدینہ آئے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو ذر وغیرہم صحابہ سے علم حاصل کیا۔ عمر، عثمان، علی، تینوں خلفا کے عہد میں بصرہ کے والی رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ محدث، فقیہ، مفسر، ادیب، قاری، تھے۔ دانشمند اور حاضر جواب تھے، کفایت شعار دولت مند تھے۔ علم نحو کے موجد تھے۔ کفایت شعاری کی وجہ سے بخیل مشہور ہو گئے تھے۔ سر سے گنجے تھے، گندہ ذہنی کے مرض میں مبتلا تھے

Marfat.com

حضرت علی نے ابن عباس کو جب بصرہ کا والی مقرر کیا تو ان کو میرمنشی بنایا مگر دونوں میں موافقت نہ ہوئی۔ اور اُنہوں نے ابن عباس کی شکایتیں لکھنا شروع کیں۔ اس پر حضرت علی و ابن عباس میں خط و کتابت ہوئی۔ آخر ابن عباس ناراض ہو کر مستعفی ہو گئے حضرت علی نے ابن عباس کی جگہ ابوالاسود کو والی مقرر کیا اور ابوالاسود کی جگہ زیاد بن ابیہ (جو زیاد بن ابی سفیان مشہور رہے۔ عبیداللہ سپہ سالار لشکر یزید قاتل امام حسین کا باپ) کا تقرر کیا (عبیداللہ بن زیاد ابوالاسود کا شاگرد تھا)

ابوالاسود اور زیاد میں بھی موافقت نہ ہوئی۔ زیاد نے ان کی شکایتیں حضرت علی کو لکھیں۔ لیکن حضرت علی نے ایک نہ سُنی۔ جب اُن کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے زیاد کی ہجو لکھی جو اب تک موجود ہے ان کو حکومت کرتے ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسن نے ان کو بدستور قائم رکھا۔ جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے کچھ دنوں تک ان کو بحال رکھا پھر بُسر بن ارطاۃ کو گورنر بصرہ مقرر کیا ابوالاسود نے سنہ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت عمر نے قرآن پر اعراب لگانے کا حکم دیا تھا۔ اُنہوں نے عرصہ کے بعد اعراب بصورت نقاط قائم کئے اور اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا اور حضرت علی کے حکم سے قواعد نحو مدوّن کئے اور ایک رسالہ لکھا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان

مروان بن الحکم کا بیٹا تھا۔ سنہ ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اکیس سال کی عمر میں سنہ ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اس کے افسر فوج مشہور ظالم و ادیب و قاری حجاج بن یوسف نے مکہ پر چڑھائی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی کو سنہ ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔

عبدالملک نے مدتوں تک مسجد نبوی میں عوام کی طرح تحصیل علم کی یہ بہت بڑا ادیب فقیہ تھا اس نے حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط لگائے جائیں مگر یہ کام اس کے عہد میں نہ ہو سکا اس کے عہد میں سلطنت بنی اُمیہ کو استحکام اور ترقی ہوئی۔ سنہ ۸۶ھ میں وفات پائی۔

نصر بن عاصم لیثی

ابوالاسود کے شاگرد تھے۔ قرائے جماعت حجاج بن یوسف میں ہیں۔ انہوں نے یحییٰ بن

Marfat.com

یعمر کے ساتھ اپنے استاد کے ایجاد کردہ نقاطِ قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کیں سنہ ۹۰ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جُبیر

ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر وعدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے۔ خلیفہ عبدالملک ابن مروان کی فرمائش سے انہوں نے تفسیر لکھی تھی۔ عطاء بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے۔ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی استفتا لے کر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید نہیں ہے۔ پچاس برس کی عمر تھی کہ حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کیا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک

اپنے باپ کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں بہت سے ممالک فتح ہوئے ترکستان کا کچھ حصہ، ہندوستان میں سندھ، اسپین میں اندلس۔ اسی کے عہد میں فتح ہوئے حجاج ابن یوسف کے مظالم اس کے عہد میں اور بھی زیادہ ہو گئے تھے۔ حجاج نے صحابہ پر ظلم کئے تابعین میں سے بزرگوں کو قتل کیا۔ حجاج ۹۵ھ میں مرا۔ خلیفہ ولید نے اپنے باپ کے حکم کی تجدید کی یعنی حجاج کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط وغیرہ لگائے جائیں۔ یہ کام اس کے عہد میں مکمل ہوا اس نے ۹۶ھ میں انتقال کیا۔

عکرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد تھے۔ ابن عباس نے ان کو بہت محنت سے تفسیر سکھائی تھی۔ عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ امام شعبی اور مفسّرِ قرآن قتادہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ سعید بن جُبیر اور مجاہد نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہے امام حسن بصری فتویٰ نہ دیتے تھے۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

امام حسن بصری

سنہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس اور حضرت امام حسن کے شاگرد تھے۔ احنف بن قیس اور قیس بن عباد شاگردانِ حضرت علی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کی والدہ خیرہ نام ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ ایک دن اُن کی والدہ کسی کام میں مشغول تھیں۔ یہ شیرخوار تھے رو رہے تھے۔ ام المومنین نے ان کو چپانے کے لئے پستان مبارک مُنہ میں دے دی۔ خدا کی شان دودھ نکل آیا یہ پی گئے۔ یہ فضیلت ان کو ایسی حاصل ہوئی کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن مجید کے رُبع، نصف، ثلث، مقرر کرنے اور نقاط لگانے کے لئے ان قراء کو حجاج بن یوسف نے مامور کیا تھا۔ ان میں یہ بھی تھے۔ ان کا شمار قرائے بدر میں ہے۔ امام مجتہد تھے۔ حمید الطویل ان کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر

محمد نام۔ ابوجعفر کنیت۔ باقر لقب، امام زین العابدین کے صاحبزادے اور امام حسین شہید کربلا کے پوتے تھے۔ بروز جمعہ صفر سنہ ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور صحابہ میں ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور ابن عباس کے شاگرد تھے۔ حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھی تھی۔ امام زہری۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

ابن عامر

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم قرائے سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء صحابی اور حضرت معاذ بن جبل صحابی کے شاگرد تھے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں دمشق کے قاضی تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقۂ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے (۹۷) برس کی عمر میں سنہ ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی قرأت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابن ذکوان القرشی الدمشقی

Marfat.com

سنہ ۲۴۵ھ - دوسرے ہشام بن عمار بن نصیر السلمی -

ابن کثیر

عبداللہ بن کثیر الداری مولیٰ عمر بن علقمہ الکنانی - مکہ کے رہنے والے تھے - حافظ ابن حجر نے ان کو طبقۂ سادسہ میں شمار کیا ہے - حضرت عبداللہ بن السائب المخزومی صحابی و مجاہد بن جبر کے شاگرد حضرت ابی بن کعب و ایاس مولیٰ حضرت عبداللہ بن عباس ان کے اساتذہ میں تھے - ان کی قرأت کے دو راوی ہیں ایک ابو عمر محمد عبدالرحمٰن مکی مخزومی المعروف قنبل سنہ ۲۸۰ھ - دوسرے احمد بن محمد مکی المعروف بزی - بزی اور ابن کثیر کے درمیان دو اور قنبل اور ابن کثیر کے درمیان چار واسطے ہیں ابن کثیر قرائے سبعہ میں سے ہیں سنہ ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

عاصم

عاصم بن ابی النجود قرائے سبعہ میں سے ہیں - انہوں نے اخذ قراءت ابو عبدالرحمٰن بن حبیب السلمی و ابو رزین سے کیا - ابو عبدالرحمٰن حضرت زید بن ثابت و حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت علی کے شاگرد تھے - ابو رزین حضرت ابن مسعود - حضرت علی، حضرت عثمان کے شاگرد تھے عاصم کی قرأت سنداً بہت صحیح تسلیم کی جاتی ہے - امام اعظم بھی قراءت میں ان کے شاگرد تھے - کوفہ میں سنہ ۱۲۸ھ میں وفات پائی - ان کی قراءت کے دو راوی ہیں - ایک حفص بن سلیمان بن مغیرہ سنہ ۱۸۰ھ دوسرے ابو بکر بن سالم سنہ ۱۹۳ھ -

ابو سلیمان یحییٰ بن یعمر عدوانی

حضرت عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن عباس و ابو الاسود کے شاگرد تھے - قتادہ نے ان سے روایت کی ہے - خراسان کے قاضی تھے - انہوں نے نصر بن عاصم کے ساتھ اپنے استاد ابو الاسود کے نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کئے - حجاج بن یوسف نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا - سنہ ۱۲۹ھ میں وفات پائی -

Marfat.com

ابو عمر

ابو عمر ابن العلاء بن العمار۔ قرائے سبعہ میں سے ہیں۔ بصرہ کے رہنے والے تھے ۸۶ برس کی عمر میں بزمانہ خلافت منصور عباسی ۱۵۵ھ یا ۱۵۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقۂ خامسہ میں شمار کیا ہے اور یہ سعید بن جبیر اور حسن بصری وغیرہ کے شاگرد تھے

ان سے ابو شعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ مشہور سوسی (سوس ایک موضع ہے) ۲۶۱ھ اور ابو عمر حفص بن عمر دوری (دور بغداد کے قریب ایک موضع ہے) ۲۴۶ھ۔ ابو عمر کے بوساطت ابو محمد یحییٰ بن المبارک العدوی راوی ہیں۔

حمزہ کوفی

ابو عمارہ بن حبیب الزیات مولیٰ بنی تمیم ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۵۶ھ میں بمقام حلوان وفات پائی۔ قرائے سبعہ میں سے ہیں۔ یہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ اس طرح ان کا ایک سلسلہ حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر۔

انہوں نے عاصم و اعمش اور منصور بن المعتمر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے ان کی قرأت کے دو راوی ہیں ایک ابو عیسیٰ خلاد بن خالد الکوفی الصیرفی ۲۲۰ھ۔ دوسرے محمد بن خلف معروف بزار ۲۲۹ھ یہ محدث تھے امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے تھے امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے۔

خلیل بن احمد

ابو عمرو بن العلاء (شاگرد نصر بن عاصم) کے شاگرد تھے۔ سیبویہ، نضر بن شمیل، ابو عبید مورج علی بن نصر جہضمی ان کے شاگرد تھے۔ انہوں نے خطِ نسخ میں اصلاح کی اور ہمزہ اور تشدید وغیرہ ایجاد کئے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

نافع

نافع ابن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم مولیٰ بنی لیث۔ بعض ان کو دادا کی نسبت سے ابی نعیم بھی لکھ دیتے ہیں۔ ان کی کنیتیں چار مشہور ہیں۔ ابو رویم۔ ابو عبداللہ۔ ابو عبدالرحمٰن

Marfat.com

ابوالحسن۔ تبع تابعین میں سے تھے۔ اصل ان کی اصفہان سے ہے مگر مدینہ میں رہتے۔ خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں ۱۶۷ھ یا ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ قرائے سبعہ میں سے ہیں انہوں نے ستر قراء تابعین سے اخذِ قراءت کیا۔ ابوجعفر یزید ابن قعقاع مولی مخزومی ابوداؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج۔ شیبہ بن النصاح مدنی۔ ابوعبداللہ مسلم بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں یہ سب شاگرد تھے۔ ابن ابی ربیعہ اور حضرت عبداللہ بن عباس کے اور یہ دونوں شاگرد تھے حضرت اُبی بن کعب کے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو تقریب التہذیب میں طبقۂ سابعہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک عثمان بن سعید المعروف ورش ۱۹۷ھ دوسرے قالون ۲۲۹ھ۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ از روئے سند نافع اور عاصم کی قراءت اصح ہے۔

رجال قرن ثانی

(۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک)

ضحّاک بن عجلان

مشہور کاتب اور مُصلح خط تھا۔ قرآن مجید کثرت سے لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ ابوالعباس سفّاح کے عہد میں تھا۔ ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

کسائی

ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن قرائے سبعہ میں سے ہیں۔ ابوعمارہ حمزہ کے شاگرد تھے خلیفہ ہارون رشید کے مصاحب تھے اور اُستاد بھی تھے۔ علم قراءت، علم نحو، علم ادب، علم خط، ان چاروں علوم کے امام تھے۔ انہوں نے خط حیری سے خط کوفی ایجاد کیا۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ابوعمرو کسائی کی قراءت تمام قراءتوں میں زیادہ فصیح ہے۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو محمد حفص معروف دوری۔ دوسرے ابوالحارث بن خالد البغدادی۔

Marfat.com

امام ابوبکر

۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل و شیخ ابن مبارک نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر میں چوبیس ہزار بار قرآن ختم کیا

نضر بن شمیل

خلیل بن احمد کے شاگرد تھے۔ ابو عبید قاسم بن سلام ان کے شاگرد تھے۔ کتاب الفوا کتاب المدخل، کتاب المعانی وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

الفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی نام۔ یونس ابن ابی اسحاق کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر الفریابی ہے۔ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

رجال قرن ثالث

شیخ ابن راہویہ

اسحاق ابن ابراہیم نام۔ شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضل بن دکین کے شاگرد تھے۔ شیخ عبداللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے۔ شیخ یحییٰ بن معین نے ان سے روایت کی ہے امام بخاری ان کے شاگرد تھے (۷۷) سال کی عمر میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل

۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ آپکی مسند ضخیم و مشہور ہے۔ اس میں پچاس ہزار

Marfat.com

مدثیں ہیں۔ ۲۱۲ھ میں خلیفہ کا عقیدہ ہوا کہ قرآن مخلوق ہے اس پر محدثین و علما سے جواب لیا گیا۔ خلاف رائے ظاہر کرنے والوں میں سے بعض قتل کئے گئے بعض کو اور سزائیں دی گئیں اسی سلسلہ میں امام صاحب قید ہوئے اور مصائب میں مبتلا ہوئے ۲۴۱ھ میں امام صاحب نے وفات پائی۔

امام بخاری

محمد بن اسمعیل نام۔ ابوعبداللہ کنیت۔ امیرالمومنین فی الحدیث و ناظرالاحادیث النبویہ و ناشرالمواریث المحمدیہ لقب، ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اول درجہ کی کتاب ہے۔ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

رجال عہد اختلافی

(۲۶۱ھ سے ۳۱۰ھ تک)

امام ابن ماجہ

ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی کے شاگرد تھے ان کی کتاب سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔ کثیرالتصانیف، صاحب تفسیر ہیں۔ ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

امام ابن جریر طبری

ابوجعفر ابن جریر نام۔ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسمٰعیل بن موسیٰ اسدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد، صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب ۴۵۰ھ تک چل کر معدوم ہو گیا۔ کثیرالتصانیف مشہور مورخ و مفسر ہیں ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

ایک ابن جریر طبری فرقہ کرامیہ میں بھی گزرا ہے۔ وہ بھی صاحب تفسیر و تاریخ ہے

Marfat.com

دونوں میں صرف سنین ولادت و وفات میں فرق ہے۔ بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ کوہستان تنام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے بعض کہتے ہیں کہ ابن جریر کرامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب۔

رجال قرون ثلاثہ کے بعد

(۳۱۱ھ سے ۱۳۵۷ ہجری تک)

اسحاق

ابوالحسین اسحاق بن ابراہیم تیمی مشہور کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام تصنیف کی تھی۔ قرآن لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد میں تھا جس نے ۳۱۹ھ تک حکومت کی۔

ابن مُقلہ

ابوعلی محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ۔ خلیفہ القاہر باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ اس نے خطِ حیری سے خطِ نسخ ایجاد کیا۔ اور پھر خطِ نسخ سے پانچ خط اور نکالے۔ خطِ تعلیق۔ خطِ ریحان۔ خطِ ثلث۔ خطِ توقیع۔ خطِ رقاع۔ اس کے عہد سے قرآن کی کتابت خطِ نسخ میں ہونے لگی۔ ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ابن بوّاب

ہلال نام۔ ایک شخص امیر لویہ کے دروازے پر چوکیدار تھا۔ جس کو عربی میں بوّاب کہتے ہیں اس کے بیٹے ابوالحسین علی بن ہلال بوّاب نے محمد بن اسد اور سمعانی تلامذہ ابن مقلہ سے فن کتابت سیکھا اور ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطِ نسخ کی اصلاح و تزئین کی۔ یہ قرآن مجید کے مشہور کاتبوں میں سے تھا۔ ۴۲۳ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

علامہ دانی

ابوعمر عثمان ابن سعید الدانی نام ۔ معروف ابن صیرفی ۔ ۳۷۲ھ میں پیدا ہوئے ۔ قرآن مجید کے متعلق ان کی متعدد محققانہ تصانیف ہیں ۔ ۴۴۴ھ میں وفات پائی ۔

سجاوندی

ابوعبداللہ محمد بن محمد بن طیفور سجاوندی (سجاوند غزنی کے قریب بخارا کے راستہ میں ایک موضع ہے) علامۂ عصر و کثیر التصانیف تھے ۔ علامات رموز و اوقاف و رکوع وغیرہ ان کی ایجاد ہیں ۔ آخر صدی ششم میں وفات پائی ۔ بعض علما نے رموز و اوقاف کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے غزنی کی ایجاد ہیں ۔ بعض نے لکھا ہے کہ علمائے ماوراء النہر کی ایجاد ہیں ۔ صحیح یہ ہے کہ سجاوندی کی ایجاد ہیں ۔ لکھنے والوں نے مشہور مقام کا نام لکھا ہے اور یہ علاقہ ماوراء النہر بھی ہے ۔

فخر الکتاب

عماد جوینی نام ۔ سلطان صلاح الدین کا کاتب تھا ۔ کتاب خریدہ اس کی تصنیف ہے ۔ قرآن کا کاتب تھا ۔ ۵۸۲ھ میں وفات پائی ۔ فخر الکتاب خطاب تھا ۔

یاقوت رقم اوّل

امین الدولہ ابو در ابن عبداللہ الملکی الموصلی نام ۔ یہ ملک شاہ سلجوقی کا کاتب تھا قرآن لکھتا تھا ۔ ۶۱۸ھ میں وفات پائی ۔

یاقوت رقم ثانی

ابن عبداللہ رومی الحموی ۔ قرآن کا مشہور کاتب تھا ۔ ۶۲۶ھ میں وفات پائی ۔

قاضی بیضاوی

ابوسعید ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی نام ۔ شافعی المذہب تھے ۔ شیراز کے قاضی تھے

Marfat.com

آخر عمر میں ترک منصب کر کے شیخ محمد بن محمد کنانی کی خدمت میں رہے۔ شیخ کے ایما سے تفسیر لکھی۔ ان کی تفسیر مشہور و مقبول ہے۔ ۶۹۲ھ میں وفات پائی۔

یاقوت رقم ثالث

ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی۔ قرآن کا کاتب، فن کتابت کا امام تھا۔ خلیفہ مستعصم باللہ کا درباری تھا۔ ۶۹۸ھ میں وفات پائی۔ اس کا لکھا ہوا قرآن نوابزادہ سید المظفر خان آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔ اس نے خط قیراموز سے خط نستعلیق ایجاد کیا۔

امام سیوطی

عبدالرحمٰن بن ابوبکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام۔ ابوالفضل کنیت، جلال الدین لقب۔ موضع اسیوط (علاقہ مصر) کے باشندے تھے۔ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی، شیخ تقی الدین شمنی، شیخ محی الدین کافیجی سے علم حاصل کیا۔ ان کے والدان کو بخیال برکت ایک مرتبہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لے گئے تھے۔ اس وقت یہ تین برس کے تھے۔ اس لئے بعض نے ان کو حافظ کا شاگرد لکھ دیا ہے۔ ان کی کل تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں سے (۸۹) کتابیں فن حدیث میں ہیں۔ ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ ائمہ و علماء نے ان کو حاطب اللیل (اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی امتیاز اور جانچ کے جو حدیث بھی سنی لکھ دی۔ ان کی کتابوں میں ضعیف، مضطرب وغیرہ اقسام کی حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن سب کچھ جمع کر گئے۔

میں کہتا ہوں کہ اس امر میں سیوطی کے ساتھ علماء نے انصاف نہیں کیا۔ یہ خطاب ان کے لئے جب مناسب و موزوں تھا کہ انہوں نے یہ دعوی کیا ہوتا کہ میں نے جس قدر حدیثیں لکھی ہیں سب قسم اول کی ہیں اور شیخین کی شرائط پر ہیں۔ اور میری نظر سے شیخ کا ایسا دعویٰ نہیں گزرا۔ اس لئے شیخ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ جو کچھ مناسب لکھ دیا اور تحقیق کو آئندہ آنے والوں پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو احادیث میں جعل کا

Marfat.com

سلسلہ آج تک بھی ختم نہ ہوتا اور خدا جانے کس کس قسم کی روایتیں گھڑی جاتیں اور ان روایتوں میں بھی کیا کیا تغیرات ہو جاتے ۔ اسی وجہ سے شیخ ابو الحسن بکری نے فرمایا ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے[1] ۔ ان کی تصانیف میں اتقان و درمنثور وغیرہ زیادہ مشہور رہیں

قبلۃ الکتاب

مرزا سلطان علی مشہدی نام ۔ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے ۔ قرآن کے کاتب تھے قبلۃ الکتاب خطاب تھا ۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں ان کی تعریف کی ہے ۔ ۹۲۲ھ میں وفات پائی ۔

میر علی ہروی

مرزا سلطان علی کے شاگرد تھے ۔ قرآن کے کاتب تھے ۔ شاعر بھی تھے مجنون تخلص تھا ۔ شیعہ مذہب تھے ۔ صاحب تصنیف تھے ۔ قرآن لکھنے کے شائق تھے ۔ ان کی تصانیف لندن اور کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہیں ۔ سلاطین بخارا کے دربار میں تھے ، ۹۵۱ھ میں وفات پائی ۔

شعبان

شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الاثاری ۔ یہ مصر سے مکہ معظمہ اور یمن گئے پھر ہندوستان آئے ۔ قرآن لکھتے تھے ۔ غالباً دسویں صدی ہجری میں وفات پائی ۔

شیخ علی قاری

نور الدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام ۔ تصانیف میں یہ امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہیں ۔ اور ہر علم و فن پر ان کی تصانیف ہیں ۔ ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی ۔

میر عماد قزوینی

فن نستعلیق کے امام فن تھے ۔ شاہ ایران عباس صفوی کے درباری تھے ۔ بادشاہ نے ان سے شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی ۔ انہوں نے ستر اشعار لکھ کر پیش کئے بادشاہ نے ستر تومان

---

[1] تاریخ الحدیث صفحہ ۱۱۱

Marfat.com

(ایران کا چاندی کا سکہ) انعام دیا۔ میر صاحب نے خلافِ شان سمجھ کر واپس کر دیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہو کر ۱۰۲۴ھ میں ان کو قتل کرا دیا۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو شہنشاہ جہانگیر نے رو کر کہا اگر عباس ان کو میرے پاس بھیج دیتا تو میں اُن کو اُن کے ہموزن موتی دیتا۔ یہ بھی قرآن لکھا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ

دہلی وطن تھا۔ شاہ عبدالرحیم کے صاحبزادے۔ محدث تھے، مفسر تھے، فقیہ تھے، قاری تھے۔ سر حلقۂ سلاسل طریقت تھے۔ قرآن اور علوم دینیہ کی ظاہری و باطنی عظیم الشان خدمات آپ نے اور آپ کے صاحبزادوں شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ) شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ) شاہ عبدالقادر (۱۲۳۰ھ) اور آپ کے دیگر اعزاء اور اہل خاندان نے جن میں سے ہر ایک امام وقت تھا۔ انجام دی ہیں۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں کی ہر علم و فن پر تصانیف ہیں جو نہایت محققانہ ہیں اور کثیر التعداد ہیں۔ آپ کی تصانیف عرب و مصر میں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں علم دین کے تقریباً تمام سلاسل آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کے صاحبزادگان کے تلامذہ میں شاہ عبدالغنی مجددی عمری مہاجر مدنی (۱۲۹۶ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) نواب قطب الدین خان (۱۲۸۹ھ) حاملانِ علم و عمل تھے۔

قاری کرم اللہ

اصل باشندہ امروہہ کے تھے۔ دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فن قراءت کے امام تھے محدث تھے، سلسلہ طریقت میں شاہ غلام نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔

قاری کرم اللہ عن شاہ عبدالمجید دہلوی عن قاری غلام مصطفےٰ تھانیسری عن قاری عبدالملک ابن نواب حبش خان عن قاری محمد فاضل عن شیخ عبدالخالق منوفی عن شیخ شمس الدین محمد ابن اسماعیل ازہری مصری عن شیخ عبدالرحمن بن شیخ سخاوہ عن شہاب الدین احمد بن شیخ سنباطی عن شیخ سخاوہ یمنی۔

(شیخ کا سلسلہ اس کتاب میں لکھا جا چکا ہے)

Marfat.com

قاری سیّد امام الدین

امروہہ کے رہنے والے تھے۔ قاری کرم اللہ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۶۵ھ میں وفات پائی۔
قاری عبدالرحمٰن محدّث پانی پتی ان کے خاص شاگرد تھے۔ راقم سطور کے خاندان کے ایک بزرگ حافظ احمد حسن بن قاضی جمال الدین (المتوفی ۱۸۹۷ء) ان کے شاگرد تھے انہوں نے قراءت سبعہ مکررہ متواترہ بقاعدہ جمع الجمع مع الضبط کی تحصیل کی تھی۔
محدّث پانی پتی کے ایک شاگرد ان کے ہمنام قاری عبدالرحمٰن اعمیٰ تھے۔ ان کے شاگرد مولوی لقاء اللہ پانی پتی موجود ہیں۔ ایک مخلص قومی کارکن ہیں۔ وجیہ و شکیل ہیں۔ اسی برس کا سن ہے مگر اب بھی سیکڑوں میں ایک ہیں ؎

ازنقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

حضرت محدّث پانی پتی سے والد ماجد کے برادر عمزاد حافظ حاجی محمد ابراہیم ڈپٹی کلکٹر سیوہاروی اور والد ماجد کے برادر خالہ زاد حافظ احمد علی بن قاضی بنیاد علی سیوہاروی نے بھی استفادہ کیا تھا۔
حافظ احمد حسن سے استفادہ کیا والد ماجد کے ماموں زاد بھائی حافظ قاضی وقار علی سہنسپوری مرحوم نے اور راقم سطور کے پھوپھا حافظ قاضی نجم الہدیٰ نگینوی مرحوم نے اور عم مکرم حافظ حاجی نورالحسن مدظلہٗ نے (عم مکرم سے بعض سورتوں کی مشق راقم سطور نے بھی کی ہے)
حافظ نجم الہدیٰ سے بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی ان کے فرزند اکبر آنریبل حافظ محمد ابراہیم بی، اے ایل ایل بی منسٹر وزیر دہلی نے۔

طنطاوی

علامہ طنطاوی جوہری قاہرہ مصر کے باشندے تھے۔ اس عہد میں عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیرالتصانیف تھے، ان کی تفسیر الجواہر نام (۲۵) جلدوں میں ہے عجیب و غریب تفسیر ہے۔ اُردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شروع ہوا ہے، ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔
راقم سطور نے حضرت مرحوم سے تقریباً دو سال تک استفادہ کیا ہے۔ دور حاضر کے دیگر بزرگوں کا تذکرہ متفرق طور پر اس کتاب میں آچکا ہے۔

Marfat.com

مصادر

المستدرک للحاکم
عمدۃ البیان
الاتقان
روح المعانی
مفید القاری
بخاری
تاریخ ابن خمیس
کنز العمال
الاستیعاب
مجمع الزوائد
دارمی
تفسیر الجواہر للطنطاوی
جمہرۃ العرب
ترمذی
تیسیر الاصول
کتاب المصاحف
تاریخ طبری
روضۃ الاحباب
طبقات ابن سعد
تسہیل البیان
فوائد مکیہ
سنن ابی داؤد
سنن ابن ماجہ
مفتاح السعادۃ
طبقات القراء
تلقین مذہب
لائف آف محمد سر ولیم میور
اسد الغابہ
فتح الباری
تفسیر خازن
عمدۃ القاری
ازالۃ الخفاء
تہذیب التہذیب
تاریخ خطیب بغدادی
مشکوٰۃ
تفسیر خازن
نئی تحقیقات
انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا
نسائی
مسند احمد حنبل
صحیح ابن حبان
التذکار
تحفۂ نذریہ
احیاء العلوم
کتاب البیان
جامع الاحکام
الافراد
نفح الطیب
شرح احیاء العلوم
طبقات القراء
اصول کافی
الملل والنحل
الفہرست
کشف الظنون
معارف ابن قتیبہ
کتاب الفصل
الخطط للمقریزی
کتاب الناسخ والمنسوخ
در منثور
رسالہ وقف
فتاویٰ قاضی خان
فتاویٰ عالمگیری
جامع صغیر
بغیۃ الوعاۃ
فضائل ابن کثیر
کتاب التیقظ

Marfat.com

الجامع لاحکام القرآن	ترقی زبان	گرو گھنٹال
رسوم المصحف	ام الالسنہ کمال الدین	جامع صغیر
نشر المرجان	تفسیر عزیزی	اصابہ
فنون الافنان	بنایہ	عجالہ نافع
خزینۃ الاسرار	ہدایۃ التنزیل	انگریزی مقدمہ ہدایہ
شرح سبعہ قراءت	خزینۃ الروایات	احادیث اہل اسلام
شاطبی	تاتارخانیہ	تذکرۃ الحفاظ
الجزری	محیط	دارقطنی
انسائیکلوپیڈیا گب	فضل القرآۃ	زاد المعاد
تاریخ التفسیر صارم	صحیح مسلم	اسلامک ریویو
تاریخ الحدیث صارم	پریکٹنگ آف اسلام	الترتیب الاداریہ
تاریخ الفقہ ناظم	صناجۃ الطرب	تدریب الراوی
رسالہ معارف	علم الحروف	اخبار النجم لکھنؤ
رسالہ برہان	ہیرو اینڈ ہیرو شپ	خلفائے راشدین
اخبار زمیندار	غازیان ہند ناظم	وغیرہ

فہرست تصانیف

از پروفیسر عبد الصمد صارم الازہری

عربی تصانیف

الشائر - ۵۰ پیسے

اللآلی - ۵۰ پیسے

المقامات الخمس للحریری - ایک روپیہ ۵۰ پیسے

الکامل للمبرد - چار روپیہ

استاذ العربیہ - تین روپے

اساس العربیہ - دو روپیہ

عربی کی پہلی کتاب ۸۵ پیسے

المنتخب من کلام العرب پانچ روپیہ

Marfat.com

فارسی تصانیف

فارسی آموز ... چھ روپیہ
محمود و فردوسی ... دو روپیہ
انتخاب فارسی ... دس روپیہ

اردو تصانیف

ترجمہ المنجد ... اٹھائیس روپیہ
تاریخ القرآن ... چھ روپیہ
تاریخ الحدیث ... چار روپیہ
تاریخ التفسیر ...... ״
تاریخ الفقہ ...... ״
تاریخ تصوف ...... ״
سفرنامہ صادم .. دو روپیہ
انتخاب تاریخ .. پانچ ״
سفرنامہ حج و زیارت ۳ روپیہ ۵۰ پیسے
مقالات صادم دو روپیہ
الدر المکنون ۵۰ پیسے
مضامین صادم ۵۰ پیسے
اربعین اعظم ۵۰ پیسے
نامور بیٹیاں ۷۵ پیسے
تعلیمات اسلام ۶۶ پیسے
رسول کی تعلیم ایک روپیہ
تاریخ کشمیر پانچ روپیہ
اردو کا سب سے بڑا شاعر اور محسن دو روپیہ
اخلاقی کہانیاں ۳۶ پیسے
قرآنی اخلاق ایک روپیہ ۲۵ پیسے

خلق مسلم ... پانچ روپیہ
زر خالص ... ۳ روپیہ ۵۰ پیسے
منتخبات طہ حسین ۴ روپیہ ۵۰ پیسے
رابعہ بصری ایک روپیہ ۵۰ پیسے (ترجمہ)
امیر معاویہ ایک روپیہ ۲۵ پیسے
عمر بن عبدالعزیز دو
امام زین العابدین دو (ترجمہ)
ابوذر غفاری دو روپیہ
اسلامی کتاب ۳ روپیہ
خانہ کعبہ ایک روپیہ ۷۵ پیسے
اردو قواعد و انشاء پانچ روپیہ
ہماری زبان ۸۱ پیسے
سودیشی اردو ۵۰ پیسے
فرودی کہانیاں دو
خلق عظیم دو
زبان و قلم دو روپیہ
عقائد الاحناف ۲۵ پیسے
اردو زبان اور مشاعرہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے
مطالعہ تیسیر القرآن ۳۹ پیسے
شعر العرب دس روپیہ
مقام غالب پانچ روپیہ
سیرت علی دو (ترجمہ)
اللہ دو دو ۸ روپیہ ۵۰ پیسے
فریاد رس دو روح کیا ہے دو دس روپیہ
قصص القرآن دو دو سیرت عائشہ دو دو

Marfat.com

منظور شدہ مطابق سرکلر ۶۱۸۶ ای۔ڈی۔این۔ڈی۔ای۔ک۔ر۔ک
مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۹ء

منظور شدہ مطابق سرکلر ٹی۔بی۔سی ۴۔۸۔۴ – ۴۔۴۴ ڈی۔ای۔پ۔ر۔پ
مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء

سیرت امام اعظم	عبدالصمد صارم	۰-۷۵
سیرت امام شافعی	//	۰-۶۲
سیرت امام احمد بن حنبل	//	۰-۷۵
سیرت امام مالک	//	۰-۶۲
سیرت امام بخاری	//	۰-۶۲
ابن خلدون	//	۰-۶۲
ابراہیم ادھم	//	۰-۶۲
سوانح حسن بصری	//	۰-۷۵
سیرت رابعہ بصری	//	۰-۷۵
سوانح حاجی امداد اللہ	//	۰-۷۵
سوانح مولانا محمد قاسم نانوتوی	//	۰-۵۶
سوانح مولانا اشرف تھانوی	//	۰-۷۵
سوانح انور شاہ کشمیری	//	۰-۷۵
سوانح شاہ عبدالعزیز	//	۰-۵۶
سوانح رشید احمد گنگوہی	//	۰-۷۵
سوانح مولانا محمود الحسن	//	۰-۷۵
سوانح حسین احمد مدنی	//	۰-۷۵
سوانح شبیر احمد عثمانی	//	۱-۲۵
اسلامی تاریخی کہانیاں (اول)	//	۱-۲۵

Marfat.com

اسلامی تاریخی کہانیاں (دوم)	عبدالصمد صارم	۱-۵۰
اسلامی تاریخی کہانیاں (سوم)	//	۱-۷۵
تاریخی کہانیاں	//	۱-۲۵
اچھی کہانیاں	//	۱-۰
انتخاب تاریخ القرآن		۵-۰
آل فرعون کا ایک مومن	ترجمہ از عبدالصمد صارم	۰-۷۵
حضرت صالح	//	۰-۷۵
حضرت یوسف	//	۰-۷۵
اصحاب القریہ	//	۰-۷۵
حضرت نوح	//	۰-۷۵
سدرۃ المنتہیٰ	//	۰-۷۵
ذوالقرنین		۰-۷۵
حضرت اسماعیل	//	۰-۷۵
حضرت زلیخا	//	۰-۷۵
حضرت ابراہیم	//	۰-۷۵
بنو اسرائیل	//	۰-۷۵
طالوت جالوت	//	۰-۷۵

منظور شدہ برائے سرکلر نمبر ڈی۔ ای۔ جی۔ پی۔ یو۔ بی (۷۶۲/۱-۶۲/۱۵۹۹)

مورخہ ۲ جنوری ۱۹۶۲ء ڈی۔ ای۔ کے۔ و۔ کے

(مغربی پاکستان)

عظیم شخصیتیں	عبدالصمد صارم	۲-۰
حضرت خدیجہ	//	۰-۷۵
عائشہ صدیقہ	//	۰-۷۵

Marfat.com

فاطمۃ الزہرا	عبدالصمد صارم	۰ — ۷۵
زینب بنت فاطمہ	"	۰ — ۷۵
امام حسن	"	۰ — ۷۵
امام زین العابدین	"	۰ — ۷۵
امام ابن قیم	"	۰ — ۷۵
امام رازی	"	۰ — ۷۵
امام ابن تیمیہ	"	۰ — ۷۵
مولانا روم	"	۰ — ۷۵
مولانا محمد الیاس	"	۰ — ۷۵
فریدالدین عطار	"	۰ — ۷۵
حافظ شیرازی	"	۰ — ۷۵
حیات سعدی	"	۰ — ۷۵
شاہ ولی اللہ	"	۰ — ۷۵
محمد عبدہ	"	۰ — ۷۵
جمال الدین افغانی	"	۰ — ۷۵
سید احمد شہید	"	۰ — ۷۵
عبیداللہ سندھی	"	۰ — ۷۵
جمال عبدالناصر	"	۰ — ۷۵
سیرت اسماعیل شہید	"	۰ — ۷۵
اصحاب الفیل	"	۰ — ۷۵
سیرت عثمان	"	۳ — ۰
حضرت آدم	"	۰ — ۷۵
شکر نعمت	"	۰ — ۷۵
موسیٰ اور خضر	"	۰ — ۷۵
	"	۰ — ۷۵

Marfat.com

حضرت داؤد	ترجمہ از عبدالصمد صارم	۰۰-۷۵
قاضی عزالدین	〃	۰۰-۷۵
عام الفیل	〃	۰۰-۷۵
جریج عابد	〃	۰۰-۷۵
بنی اسرائیل کی گائے	〃	۰۰-۷۵
اصحاب الفیل	〃	۰۰-۷۵
ہابیل قابیل	〃	۰۰-۷۵
معراج شریف	〃	۰۰-۷۵
حضرت عزیرؑ	〃	۰۰-۷۵
قارون	〃	۰۰-۷۵
اصحاب کہف	〃	۰۰-۷۵
اصحاب الاخدود	〃	۰۰-۷۵
ملکۂ سبا	〃	۰۰-۷۵
زمزم	〃	۰۰-۷۵
حضرت ایوب	〃	۰۰-۷۵

ملنے کا پتا

ادارۂ علمیہ۔ دھنی رام روڈ انارکلی لاہور

Marfat.com

اگر

آپ مسلمان ہیں تو آپ کا یہ فرض ہے کہ
حدیث کی تاریخ سے واقفیت حاصل کریں
جو آپ کے مذہب کی بنیاد ہے

لہٰذا آپ

تاریخ الحدیث

ضرور پڑھیئے جو اسی طرز پر صارم صاحب نے لکھی ہے

قیمت مجلد چار روپے صفحات ۲۳۲

ملنے کا پتا

ادارہ علمیہ دھنی رام روڈ نئی انارکلی لاہور۔
فیروز سنز مال روڈ لاہور
ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
حق برادرز انارکلی لاہور
معین الادب اردو بازار لاہور
شمس الدین مینار مسجد لوہاری دروازہ لاہور
ایم ثناء اللہ خان ریلوے روڈ لاہور

Marfat.com

تاریخ الفقہ

عنقریب شائع ہونیوالی ہے

قیمت . . چار روپے

مجلد صفحات دوسو - ولایتی کاغذ

اللہ جل جلالہٗ

تصنیف عباس محمود عقاد

ترجمہ عبدالصمد صارم

یہ کتاب شائع ہو گئی ہے

ہدیہ ۸ روپے آٹھ آنے

ملنے کا پتا

ادارہ علمیہ دھنی رام روڈ نئی انارکلی لاہور

Marfat.com

شعر العرب

تصنیف امام ابن قتیبہ

ترجمہ عبدالصمد صارم

صفحات ۴۳۲ - مجلد دس روپیہ غیر مجلد آٹھ روپے

یہ کتاب ابن قتیبہ کی ہر دو جلد کا مکمل ترجمہ ہے جس میں دو سو دو شعراء کا حال، نمونہ کلام اور تنقید ہے اس میں دورِ جاہلی سے لے کر دورِ عباسی تک کے شعراء کے حالات درج ہیں

ملنے کا پتہ

فیروز سنز دی مال لاہور
معین الادب اردو بازار لاہور
ایم ثناء اللہ خان ریلوے روڈ لاہور
میری لائبریری مینار مسجد لوہاری دروازہ لاہور

ادارہ علمیہ دھنی رام روڈ نئی انار کلی لاہور

Marfat.com

یہ کتاب

آپ کو مندرجہ ذیل پتوں سے مل سکتی ہے

فیروز سنز مال روڈ لاہور

ادارۂ اسلامیات انارکلی لاہور

حق برادرز نئی انارکلی لاہور

مجلس الادب اردو بازار لاہور

شمس الدین تاجران کتب مینارہ مسجد لوہاری دروازہ لاہور

ایم ثناء اللہ خان ۲۶ ریلوے روڈ لاہور

ادارہ علمیہ دھنی رام روڈ نئی انارکلی لاہور

Marfat.com

فہرس الاسماء

اوپر صفحہ کا نمبر ہے نیچے سطر کا

اسماء النساء

اقبال خانم ۱۶۷
اگنس سمتھ لوئیس ۱۷۶/۲۵
ام خالد ۲۴/۲۴
امرأة ابی لہب ۱۶۱
امرأة عزیز ۱۶۱
امرأة ابراہیم ۱۶۱
امرأة عمران ۱۶۱
امرأة فرعون ۱۶۱
امرأة نوح ۱۶۱
ام سلمہ ۳۶/۱۳ ۸۸
ام موسیٰ ۱۶۱
ام ورقہ بن نوفل ۳۶/۱۳ ۴۶/۳ ۸۸
حفصہ ۳۶/۱۳ ۴۰/۱ ۴۴ ۷۹/۷ ۸۰ ۸۳
۸۸ ۱۸۹/۵
خدیجہ ۱۸/۴ ۱۸/۱۶ ۱۹/۱۵ ۱۹/۲۵ ۱۹/۲۲ ۱۹/۲۱ ۳۰/۲۱
۲۰/۲۰ ۲۰/۲۴ ۲۰/۲۲ ۲۲/۱۴ ۲۲/۱۶ ۲۲/۱۸
خولہ ۱۶۱
زینب المعروف شہیدہ ۹۴
سکندر بیگم ۱۴۵/۲۰
شاہ جہاں بیگم ۱۴۵/۱۳
شفاء ۱۸۹/۵
عائشہ رض ۱۹/۱۳ ۲۰/۱۴ ۲۲/۹ ۲۲/۱۰ ۳۱/۱۰ ۳۶/۱۲
۵۳/۴ ۸۸ ۱۱۹/۳ ۱۱۸/۲۳
فاطمہ زاہدہ ۱۴۰

اسماء الجرائد والمجلات

برھان ۱۳۸/۲۴
بھارت متر ۱۹۴
پیشوا ۱۲/۱
زمیندار ۱۲/۱۴
سول ملٹری گزٹ ۱۱/۱۸
صحیفہ ۱۲/۱۴
صوت الحجاز ۱۲/۱۱
القاسم ۱۲/۴
گرد و گفتار ۱۹۴/۲۲
معارف ۱۳۸/۲۴

فہرس الامکنۃ والبحار والجبال

احد ۳۲/۳
بیر معونہ ۳۵/۸
جوبلی ہال ۷۸

Marfat.com

حدیبیہ ١٩٩
حراء ١٧/٩ ١٧/١٠ ١٩/١٩ ٢٠/١٦
دریائے الب ١١/١٦ ١١/١٨
دومۃ الجندل ٢٠٠
صفہ ٣٠/٢١
طور ٧١/١٦٣ ١٨١
گردکل کانگڑی ١٩٤
گولکنڈہ ١٠٠/٢٥
مسلم یونیورسٹی علیگڈھ ٩٨/٢٤
منیٰ ١٧/١٠ ١٧/١٤
وادی عسفان ١٨٢

اسماء القبائل

آلِ اکیدر ٢٠١/٢٥
اذرح ٢٠٠
انصار ٤٥ ١١٥/٧
بنو اسد ٧٨ ١١٥/٧
بنو بارق ٢٠٠
بنو تمیم ٣٤/٩ ٧٨ ١١٥/١٦
بنو حنیفہ ٢٠٠
بنو ربیعہ ١١٥/٧
بنو زبید ٣٢/١٣
بنو سعد ١١٥/٧
بنو عامر ٣٤/٦ ٣٤/٨
بنو عبدِ کلال ٢٠١
بنو قضاعہ ١١٥/٧
بنو مذحج ٣٢/١٣ ٣٤/٨
بنو نہد ٢٠٠
بنو ہاشم ٢٩/٢٣
بنی اسرائیل ١٢١/٢٢ ١٦٢
حمرباء ٢٠٠
حمیر ٨٣
خاندان آصفیہ ١٠١
قضاعہ ٨٣ ١١٥ کلب ٢٠١ ہذیل ٨٣
مراد ٣٢ قطن ٢٠٠

اسماء الکتب

احادیث اہلِ اسلام ١٩٨
احتجاج طبرسی ٤٢
ازالۃ الخفاء ٨٥
اسدالغابہ ٣٦/٢٣
استیعاب ٣٦/٢٢ ٣٧/٢ ٤٦
اصولِ کافی ٨٤
انجیل ١٦/١٤ ١٦/١٨ ٢٠/٢١ ٥٣/٥ ٥٣/٧ ١٨٢ ١٩١
انسائیکلوپیڈیا ١٢٣/٢٠
البشائر ١٣/٧
اوسط ١١٦/٢٠ ١١٦/٢٢
اتحاف النبلاء ١٩٨
بخاری ١٩/١١ ٢١/٧ ٢٣/١٢ ١٩٦ ١٩٧/١
پریچنگ آف اسلام ١٦٩/١٢ ١٩٣/٧
پنجسورہ ١٦٨/٤

Marfat.com

تاریخ التفسیر ۱۳۶/۱۰ ۱۳۷ ۱۳۸/۳
تاریخ خطیب بغدادی ۱۹۹/۲۴
تاریخ الخلفاء ۳۶/۳۳
تاریخ القرآن ۱۳۸/۲۲
تحفۃ الموافق ۹۳/۴
تذکرۃ الحفاظ ۳۷/۲ ۳۵/۱۸
ترمذی ۴۲/۱ ۱۹۷
تفسیر خازن ۲۵/۲۱
تفسیر طبری ۴۷/۷ ۹۳/۵ ۱۳/۴
تفسیر عباسی ۱۳۷ ۱۳۸
تفسیر النبی ۱۳۷/۴
تورات ۱۱/۱۰ ۱۲/۱۲ ۱۶/۱۷ ۱۶/۲۱ ۵۳/۴ ۵۳/۶ ۱۸۲ ۱۹۱
تہذیب التہذیب ۳۶/۲۳ ۳۷/۲
حزب الاعظم ۱۷۸/۴
حزب البحر ۱۷۸/۴
حصن حصین ۱۷۰/۲۲
دلائل الخیرات ۱۷۰/۴
دہ سورہ ۱۷۸/۴
ڈکشنری آف اسلام ۱۹۸
ریاض ۴۵/۲۴ ۸۵
زبان و قلم ۱۵۰ ۱۸۸/۴
زبور ۱۱/۱۰ ۱۶/۱۳ ۱۶/۱۷ ۵۳/۵ ۵۳/۷ ۱۸۲ ۱۹۱
سنن ابن ماجہ ۱۲۱/۱۱ ۱۹۷

سنن ابی داؤد ۱۲۱/۱۱ ۱۹۷
سنن نسائی ۱۹۷ ۱۹۹/۲۳
شرح احیاء العلوم ۱۲۳/۹
شرح مسلم ۱۹۶/۵
صادقہ ۱۳۷/۶
صحاح ستہ ۱۳۸/۴ ۱۹۶/۲۵ ۱۹۷
طبقات ابن سعد ۳۶/۲۲ ۴۵ ۱۲۱/۱۱ ۱۸۸/۲۵
طبقات القراء ۳۵/۱۰
علوم القرآن ۸۷
عمدۃ القاری ۱۷۰/۲۰
فتح الباری ۲۱/۷ ۲۲/۱۰ ۳۶/۲۳ ۱۹۶/۲
فضائل القرآن ۸۰
فہرست ابن الندیم ۹۳/۳
قسطلانی ۱۲/۱۱
کتاب البیان ۷۷
کتاب الجامع ۱۲۸/۲۳
کتاب الصدقہ ۱۹۹
کتاب القراءت ۱۲۸/۲۲ ۱۲۸/۲۳
کتاب المصاحف ۸۵
کشف الظنون ۹۳/۳
کنز العمال ۱۶/۲۱ ۳۶/۲۳
گیتا ۱۲/۵
لیوز فرام انشینٹ قرآن ۱۷۶/۲۳
مجمع البحار ۱۹۶
مفتاح الافکار ۱۹۹/۲

Marfat.com

مراسلات نبویہ ۱۹۹/۴
مستدرک ۷۷/۲ ۸۲ ۱۳۸/۵ ۱۹۹/۲۳
مسلم ۱۹۶
مسند احمد بن حنبل ۵۳ ۷۷/۲ ۱۲۱/۱۱ ۳۸/۵
مشکوٰۃ المصابیح ۲۴/۱۸
المعلقات السبع ۱۸۶/۲۳ ۲۸/۲۹
موطا ۱۹۶ ۱۹۹/۲۳
نیل الاوطار ۱۹۶
ہادیہ ۱۰۰/۲۴
ہسٹری آف دی ورلڈ ۱۱/۸

اسماء البلدان

آذربیجان ۷۹/۴ ۸۰
آسٹریلیا ۱۴۳/۱۴
آکسفورڈ ۱۳۹/۹
آگرہ ۹۸
ارمینیا ۷۹/۴
افریقہ ۳۷/۱۷ ۱۷۹
امرتسر ۹۹/۲
امریکہ ۱۳۹/۳ ۱۳۹/۶ ۱۳۹/۷ ۱۳۹/۱۰
انگلستان ۴/۱۴
اورنگ آباد ۱۴۶
ایران ۱۱/۲ ۳۷/۱۷ ۱۲۴/۱۶ ۱۷۹ ۱۸۸/۲۰ ۱۸۷/۲۳
بجنور ۹۸
بحرین ۸۲ ۱۹۹
بدایوں ۹۸
برن ہینڈ ۱۱/۱۸
بریلی ۹۸
بصرہ ۲۰ ۹۰ ۹۱/۲
بنگال ۱۴۴/۲۲
بھوپال ۹۴ ۹۸ ۱۴۵/۱۳ ۱۴۵/۲۰
پانی پت ۹۸
پنجاب ۸۳ ۱۴۶
پیرس ۱۴۰/۲
ٹونک ۹۸ ۱۹۹/۳
جاپان ۱۸۸/۲
چین ۳۷/۱۸ ۳۷/۲۰ ۱۷۹/۷
حبشہ ۲۳/۶ ۱۷۹ ۱۸۸/۱
حجاز ۴۴/۲۵ ۱۰۱/۲۱
حصار ۱۲/۱۳
حضرموت ۲۰۰
حیدرآباد دکن ۱۲/۱۴ ۷۸ ۸۳ ۱۰۱/۲۱
خطا وختن ۱۴۹
دکن ۷۸ ۱۰۰ ۱۰۱
دمشق ۹۰ ۹۱/۴
دیوبند ۹۸ ۹۹
دہلی ۲۷/۱۸ ۷۸ ۸۳ ۸۷ ۹۸ ۱۱۵/۱۴
ڈنمارک ۱۴۳/۶
روڑکی ۱۲/۱۳
روم ۳۷/۸ ۷۰ ۱۶۲/۲۱ ۱۷۹ ۱۸۱ ۱۸۷
سکندرآباد ۱۴۵/۲۲ سندھ ۱۴۹/۶

Marfat.com

سہارنپور ۹۸ سویڈن ۱۱۴/۹ سیپارہ ۹۸

شام ۴۴/۱ ۷۶/۲۵ ۷۹/۴ ۸۲ ۱۷۹/۷

طائف ۲۰۰

عجم ۱۲/۱۶ ۱۰۱/۲ ۱۳۰/۲۲

عراق ۴۴/۱ ۷۶/۲۵ ۷۹/۶

عرب ۱۲/۱۶ ۱۲/۹۰ ۱۵/۲ ۱۷/۵ ۳۷/۸ ۳۷/۱۷ ۳۵/۶
۱۰۱/۲ ۱۱۵/۱۱ ۱۲۴/۲۰ ۱۲۴/۱۷ ۱۲۵/۳ ۱۲۸
۱۳۰/۲۴ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۶۷/۱ ۱۸۰ ۱۸۶ ۱۸۸
۱۸۸/۵ ۱۹۰/۴ ۱۹۰/۶ ۱۹۰/۲۲ ۱۹۲/۲۴

عمان ۱۴۹

فرانس ۱۱/۶ ۱۱/۱۸

قسطنطنیہ ۱۸۸/۷

کانٹین ۳۷/۲۰

کاندھلہ ۹۸

کوفہ ۸۲ ۹۰/۲۵

لاہی ۱۴۰/۲

لاہور ۹۷/۵ ۱۴۸

لکھنؤ ۷۸ ۱۱۵/۱۴ ۹۸ ۸۷ ۸۳ ۱۳۹

لندن ۷۷/۲۵ ۱۲۱/۸ ۱۳۹/۳ ۱۴۶

مدینہ ۱۴/۲۵ ۲۳/۱۱ ۲۸/۲۴ ۲۹/۱ ۲۹/۲۴ ۳۰/۲۰
۳۴/۶ ۳۴/۱۱ ۴۴ ۸۲ ۹۰ ۱۰۰/۵
۱۱۴/۷ ۱۱۴/۸ ۱۱۴/۹ ۱۸۸/۷

مرادآباد ۹۸ ۲۰۰

مصر ۱۳/۷ ۴۴/۱ ۷۶/۲۵ ۱۲۳/۲۰ ۱۲۴/۱ ۱۲۴/۳
۱۲۴/۱۷ ۱۲۴/۱۲ ۱۸۷

مظفرگڑھ ۹۸

مغرب ۱۲۳/۲۰ ۱۲۴/۱ ۱۲۴/۳ ۱۲۴/۱۷
۱۲۴/۱۲

مکہ ۱۳/۲۵ ۱۷/۱۰ ۱۸/۱۵ ۲۳/۴ ۲۳/۵ ۲۳/۱۰
۲۸/۲۴ ۲۹/۱ ۲۹/۲۳ ۳۴/۱۱ ۸۲ ۹۰/۲۴
۱۱۴/۶ ۱۱۴/۷ ۱۱۴/۹ ۱۷۹/۲ ۱۷۹/۳ ۱۸۰/۲
۱۸۰/۷ ۱۸۲ ۱۸۸/۷ ۱۹۹ ۲۰۰

نجران ۲۰۰

نگینہ ۹۸

ہالینڈ ۱۳۹/۹ ۱۴۰/۳ ۱۱۰/۴ ۱۴۲/۲۳

ہندوستان ۱۱/۲۰ ۳۷/۱۸ ۹۴/۱ ۹۴/۲
۹۵/۳ ۹۶/۱ ۹۶/۲ ۹۶/۳
۹۷/۲۵ ۱۰۱/۲۱ ۱۲۴/۱۶ ۱۳۸/۳
۱۴۹/۷ ۱۶۹/۸ ۱۷۹/۷

ہنگری ۱۱/۵

یمامہ ۴۰/۱۰ ۴۰/۲ ۴۱/۱۹

یمن ۲۷/۶ ۴۴/۱ ۷۶/۲۵ ۸۲
۸۳/۴

یورپ ۱۱/۳ ۹۲/۸ ۴۳/۲۳ ۴۹
۱۳۴/۲ ۱۷۹/۷ ۱۸۸/۲ ۱۹۳

یونان ۱۳۳/۱۸

Marfat.com

مصنّف

عبدالصمد صارم بن ظہورالحسن ناظم، قوم شیخ صدیقی، ساکن سیوہارہ ضلع بجنور، یو۔پی حال وارد لاہور ۱۹ر دسمبر ۱۹۱۸ء سیوہارہ میں پیدا ہوا، ابتدا سے لے کر انتہائے تعلیم فارسی تک میرے استاد مولوی عبدالرحمن سیوہاروی اور میرے والد رہے۔ چار سال کی عمر میں مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ حضرت حافظ عبدالرحمن توکلی پنجابی مرادآبادی میرے والد صاحب کے پیر تھے انہوں نے بسم اللہ پڑھائی۔ تیرہ سال کی عمر میں میں نے فارسی کی انتہائی تعلیم سے فراغت پائی، مولوی عبدالرحمان اور میرے والد عربی نہ جانتے تھے لہذا مجھے مدرسہ فیض عام سیوہارہ میں داخل کر دیا گیا دو سال میں نے وہاں تعلیم پائی پھر مدرسہ قاسمیہ نگینہ ایک سال تعلیم پائی پھر دیوبند چلا گیا اور ۱۹ سال کی عمر میں وہاں سے سند فراغت حاصل کی اسی سال مولوی فاضل کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے پاس کیا اور چند ماہ مدرسہ فتح پوری دہلی میں مولوی فاضل کی تعلیم پائی اس کے بعد میں حیدرآباد دکن چلا گیا اور اسی سال وہاں سے الازہر مصر چلا گیا۔ یہ کتاب میں نے مصر میں لکھی تھی دو سال کے قریب مصر رہا وہاں سے سند فراغت حاصل کر کے وطن چلا آیا، پھر حیدرآباد میں رہنے کے بعد بوجہ خرابی صحت کے ۱۹۴۳ء میں لاہور چلا آیا۔ یہاں آتے ہی مجھے رسالہ شاہکار کی ایڈیٹری مل گئی اور اس کے چند ماہ بعد میں انجمن حمایت اسلام کے شعبۂ تالیف وطبع میں ملازم ہو گیا۔ کوئی چھ ماہ یہاں رہا تھا کہ مجھے اورینٹل کالج لاہور میں جگہ مل گئی اور ۲ر اکتوبر ۱۹۴۴ء سے میں یونیورسٹی کا ملازم ہو گیا اور اب تک یہیں ملازم ہوں۔ اس وقت سے اب تک عربی اور فارسی پڑھاتا ہوں اور ایک عرصہ دراز تک اردو بھی پڑھاتا رہا۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک سے پہلے لاہور ہی میں میری شادی اپنے عزیزوں میں ہو گئی مجھے سیر و سیاحت اور مطالعہ کتب سے بچپن ہی سے شوق رہا ہے، میں تقریباً تمام عربی ممالک کی دو بار سیاحت کر چکا ہوں۔

میں نے سیکڑوں کتابیں اور سیکڑوں مضامین لکھے۔ بہت سی کتابیں اور بہت سے مضامین ضائع بھی گئے، کچھ پبلشروں کے ہاتھوں اور کچھ ایڈیٹروں کے ہاتھوں۔

Marfat.com

میرے دادا مولوی محی الدین ضلع مظفر نگر میں انسپکٹر مدارس تھے وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھ دہلی میں پڑھے تھے، انہوں نے کئی مکان، منقول جائداد، اثاثہ اور بہت روپیہ چھوڑا تھا۔ لہٰذا میرے والد نے کبھی ملازمت نہ کی اور اسی کو بیچ بیچ کر گذارہ کرتے رہے۔ والد صاحب بڑے متوکل اور آزاد منش تھے۔ مجھے اپنے ماں باپ کی آخری اولاد سمجھئے کیونکہ میرے بعد ایک لڑکی ظریفہ پیدا ہوئی تھی۔ وہ بچپن ہی میں مر گئی تھی اور اس سے پیشتر میرے چار بھائی مر چکے تھے صرف بڑے بھائی حسن عثمان زندہ تھے۔ والد صاحب نے ساری جائداد اُن کی تعلیم پہ صرف کر دی اور پھر اُن کی شادی پر سب کچھ اُڑا دیا کہ اب بیٹا تعلیم پا چکا ہے بڑا افسر ہو گا۔ شادی کے چھ ماہ بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت میری عمر چار سال کی تھی پھر اس صدمہ میں اُن کی دلہن کا بھی چھ ماہ بعد انتقال ہو گیا تو میرے بوڑھے ماں باپ کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ میرے متعلق بھی وہ یہی کہا کرتے تھے کہ یہ کیا بچے گا، میری تین بہنیں مجھ سے بڑی تھیں جو اب تک زندہ ہیں باپ نے کبھی ملازمت کی نہ تھی۔ صوفی منش وہ پہلے سے تھے اب اور زیادہ ہو گئے۔ میرے والدین رات دن عبادت کرتے رہتے۔ میرے باپ نے مرتے دم تک کبھی تہجد کی نماز نہیں چھوڑی۔ یہی حال والدہ کا تھا وہ اکثر تہجد کے بعد سے صبح تک ذکر کیا کرتی تھیں یوں بھی وہ پیروں کے خاندان سے تھیں۔ میرے نانا شیخ اسماعیل بڑے صوفی عابد زاہد آدمی تھے اور ماموں جمیل بھی، میرے پرنانا اعظم پور (متصل نجیرالوں) کے رہنے والے تھے مگر اُن کے مرید شیر کوٹ ضلع بجنور میں زیادہ تھے لہٰذا یہیں رہنے لگے تھے۔

بھائی عثمان کے مرنے کے بعد والدین پر سخت قنوطیت طاری تھی۔ ہمارے ہاں کبھی عید، بقرعید یا شب برات نہیں ہوئی بلکہ رونا دھونا رہتا تھا۔ جب میں کچھ بڑا ہو گیا تو میری خاطر اور بڑی دل سے والدہ عید منانے لگی تھیں۔ پھر جب میں ۱۹ سال کا ہو گیا اور دیوبند سے فارغ ہو گیا ادھر غریبی تونگری سے بدل چکی تھی تب میرے ماں باپ کے دل پھر سے زندہ ہو گئے اور وہ اپنے غموں کو بھول گئے کیونکہ میں ان کی امیدوں کا سہارا ہو گیا تھا۔

جس زمانے میں میں نے عربی شروع کی تھی اتفاقاً مولانا انور شاہ کشمیری سیوہارے تشریف لائے تھے والد صاحب نے میزان کا پہلا سبق مجھے اُن سے پڑھوایا تھا، اس وقت میری عمر تیرہ سال کی تھی، ایک بہن جو مجھ سے دو سال بڑی ہے وہ پندرہ سال کی ہو چکی تھی ادھر آئے دن فاقے جانے لگے تو والد صاحب کو میری تعلیم اور اُس کی شادی کی فکر تھے اور کچھ اس شرم نے

Marfat.com

کہ آئے دن مکان اور جائداد کی نیلامی کی منادی پٹتی رہتی ہے انہیں سیوہارہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ حیدرآباد دکن چلے گئے وہاں اُن کی بڑی عزت ہوئی کیونکہ وہ سیوہارہ میں اپنے والد کے کتب خانے کی کتابوں سے یا تو تصنیف و تالیف کرتے رہتے تھے یا مضمون نگاری اور یا عبادت اور دل لگی۔ آدمی بہت ذہین، بہت وسیع مطالعہ والے اور اردو فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ نظام سے انہیں بہت روپیہ ملتا، پھر انہوں نے سب مکانات تو چھڑا لئے مگر جائداد نیلام ہو چکی تھی۔ جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا اور میرے اخراجات بڑھتے گئے اسی قدر انہیں دولت ملتی گئی تھی کہ دیوبند کے دورانِ تعلیم میں بھی میرا مدرسہ سے کھانے یا ٹھہرنے کا کوئی تعلق نہیں رہا وہ مجھے پندرہ روپیہ ماہانہ بھیجا کرتے تھے اور اس زمانے میں پندرہ روپیہ رؤسا کے لڑکوں کے آیا کرتے تھے وہاں ہم کرایہ کے مکان میں رہتے اور باورچی کھانا پکاتا تھا۔

جب میں ۱۹ سال کا ہو گیا اور دیوبند سے فارغ ہو گیا اور ادب عربی میں میں نے طلبہ میں نام پیدا کر لیا تو مجھے الازھر جانے کی لَو لگی میں نے والد صاحب سے کہا کہ میں الازھر جاؤں گا چاہے کچھ بھی ہو انہوں نے ہر چند سمجھایا میں نہ مانا کیونکہ اتنا پیسہ نہ تھا روپیہ مکانات کے چھڑانے اور سابقہ قرضے میں جا رہا تھا۔ مگر خدا نے انہیں نظام سے اک دم روپیہ دلا دیا اور میں الازھر چلا گیا۔ میرے اخراجات وہی برداشت کرتے تھے۔ الازھر میں بھی میرا مدرسہ کے قیام و طعام سے کوئی تعلق نہیں رہا وہاں بھی میں کرایہ کے مکان میں رہتا تھا۔ تیرہ سال کی عمر سے اب تک کبھی پیسے کی طرف سے تنگی نہیں ہوئی مگر تیرہ سال تک ہم نے زندگی بڑی عسرت سے گذاری۔

میرے بڑے بھائی کو والد صاحب نے انگریزی پڑھائی تھی اُن کے پیر ہمیشہ انہیں منع کیا کرتے تھے لہذا مجھے انہوں نے عربی پڑھائی ورنہ میرے خاندان میں میری پود میں کسی نے بھی عربی نہیں پڑھی، سب خاندان والے کہتے کہ تم کیوں اس لڑکے کو خراب کر رہے ہو مگر میرے والدین نہ مانے اور نہ میں مانا۔

Marfat.com

مولانا محمد حنیف ندوی
برائے تبصرہ

تاریخ القرآن

عبدالصمد صارم الازہری

باہتمام

ادارہ علمیہ ۵ دھنی رام روڈ نئی انارکلی لاہور

Marfat.com